www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا

اور اللہ کافروں کو ایسے مسلمانوں پر غالب آنے کی کوئی راہ ہرگز نہیں بنائے گا

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

حق پرکاش

بجواب ستیارتھ پرکاش

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

سوامی دیانند سرسوتی (بانی آریہ سماج) کی مشہور تصنیف کے چودھویں باب کا الزامی و تحقیقی جواب

مؤلف:
مناظر اسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

حق پرکاش
بجواب
ستیارتھ پرکاش

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب: حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش

مؤلف: مناظر اسلام حضرت علامہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

تعداد: 1100

تاریخ اشاعت: جنوری 2001ء

ناشر: محمود احمد

مطبع: موٹروے پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

حق پرکاش

بجواب ستیارتھ پرکاش

نعمانی کتب خانہ

عرض ناشر

ہماری نئی نسل کی اکثریت مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن سے بے بہرہ اور نا آشنا ہے۔ اس لاعلمی نے ان کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ چنانچہ مخالفین اسلام اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے بارے غلط پروپیگنڈے سے شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب "حق پرکاش" کا شمار حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی شاہکار کتابوں میں ہوتا ہے مناظرانہ اسلوب کی نوع میں لکھی گئی تحریروں میں مولانا موصوف کا قلم مذکورہ کتاب میں درجہ امامت پر نظر آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مناظرہ سے غیر معمولی شغف کی فطری صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین اسلام علمی اور تحریری و تقریری سطح پر جب بھی مقابلہ کا چیلنج کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل اسلام کی نمائندگی کے لیے فوراً تشریف لے جاتے۔ یہ کتاب سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج کی کتاب ستیارتھ پرکاش باب چودہ کا اہل اسلام کی جانب سے مسکت و مدلل جواب ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے آریہ سماج اور ہندو دھرم سے متعلق کافی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی۔ آج ٹھیک ایک سو سال بعد چھٹے ایڈیشن کیلئے پاکستان میں پہلی مرتبہ اس شاہکار کتاب کو نئے سرے سے کمپوز اور نئے انداز میں شائع کرنے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی ہے۔ حال ہی میں مولانا کی اسی نوع کی دیگر کتب جن میں "اسلام اور مسیحیت" "تقابل ثلاثہ" وغیرہ بھی اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع کی ہیں۔

ان کتب کے مطالعے سے قارئین کو وہ قیمتی مواد حاصل ہو گا جو آج کے دور میں

شائع ہونے والی سیکڑوں کتب میں ناپید ہے۔ اور غیر مسلم حضرات میں تبلیغ اسلام کے لیے بے حد معاون و مددگار ہو گا۔

اس کتاب کی اشاعت میں ہمارے محترم دوست محمد رمضان سلفی نے خصوصی طور پر معاونت کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ قارئین کرام سے خصوصی درخواست ہے کہ اس کتاب کی طباعت کمپوزنگ یا متن میں کسی قسم کی غلطی کوتاہی پائیں تو مطلع فرمائیں تاکہ اسے دور کیا جا سکے۔

والسلام

ناشر

WWW.Only1or3.com
OnlyOneOrThree.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنے چند

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

برصغیر پاک و ہند مختلف مذاہب کی کثرت کے باعث بھی معروف ہے۔ اسلام کی آمد سے قبل اور اس کے مابعد اس سرزمین میں بہت سے مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک مذہب کو "آریہ سماج" کہتے ہیں۔ اس کے بانی سوامی دیانند سرسوتی ہیں۔ جنہوں نے اپنے مذاہب کی ایک کتاب ناگری زبان میں "ستیارتھ پرکاش" کے نام سے لکھی ہے۔ عام مذاہب کی کتابوں کے لوازمے اور اسلوب کے برعکس اس کتاب کے موضوعات، مضامین اور اسلوب نے دل آزاری اور نفرت کا سامان پیدا کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں برصغیر کے تمام مذاہب بشمول اسلام اور عیسائیت سب کا رد کیا گیا۔ پیش نظر کتاب کے تیرہویں باب میں عیسائیت اور چودھویں باب میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی سے کام لیا گیا ہے۔ مقدس شخصیات پر رکیک حملے گئے ہیں' نیز ان کے مذہبی عقائد کے بارے میں تضحیک آمیز اور توہین آمیز رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام مذاہب کے باشندوں کو پھر سے ہندو بنانے کے لئے جو شدھی سنگھٹن کی بدنام زمانہ تحریک شروع ہوئی' اس کا باعث اور محرک بھی اس کتاب کی تعلیمات ہیں۔ اس مذہب دشمنی کا رویہ آج تک جاری ہے اور اس کے انسانیت سوز اور شرمناک نتائج آج تک سامنے آ رہے ہیں۔ سیکولرازم کے دعویدار ہندوستان میں ابھی تک اس مذہب دشمن اور انسانیت سوز کتاب پر پابندی نہیں لگائی گئی ہے۔

قدرت اور مشیت کا اپنا ایک قاعدہ اور نظام ہے۔ جہاں کہیں دین فطرت کے خلاف کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے' اس کے ازالے کے لئے قدرت رجال کار کو پیدا کر دیتی ہے۔ ایسی ہی شخصیات میں سے ایک مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ

کی شخصیت میں یہ ایک عجیب علمی، عملی، تحقیقی اور اخلاقی تفوق ہے کہ آپ نے برصغیر کے تمام مذاہب کا بڑی گہرائی اور سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور تقابل ادیان کا ایک ایسا ادراک اور شعور پیدا کیا جو احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ انیسویں صدی برصغیر میں مذاہب کے اعتبار سے ایک مناظرے کی صدی دکھائی دیتی ہے۔ علم المناظرہ مسلمانوں کے ہاں دعوت دین کا ہمیشہ سے ایک موثر وسیلہ رہا ہے۔ اس علم کے اصول مبادی ان کے درسیات اور نصابی کتابوں میں شامل رہے ہیں۔ بیسویں صدی میں اب یہ علم اور فن اس قدیم اسلوب کے ساتھ تو باقی نہیں البتہ اس نے ایک کھلے مکالمے یعنی open dialogue کی حیثیت اختیار کر لی ہے' نئے جدید اصلاح میں Inter fouith Dialogue یا بین المذاہبی مکالمہ کہا جاتا ہے۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری اس فن کے انیسویں صدی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں امام رہے ہیں۔

یہ متنوع صفات کی حامل شخصیت جون ۱۹۶۸ء بمطابق ۱۲۸۷ھ امرتسر کے تاریخی شہر میں پیدا ہوئی۔ آپ کے والد پشمینے کے تاجر تھے مگر ابھی آپ کی عمر عزیز سات سال کی تھی کہ شفقت پدری کا یہ سایہ آپ سے جدا ہو گیا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے مصداق آپ بچپن ہی سے بہت ذہین و فطین تھے اور غضب کا حافظہ پایا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا احمد اللہ کے ہاں دینی تعلیم کا آغاز کیا' پھر محدث دوراں مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) کے پاس تحصیل علم کے لئے حاضر ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث کے پاس دہلی چلے آئے۔ آپ کو احناف کے مختلف مدارس میں بھی تحصیل علم کے مواقع حاصل ہوئے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں جید اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد دارالعلوم دیوبند پہنچے اور یہاں مولانا محمود الحسن کی علمی صحبتوں سے مستفید ہوئے۔ کانپور میں مدرسہ فیض عام کے نام سے ایک درسگاہ معروف تھی' اس میں مولانا احمد حسن سے بھی فیض یاب ہوئے۔ اپنی فطری ذہانت اور جودت طبع کے باعث عیسائیت' ہندومت' بدھ مت' جین مت' آریہ سماجیوں اور دوسرے مذاہب کی بنیادی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کے علوم اور کتب میں گہری بصیرت اور رسوخ بہم پہنچایا۔ ان تعلیمی مراحل سے گزرنے کے بعد انہوں نے مناظرے

کے میدان میں ایسا قدم رکھا کہ اس کی مثال ماضی قریب اور زمانہ بعید میں خال خال ملتی ہے۔ مسلمانان ہند کے تمام مسالک میں آپ کی ان خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کی انہی خدمات کے باعث آپ کو شیر پنجاب' سردار اہلحدیث اور فاتح قادیان جیسے القاب سے بھی نوازا جاتا ہے۔ آپ نے ہر مذہب اور مسلک کے مذہبی رہنماؤں سے مناظرے کئے اور ہر موقع پر اسلامی حقانیت کی دھاک بٹھا دی۔ آپ نے کم از کم ساٹھ مناظرے کئے' جن کی تفصیلات شائع ہو جائیں تو مذہب اسلام کی حقانیت کو سمجھنے میں ٹھوس مدد مل سکتی ہے۔

آپ نے صرف تمام مذاہب کے علماء سے مناظرے ہی نہیں کئے بلکہ اس موضوع پر ٹھوس علمی خدمات بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ پر جو مختلف نوعیت کے نیم سوانحی اور نیم تحقیقی کام ہوئے ہیں' ان کے مطالعہ سے آپ کی ڈیڑھ صد تصانیف کا سراغ ملتا ہے' جن میں آریہ سماجیوں کی تردید میں ۳۲' قادیانیت کی تکذیب میں ۳۶' عیسائیت کی تنسیخ میں ۶' تقلید کی تغلیط میں ۱۱' دیگر مذاہب کی تنقید میں ۱۰ اور اپنے محقق مسلک اہلحدیث کی حقانیت اور دعوت و تبلیغ میں ۵ کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اہم موضوعات سمیت ان کتب کا تفصیلی احاطہ ہمارا مقصود نہیں اور نہ ان کی ان صحافیانہ خدمات کا جائزہ مطلوب ہے' جو ہفت روزہ اہلحدیث" امرتسر ماہنامہ مسلمان" اور" مرقع قادیانی" کی صورت میں شائع ہوتے رہے۔ اس موقع پر ہم ان کی سیاسی خدمات سے بھی اعتنا نہیں کر رہے' جو برصغیر کی جدوجہد آزادی اور تحریک پاکستان کے جانگسل مراحل سے تعلق رکھتی ہیں۔ مگر یہ بات کہے بغیر چارہ نہیں کہ اردو ادبیات کے دینی لٹریچر میں جو مؤثر اور یادگار استدلالی اسلوب انہوں نے اختیار کیا اس کے باعث اردو ادب کے دینی لٹریچر کو ایک وقار میسر آیا ہے۔ اس اسلوبیاتی بحث کا بھی یہ مقام اور موقع نہیں ہے۔

اس تمہید کے ناگزیر تذکرے کے بعد ہم اس کتاب کا تعارف پیش کرنا چاہتے ہیں جو رسوائے زمانہ کتاب ستیارتھ پرکاش کے جواب میں "حق پرکاش" کے عنوان سے لکھی گئی۔ یہ کتاب علم المناظرہ کی ذیل میں آپ کے زبردست استدلالی طرز نگارش کا شاہکار ہے۔ یہ صرف ایک دلآزار کتاب کا جواب ہی نہیں بلکہ آریہ سماجیوں کے عقائد و

تصورات کو سمجھنے کا ذریعہ بھی ہے۔ یہ امر لائق توجہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش جب ناگری زبان میں لکھی گئی تو مولانا ممدوح کی عمر شاید سات برس سے زیادہ نہ ہو مگر اس کتاب کے خبث اور غلط انداز تاویل و تعبیر پر کسی مذہب کی طرف سے کوئی قابل ذکر گرفت، تعاقب نہیں ہوئی۔ یہ سعادت بھی قدرت نے حضرت مولانا کی قسمت میں لکھی تھی کہ آپ نے ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سملاس (باب) کا مسکت جواب تحریر کیا، جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف مرحوم کو آریہ سماجیوں کی تصانیف اور عقائد سے کس قدر گہری واقفیت حاصل ہے۔ بہرطور آج سے ایک صدی قبل جب حق پرکاش کا نقش اول شائع ہوا تو تمام مذاہب کے سنجیدہ حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس علمی کاوش کو بنظر تحسین دیکھا۔

ستیارتھ پرکاش کے چودھویں کلاس (سملاس) میں قرآن مجید پر ۱۵۹ اعتراضات کیے گئے ہیں، جو بظاہر تو قرآنی عبارتوں اور ان کے مضامین و موضوعات پر ہیں، مگر بغور مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اعتراضات کا ہدف خود حضور ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور عقائد اسلام بھی ہیں۔ ستیارتھ پرکاش کے مصنف سوامی دیانند سرسوتی نے اس کتاب کے حصہ مذکور میں جو اسلوب وضع کیا ہے، اس کی تفصیل اجمالاً یوں ہے کہ اول تو انہوں نے قرآن مجید کے اولیں اردو ترجمہ (۱۸۰۵ء) جو شاہ رفیع الدین دہلوی کی کاوش کا نتیجہ ہے، اس کا ناگری زبان میں ترجمہ کرایا، جس میں فاضل مترجم نے بہت سی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یہ ناگری ترجمہ چونکہ عربی متن کی بجائے اردو ترجمے سے ہوا، اس لئے مطالب کے اظہار میں بہت بعد پیدا ہو گیا۔ فاضل مترجم اگر عربی زبان اور اس کے اسلوب سے آگاہ ہوتے تو انہیں ان غلطیوں کے ارتکاب کی جرات نہ ہوتی۔ اہل علم اور ارباب نظر جانتے ہیں کہ خود شاہ رفیع الدین دہلوی کا اردو ترجمہ قدیم لغت اور محاورے کے مطابق ہے۔ اردوئے قدیم کے اس روزمرے اور محاورے سے بھی ہمارے فاضل مترجم بے خبر دکھائی دیتے ہیں۔ جس کے باعث قرآنی مطالب کو ناگری زبان میں پیش کرتے ہوئے انہوں نے جابجا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ سوامی جی کی اس تحریر میں وہ علمی دیانت اور سنجیدگی مفقود ہی نہیں معدوم ہے، جو کسی مذہبی تحریر کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیے۔ ایک بات سوامی جی کے تعصب کی یوں واضح اور

آشکارا ہوتی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے ان مطالب فرمانی پر بعض مقامات پر ایسی تنقید بھی کی ہے جو خود قرآن مجید کی بجائے آریہ سماجیوں کے لٹریچر پر وارد ہوتی ہے۔ ایسے مقامات پر مولانا ثناء اللہ امرتسری کا قلم تحقیق اور وسعت مطالعہ کی بلندیوں پر دکھائی دیتا ہے۔

مولانا امرتسری کے نزدیک سوامی جی کے ۱۵۹ اعتراضات علم و تحقیق کی میزان میں بہت بودے ہیں۔ وہ شاید پانچ بنیادی اعتراضات بھی وضع نہیں کر سکے۔ بہر طور ستیارتھ پرکاش کے اس متعلقہ باب میں پہلے تو سوامی جی نے ناگری میں ترجمہ قرآن کی آیت کو لکھا ہے پھر محقق کے عنوان سے اس پر اپنا تبصرہ کیا ہے یا اپنے اعتراضات کو وارد کیا ہے۔ تحقیق لوازم کے پیش نظر مولانا محترم نے ناگری زبان سے خود ترجمہ کی بجائے اس کا وہ اردو متن اختیار کیا ہے جو پرتی ندھی سبھا پنجاب نے اپنے خاص مقاصد کے تحت کرایا ہے۔ یوں اعتراض کی حد تک متن کی ثقاہت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مولانا امرتسری "مدقق" کے عنوان سے ان اعتراضات کے جواب دیتے ہیں۔ ان جوابات کے مطالعے سے جہاں ایک طرف قرآنی اعجاز کا بھرپور دفاع ہوا ہے وہاں آریہ سماجیوں کی جانب سے کتاب و سنت کے بارے میں پھیلائی گئی گمراہیوں اور اشکالات کا بھرپور ازالہ ہوا ہے۔ مولانا امرتسری نے ۱۵۹ کی بجائے اعتراضات کی تعداد اپنی طرف سے ۱۶۰ کر دی ہے۔ آخری اعتراض خود مولانا کی اختراع ہے جس سے ان کے خلاقانہ ذہن کی باریکیوں اور لطافتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ آخری اعتراض سورہ اخلاص کے متن سے پیدا کیا گیا ہے جس کو قارئین اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یوں اس مغالطہ انگیز اور اقتباس آمیز کتاب کے اعتراضات کو رفع کرنے کے بعد مولانا نے آریہ سماجیوں کے ایک مذہبی اصول کا حوالہ دے کر انہیں قرآنی تعلیمات کی جانب راغب کرنے اور قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔

آریہ سماجیوں کا وہ اصول یہ ہے۔

"سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔" اللہ کی شان دیکھیے کہ سوامی دیانند سرسوتی کی اس ناپاک کوشش کو خود ہندوؤں کے مختلف فرقوں نے بھی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ کرم چند موہن داس مہاتما گاندھی جن دنوں یرودا جیل میں تھے انہیں کسی نے ستیارتھ پرکاش مطالعہ کے لئے بھجوائی۔ جس پر

ان کا یہ تاثر نوٹ کرنے کے لائق ہے۔

"میں نے اتنے بڑے ریفارمر کی تصنیف کردہ اس سے زیادہ مایوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی ہے۔"

یہ ایک ریکارڈ کی بات ہے کہ حق پرکاش ابھی تک ایک کامل صدی گزرنے کے باوجود "ستیارتھ پرکاش" کا مسکت اور مدلل جواب ہے۔ شیخ الاسلام ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کی یہ کاوش ۱۹۰۰ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی مگر گزشتہ بیسویں صدی میں کوئی آریہ سماجی رہنما یا دانشور حق پرکاش کا جواب نہیں دے سکا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ممکن بھی نہیں۔ آریہ سماجیوں کے ایک رسالہ "آریہ مسافر" میں جواب دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر اس کی چند اقساط ہی شائع ہوئی تھیں کہ یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ ان چند اقساط کا بھی جواب سیالکوٹ سے نکلنے والے ایک رسالے "انوار الاسلام" میں دیا گیا۔ اس طرح سوامی درشنانند نے اپنے ماہوار رسالے "مباحثہ" میں حق پرکاش کا جواب دینے کی کوشش کی مگر چند اقساط کے بعد یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ یوں حق پرکاش نے اپنی اشاعت اول کے بعد ایک صدی میں اپنے وقار اور علمی افتخار کا مظاہرہ کیا ہے۔ حق پرکاش ہنوز اپنے موضوع پر ایک حرف ناطق کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس معلومات افزا کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا اور پھر آخری مرتبہ اس کی اشاعت جولائی ۱۹۲۳ء میں ہوئی' جو اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن تھا' اب پون صدی بعد اس کا چھٹا ایڈیشن قارئین کے پیش خدمت ہے۔ اکیسویں صدی عیسوی میں اس کی اشاعت کا ایک خاص محل ہے۔ ان دنوں ہندوستان میں کانگریس کے مقابلے میں جو سیاسی قوتیں برسراقتدار ہیں' ان کی اسلام دشمنی اور مسلمان کشی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے انتہاپسندانہ نظریات مذہبی جنونیوں کی ایک ایسی نسل کو پروان چڑھا رہے ہیں' جو مسلمانوں کی مساجد کو گرا کر ان کی جگہ مندر تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔ ابھی ماضی قریب میں اودھیا میں انتہاپسند ہندو جنونیوں نے بابری مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ رام چندر کا مندر تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس انتہاپسندی میں آر ایس ایس کے علاوہ بال ٹھاکرے کی تنظیم شیو سینا اور بجرنگ دل جیسی متعصب اور اسلام دشمن تحریکیں اور جتھے شامل ہیں جو شدھی سنگھٹن کی تحریکوں کی طرح ہندوستان سے

دیباچہ

پہلے مجھے دیکھئے

سوامی ① دیانند جی نے ایک کتاب "ستیارتھ پرکاش" ناگری میں لکھی تھی جس میں تمام مذاہب ② مروجہ کا کھنڈن (رد) اور اپنے معمولی مسائل کا بیان کیا تھا۔ کتاب مذکور کے چودہ حصص (باب) باب ہائے ہیں۔ ان میں سے چودھویں باب میں قرآن شریف پر معترض ہوئے ہیں۔ جب تک کتاب مذکور ناگری میں تھی بوجہ نہ ہونے عام ملکی زبان کے چنداں شہرت نہ تھی۔ ہم نے اس کو ناگری میں بھی مطالعہ کیا تھا۔ جب ہی سے ہمارا خیال تھا کہ جس قدر قرآن سے اس کا حصہ متعلق ہے اس کا جواب اردو میں دیا جائے۔ اس وقت اس کا جواب دینے میں یہ دقت تھی کہ ناگری کا ترجمہ بھی ہمیں ہی کرنا پڑے گا۔ اللہ کی شان! یہ کام چونکہ اللہ کو ہم سے کرانا منظور تھا۔ اس کا سبب بھی اللہ نے آریوں ہی کو بنایا۔ کہ انہوں نے کتاب مذکور کا ترجمہ ملک کی عام زبان (اردو) میں کر کے ہزارہا جلدیں شائع کیں۔ پھر تو کیا تھا۔ ایک تو ہمارا ذاتی خیال، دوم دوستوں نے بھی جو اس عاجز کو محض اپنی حسن ظنی سے اس خدمت کے قابل سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کا تقاضہ شروع کیا۔

---

① سوامی ہندی عزت کا لفظ ہے۔ [illegible]

② ہندوؤں نے اپنے مضمون کے متعلق اس کتاب کے [illegible] جواب ستیارتھ پرکاش [illegible]

چنانچہ بسم اللہ کر کے خاکسار نے اس کام کو شروع کر دیا اور اللہ نے پورا فرما دیا۔ فالحمد للہ

اس بات کا اظہار کچھ ضروری نہیں کہ سوامی جی کے سوالات عموماً غلط فہمی پر مبنی ہیں اس لئے کہ حق کو قبول کرنے سے ہمیشہ غلط فہمی ہی مانع ہوا کرتی ہے۔ ورنہ حق کی سمجھ کما حقہ بخوبی آ جائے تو پھر کسی راستی پسند کے دل سے مخالفت نہیں اٹھا کرتی۔ ہاں اس بات کا افسوس ہمیں ضرور ہے کہ اس جواب سے پہلے سوامی جی کی تیز زبانی اور نافہمی کی نسبت ہندوؤں کی شکایتیں سن کر ہم ان کو مذہبی تعصب اور ناحق کی عداوت پر مبنی اور مبالغہ آمیز سمجھا کرتے تھے۔ مگر جب ہم پر گذری تو ہمیں بڑا بھاری صدمہ ہوا کہ ہماری یہ قدیمی رائے غلط ثابت ہوئی۔ جس سے آئندہ کو ہم ہندوؤں کی شکایت کو واجبی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

سوامی جی نے قرآن شریف کا اردو ترجمہ ناگری میں کر کے لکھا سوچے سمجھے۔ آگے پیچھے دیکھنے کے بغیر جو کچھ دل میں آیا لکھ مارا۔ گو انہوں نے ترجمہ کا نام نہیں بتلایا مگر قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ترجمہ پر سوامی جی نے مدار رکھا ہے وہ شاہ رفیع الدین صاحب کا لفظی ترجمہ ہے جو بوجہ مغایرت محاورہ اردو اور عربی کے واضح مطلب خیز نہیں۔ علاوہ اس کے سوامی جی اس میں اپنی ایجاد سے بھی باز نہیں رہے۔ چنانچہ ناظرین موقع بموقع دیکھیں گے۔

سوامی جی نے سوالوں پر نمبر بھی لگائے ہوئے ہیں۔ کل نمبر ۱۵۹ ہیں۔ مگر ہم ان کی خاطر ان کی وکالت میں ایک نمبر اور زیادہ کر کے پورے ۱۶۰ کر دیں گے۔ اگر ہمارے ساتھی دوست کہتے تو ایسے نمبروں کی تعداد ہم ہزاروں تک ان کو پہنچا دیتے۔ کاش سوامی جی بجائے نمبر ۱۵۹ کے صرف ۵۹ بلکہ ان میں سے بھی ۹ کے اعداد کو اڑا کر صرف ۵ سوال ہی ایسے کرتے جن کو وہ واقعی (طرح دار) معقول سوال کا لقب دے سکتے۔ خیر بہرحال جو کچھ سوامی جی سے ہوا وہ یہی ۱۵۹ یا ہماری وکالت کی مدد سے ۱۶۰ نمبر ہیں جن کو ہم بعینہ حرف بحرف انہی کی عبارت میں پورے پورے نقل کر کے جواب دیں گے۔

سوامی جی نے جیسا کہ ناظرین دیکھیں گے۔ یہ طرز رکھی ہے کہ پہلے قرآن شریف کا لفظی ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ پھر اپنا نام **محقق** لکھ کر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس لئے بغرض مناسبت **محقق** کے مقابلہ میں جواب کے سرے پر **مدقق** لکھ کر جواب شروع ہوگا۔

چونکہ سوامی جی کے اکثر سوال ایسے بھی ہیں جو **ویدک دھرم یا آریہ سماج** کے مسلمہ مذہب کے بھی خلاف ہیں۔ اس لئے عموماً ہم نے ان کی تحریر اور ان کے مسلمات سے جواب دیکر بعد میں تحقیقی جواب بھی دیئے ہیں۔

واضح رہے کہ ہمارے حوالوں میں ستیارتھ پرکاش سے مراد مستند اردو ترجمہ منجانب پرتی ندھی سبھا پنجاب ہے۔ چونکہ یہ ترجمہ متعدد دفعہ چھپا ہے اور آریوں نے کسی خاص فائدے کیلئے طبع اول کے صفحات کی مطابقت نہیں رکھی۔ اس لئے ناظرین کی آسانی کیلئے حوالوں میں نمبر بھی لکھیں گے۔ اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا سے مراد ترجمہ بابو نہال سنگھ آریہ ساکن کرنال ہے۔ پس جس صاحب کو ہمارے حوالوں یا وید کے ترجموں میں شبہ ہو وہ براہ راست ہم سے بذریعہ اول کارڈ کے دریافت کریں۔ ہم ان کو سوامی جی کی تصنیف ہی سے وہ حوالے دکھا دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

نیز واضح رہے کہ ہم نے اس جواب میں کسی سماجی مصنف کو مخاطب نہیں کیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جس قدر اسلام سے دوری ہوئی ہے وہ صرف سوامی کی غلط فہمی سے ہوئی ہے۔ اس لئے ان کے چیلے بحکم "آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم" وہی کہیں تو ان کا قصور نہیں۔

طبع اول میں یہ کتاب "الہامی کتاب" کے ساتھ اس مناسبت سے نکالی گئی تھی کہ اس میں آریوں سے مباحثہ تھا۔ مگر طبع ثانی سے دوستوں کی خواہش کے مطابق اس کو الگ کر دیا گیا اور اس کا نام بھی مناسبت کے لحاظ سے **حق پرکاش** بجواب ستیارتھ پرکاش تجویز ہوا۔

طبع اول پر آریوں میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہوا۔ جواب الجواب کا اشتہار

بھی نکلا بلکہ رسالہ آریہ مسافر میں کسی قدر جواب بھی نکلا۔ لیکن آخر وہی مثل صادق ہوئی۔ ؎

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے — تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

ہم منتظر تھے کہ پورا جواب الجواب نکلے تو طبع ثانی میں اس کی طرف بھی روئے سخن ہوتا جائے۔ مگر افسوس چند نمبروں میں جو ابھی مبادی میں تھے کہ مجیب صاحب الوپ (Elope) (غائب) ہو گئے۔ (یعنی فرار ہو گئے)۔

6 ستمبر ۱۹۰۲ء ۱۱ اپریل ۱۹۰۳ء پھر جواب الجواب کی مہک نہ آئی۔ بلکہ بوقت طبع خامس (جولائی ۱۹۲۳ء) تک بھی ان کی آواز نہ آئی۔

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی — حیف صد حیف ملاقات نہ ہونے پائی

جس قدر مضمون رسالہ آریہ مسافر میں نکلا تھا اس کا جواب انہی دنوں میں رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ میں فوراً نکل گیا تھا۔ تاہم بعض باتوں کا جواب جو خاکسار سے بالخصوص تعلق رکھتی ہیں موقع بموقع عرض کیا جائے گا۔ جواب الجواب کی عبارت سے پہلے مؤید کا لفظ ہوگا۔ جیسے کہ سوامی جی کی عبارت کے سرے پر محقق کا لفظ رہے گا۔
مؤید صاحب نے جواب کے دیباچہ میں مجھ پر الزام لگایا ہے کہ ستیارتھ پرکاش تصنیف ہوئے ۲۶ برس بعد تمہیں جواب سوجھا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ ۲۶ سال اگر گزرے ہیں تو ناگری ہی میں گزرے ہیں۔ لیکن جب ملک کی عام زبان اردو میں آپ لوگوں نے اس کا جلوہ دکھایا تو جواب کی ضرورت بھی محسوس ہوئی پھر فوراً قرض ادا کیا گیا۔ علاوہ اس کے یہ الزام تو سوامی جی پر بھی ہے کہ قرآن کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گزرے اور اب سوامی سے بعد مشکل یہ بن پڑا جو آگے آتا ہے۔ اگر کہیں کہ سوامی جی تو پیدا ہی اب ہوئے ہیں۔ وہ تیرہ سو سال پہلے کیونکر قرآن پر اعتراض کرتے تو گزارش یہ ہے کہ یہ خاکسار بھی تو سوامی جی کے زمانہ کے بعد ہی بالغ اور تحصیل علم سے فارغ ہوا۔ اگر خاکسار کو ان سے نیاز حاصل ہوتا تو غالباً ان کو ستیارتھ پرکاش لکھتے ہوئے چودھویں سماس لکھنے کی حاجت نہ ہوتی۔

مسلمانوں کے وجود اور ان کے مذہبی آثار کو مٹانے کے درپے ہیں۔ ان حالات میں ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کی اس کتاب کی اشاعت ہندو ذہن' آریہ سماجی رجحانات اور ہندو مذہب کی مختلف شکلوں کو ان کے لٹریچر کے آئینے میں دیکھنے اور سمجھنے کی سہولت پیدا کرے گی۔

حق پرکاش سے جہاں شیخ الاسلام امرتسریؒ کے وسعت مطالعہ اور اعماق نظر کا اندازہ ہوتا ہے' جہاں تقابل ادیان و مذاہب کی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ جہاں ان کے استحضار علمی کا مظاہرہ ہوتا ہے' وہاں ان کے اسلوب تحقیق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اردو ادبیات میں دینی اور علمی اسلوب کی ساخت اور تشکیل میں مولانا ممدوح کے قلم سے نکلی ہوئی سینکڑوں نگارشات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ یوں مذہبی تحریروں کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے مگر تقابل ادیان کے موضوع پر ایک خاص نوعیت کے تحقیقی اسلوب کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے ممدوح مصنف اس اسلوب کی ضرورتوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس کتاب میں متعدد کتابوں کے حوالے اور اسناد جس انداز میں فراہم کی گئی ہیں' اس سے دینی ادب میں اصول تحقیق کی اہمیت و عظمت کا احساس ہوتا ہے۔

حق پرکاش کی اس صدی اشاعت کا اردو خواں مسلم دنیا میں ان شاء اللہ خیر مقدم کیا جائے گا۔ ہندوؤں کے ساتھ ہماری جاری کشمکش میں یہ کتاب فکر و رہنمائی کا کردار سرانجام دے گی۔ نعمانی کتب خانہ کی یہ طباعت پیش کش اہل علم میں ان شاء اللہ پذیرائی حاصل کرے گی۔ میں اس ادارے کو شیخ الاسلام ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری کی اس کمیاب بلکہ نایاب کتاب کی اشاعت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

یکم جون ۲۰۰۱ء

پروفیسر عبد الجبار شاکر
ڈائریکٹر بیت الحکمت
۱۰۹ حبیب پارک' ملتان روڈ' لاہور۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

جواب ہذا حق پرکاش کی صورت میں شائع ہونے کے بعد سوامی درشنانند[1] آنجہانی کو جواب کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے ماہوار رسالہ "مباحثہ" کے ایک دو نمبروں میں جواب دینا شروع کیا۔ اسے دیکھ کر ہم مدت تک منتظر رہے کہ سوامی جی ختم کریں تو اس جواب الجواب کا فیصلہ بھی طبع ثالث میں کر دیں۔ مگر افسوس کہ سوامی درشنانند بھی ایک دو قدم چل کر ایسے گرے کہ دنیا سے کوچ کرنے تک ادھر رخ نہ کیا۔

ناظرین! آریوں کے مشن میں جس قدر مذہبی تصنیفات ہوتی ہیں اظہار کی حاجت نہیں۔ مگر حق پرکاش کے جواب پر حوصلہ نہ ہونا کیا وجہ رکھتا ہے؟ یہی ان کا علم بھی اسی بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ سوامی دیانند جی کے اعتراضات پشیمانی سے مضبوط نہیں ہو سکتے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　　تا ثریا مے رود دیوار کج

خاکسار

مصنف

طبع اول......امرتسر (ائد از آ) ۱۹۰۰ء

طبع پنجم......جولائی ۱۹۲۳ء

طبع ششم......مئی ۲۰۰۰ء

---

[1] آنجہانی بزرگ ہم سے پہلے کے ہو چکے ہیں۔ آریوں میں بڑی خوبی کے آدمی تھے۔ ... طبع اور مجموعہ کے مباحثہ میں یہی صاحب ہمارے مقابلہ میں تھے۔ ادب شستہ گوئی۔ دل آزاری جو سماج سے آریوں کی عادت ہے۔ ان میں نہ تھی۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

حق پرکاش

بجواب

ستیارتھ پرکاش

(۱) سورۃ فاتحہ: شروع ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے (آیت اول)

محقق: مسلمان لوگ ایسا کہتے ہیں کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوتا تو "شروع ساتھ نام اللہ کے" ایسا نہ کہتا بلکہ "شروع واسطے ہدایت انسانوں کے۔" ایسا کہتا۔ اگر انسانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم کہو تو بھی درست نہیں کیونکہ اس سے گناہ کا شروع بھی خدا کے نام سے ہونا صادق آئے گا اور اس کا نام بھی بدنام ہو جائے گا۔ اگر وہ بخشش اور رحم کرنے والا ہے تو اس نے اپنی مخلوق میں انسانوں کے آرام کے واسطے دوسرے جانداروں کو مار سخت ایذا دلا اور ذبح کرا کر گوشت کھانے کی (انسان کو) اجازت کیوں دی؟ کیا وہ ذی روح بے گناہ اور اللہ کے بنائے ہوئے نہیں ہیں اور یہ بھی کہنا تھا کہ "خدا کے نام پر عمدہ باتوں کا شروع خراب باتوں کا نہیں۔" یہ الفاظ مبہم ہیں۔ کیا چوری، زناکاری، دروغ گوئی اور حرم کا آغاز بھی

خدا کے نام پر کیا جائے؟ اس وجہ سے دیکھو کہ قصاب وغیرہ مسلمان گائے وغیرہ کی گردن کاٹتے ہیں بھی۔ "بسم اللہ" اس کلام کو پڑھتے۔ جب یہی اس کا مذکورہ بالا مطلب ہے' تب ہی تو برائیوں کا آغاز بھی مسلمان خدا کے نام پر کرتے ہیں اور مسلمانوں کا خدا رحیم بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا رحم ان حیوانات کے لئے نہیں ہے اور اگر مسلمان لوگ اس کا مطلب نہیں جانتے تو اس کلام کا نازل ہونا۔ بے فائدہ ہے۔ اگر مسلمان اس کے معنی اور کرتے ہیں تو پھر اصل مطلب کیا ہے:

(ا) مدقق : سوامی جی اگر رگوید منتر اول کا ملاحظہ کر لیتے تو یہ بیجا اعتراض منہ پر نہ لاتے۔

ساجیو! غور سے سنو!

ہم لوگ اس اگنی کی تعریف کرتے ہیں جو کہ ہمارا پروہت کرنے والا یگیوں کا ہون کرنے والا۔ روشن موسموں کی تبدیلی کرنے والا۔ جملہ جواہرات کا پیدا کرنے والا "رگوید منتر ا" (ستیارتھ پرکاش آریہ)۔

بتلاؤ! اگر اگنی سے (بقول آپ لوگوں کے) خدا مراد ہے اور وید بھی خدا کا کلام ہے تو اس کلام کا قائل کون ہے؟ اس کے علاوہ یجروید ادھیائے اکیس منتر ۱۸ اور رگوید اشٹک ۶ ادھیائے ا۔ ورگ ۶ منتر نمبر ۵ اور یجروید ادھیائے ۳۲ منتر نمبر ۱۳۔ اور یجروید ادھیائے ۲۰ منتر نمبر ۵۰' اور اتھروید کانڈ ۶' انوواک ۱۰ ورگ ۶۸' منتر نمبر ۱۔ اور یجروید ادھیائے ۱۵ منتر نمبر ۵۳ وغیرہ کو بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ خیر یہ تو الزامی جواب ہے۔ اب تحقیقی سنئے!

الہامی کتابوں کا محاورہ اور طریق کلام کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی تو خدا خود متکلم کے صیغہ سے ارادہ مطلب فرماتا ہے اور کبھی غائب سے۔ اور کبھی کوئی ایسا مطلب جو بطور دعاء یا التماس کے بندوں کو سکھانا منظور ہو اس کو بندوں کی زبان پر بصیغہ متکلم جاری کرایا جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی اخیر قسم سے ہے۔ جس پر سوامی جی نے بوجہ ناواقفی کتب ربانی کے اعتراض جمادیا۔

ہاں! یہ خوب کہی کہ گناہ کا شروع بھی خدا کے نام سے ہوگا۔ جس کا جواب یہ کہ

کافی ہے۔ "سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست" نہیں معلوم آپ کو اتنی جلدی کیا تھی کہ قرآن شریف اور دیگر الہامی کتابوں کا رد کرنے بیٹھ گئے۔ بلا سے کسی عربی مدرسہ میں رہ کر قرآن کو سمجھ لیتے مگر واہ ری سچائی کہ اپنا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ سوامی جی فقرہ نمبر ۲۷ میں فرماتے ہیں:

"جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹا مذہب اور کون ہو سکتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ نمبر ۲۷)

پس سوامی جی مہاراج اور ان کے چیلوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن شریف کے ماننے والے کروڑہا آدمی ہیں پھر جو تم اس کی تعلیم کو جھوٹا اور غلط کہو تو تم سے زیادہ ----- کون ہے؟

سماجیو! منہ نہ چھپاؤ۔ ہوا کیا۔ اگر شاگرد بننے کا اقرار کرو تو ہم تم کو ایک جواب سکھاتے ہیں:

سنو! صاف کہہ دو کہ سوامی جی کوئی الہامی نہ تھے کہ ان کی ساری باتیں واجب التسلیم ہوں۔ بلکہ وہ سماج کے ایک ممبر تھے جن سے غلطی بھی ممکن تھی۔ اس قول میں بھی وہ غلط چال چلے کہ کثرت رائے کو مستلزم حقیقت سمجھا۔ پس اگر تم یہ کہہ دو گے تو تم بری ہو جاؤ گے۔ لیکن چونکہ ہم اس وقت سوامی جی کے مقابل ہیں۔ ان کے جواب دینے کو ان کے اقوال کا نقل کرنا کافی ہوگا۔

مطلب آیت کا صاف ہے کہ ہم خدا کی تعریف کو جو آئندہ کلام میں آتی ہے خدا کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی کام بھی نیک یا جائز ہو اور خدا کے نام سے شروع کیا جاوے تو موجب برکت ہے۔ حرام کام کو بسم اللہ سے شروع کرنا یا حرام چیز کو بسم اللہ کر کے کھانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ہاں ذبح حیوانات کی طرف بھی اس موقع پر اشارہ کیا ہے۔

سوامی جی! واقعی یہ بڑے رحم کی بات ہے کہ بے زبان جانوروں کو ذبح کر کے ان کے ایام قید پورے کرائے جائیں جس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک تو وہ روحیں جو (بقول آپ کے) برے اعمال سے ان حیوانی قالبوں کی قید میں آکر پھنس رہی ہیں (دیکھو

ایڈیشن مجری صفحہ ۶۰) قید سے رہائی پائیں۔ دوم تلاتے ہیں! اگر وہ انسانوں کی طرح بیمار ہو کر اپنی موت سے مریں تو کتنی تکلیفوں سے ان کی روح قبض ہو۔ سوامی جی کا ہمیں کہیں درشن ہو جائے تو ہم ان سے پوچھیں کہ موت کی سختی کیسی کٹھن امر ہے۔ بس اس سختی کے مقابلہ میں ذبح کی سختی کوئی چیز نہیں۔ انسان کو بیماری اور قبض روح سے جو سختی ہوتی ہے۔ سوامی جی اس کا اندازہ لگاتے تو یہ اعتراض بھی منہ پر نہ لاتے بلکہ سماج کا اول اصول یہی قرار دیتے کہ صبح اٹھ کر ہر ایک سماجی کا فرض ہے کہ بندوق لے کر دس پانچ چڑیوں کو نہیں تو مکھیوں ہی کو مار اکرے۔ حالانکہ انسان اپنی تکالیف کا اظہار بخوبی کر سکتا ہے اور طبیبوں کے مشورے سے ان کی تکالیف میں بسا اوقات کمی بھی ممکن ہے۔ مگر بیچارے بے زبان حیوانات کیا کہیں اور کس کو کہیں؟

کون سنتا ہے فغان درویش   قہر درویش بجان درویش

ہاں کوئی صاحب یہ سوال کرے کہ اسی طرح انسان کو بھی ذبح کر کے موت کی سختی سے بچالینا چاہئے تو ہم کہیں گے۔ "نہیں" اس لئے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسی لئے ہر زمانہ میں ہر حکومت انسان کو قتل کرنے پر سزا دیتی ہے۔ علاوہ اس کے انسان کے رشتہ دار اور دوست بھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس کے مرتے دم تک ان کو اس کی امید زیست ہوتی جس سے ان کی بہت کچھ امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ پس ان وجوہ سے انسان کو مارنے میں فساد کا اندیشہ ہے۔ اس لئے نہ کسی حاکم وقت نے نہ کسی شریعت نے اس کی اجازت دی۔ ہاں حیوانات کے ذبح میں چونکہ کوئی فساد نہیں۔ اس لئے عموماً مذاہب معتبرہ میں ذبح حیوانات کی اجازت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہندو دھرم شاستر منو سمرتی وغیرہ میں بھی۔

سوامی جی! نظام عالم سے بڑھ کر کوئی عمدہ دلیل نہیں۔ نظام عالم ہمیں سبق دے رہا ہے کہ دنیا میں خدا نے اپنی مخلوق کو دو ہی قسم پر پیدا کیا ہے۔ مستعمل (برتنے والی) اور مستعمل (قابل استعمال) کچھ شک نہیں کہ انسان سب چیزوں کا مستعمل ہے اور سب چیزیں اس کی مستعمل ہیں۔ سوامی جی کیا یہ ایشور کا رحم نہیں! کہ اس نے ہماری سواری کیلئے ہاتھی' اونٹ' گھوڑا وغیرہ اور ہل چلانے کو بیل' بھینسے وغیرہ پیدا کئے۔ کیا اس سے

زیادہ بھی کوئی شخص رحم کرکے ترس کھا کر اپنی سواری پر دس کوس چل کر دو کوس کیلئے اس کو بھی اپنے اوپر اٹھانا چاہے تو تمام ودوان اور مورکھ لوگ اس کو احمق نہ کہیں گے۔ حالانکہ آپ کی سمجھ کے مطابق یہ کیا رحم ہے کہ ایک ذی روح دوسری ذی روح چیز کو ناحق اختیار دیا ہے کہ تمام دن رات اس پر سواری کرے۔ آپ ایک قدم بھر نہ چلے اور وہ بیچارا اس کو اٹھائے پھرے اور سوار رحم نہ کھائے۔

سماجیو! تمام عالم سے سبق حاصل کرو۔ جو سب گروؤں کا گرو ہے مصنوعی گروؤں سے غلطی ممکن ہے۔ اس میں ذرہ بھر غلطی نہ پاؤ گے۔

علاوہ اس کے اگر ہم ان حیوانوں کو ذبح نہ کریں تو کیا کریں۔ رکھنے سے ہم کو فائدہ کیا۔ بعض حیوان تو دودھ وغیرہ بھی دیں۔ مگر بعض ایسے ہیں کہ دودھ بھی نہیں دیتے اور دودھ دینے والے بھی ایک عمر کو پہنچ کر نہیں دیتے۔ حالانکہ ہم ان کو کھانا دیں۔ حفاظت بھی کریں۔ مثلاً مرغ' مرغی' وغیرہ ہر قسم۔ اگر ان کے انڈے کھائیں۔ تو آپ اس کی بھی اجازت نہیں دیتے اور اگر انڈوں کے بچے نکلوائیں تو پھر کیا ہی پرمان دیں گے۔ پس یا تو سوامی جی ایسے جانوروں کے کھانے کی اجازت دیں۔ جن سے بنی آدم کو کچھ فائدہ نہ ہو یا کوشش کرکے ان سے کوئی فائدہ دلوائیں۔ مگر یاد رہے کہ قدرت کا مقابلہ کرکے فائدہ تو دلوا نہیں سکتے۔ ہاں اگر دلی زبان سے خورد و نوش کی اجازت دیں تو وہی سوال وارد ہوگا کہ کیا وہ ذی روح اور بے گناہ اور خدا کے بنائے ہوئے نہیں؟ اور اگر یہ بھی نہ کریں اور حیوانوں کو انسانوں کے برابر حقوق دلانا چاہیں۔ تو مہربانی کرکے پہلے دوسری قسم کے حقوق میں مساوات کرائیں۔ پھر اس کا نام لیں۔

ہمارے پاس وید منتروں کے حوالے بھی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں ہون میں گائے گھوڑے وغیرہ ذبح کئے جاتے تھے۔ مگر چونکہ وہ ترجمہ سوامی جی کا کیا ہوا نہیں بلکہ یورپین عالموں کا کیا ہوا ہے۔ خطرہ ہے کہ ہمارے سماجی دوست جو سوامی جی کے معتقد ہیں اس ترجمہ سے منکر ہو جائیں۔ اس لئے بجائے ان منتروں کے سوامی جی کے کلام کا حوالہ دینا ہی بہتر ہے۔ آپ اسی کتاب کے چودھویں سمولاس میں فرماتے ہیں کہ جو

مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں۔ جھوٹا بتلا دے

اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۷۔

پس سماجیو! جلاو گوشت خوروں کی تعداد گن سکتے ہو؟ گنتے ہوئے پہلے اپنی ماس ● پارٹی سے شروع کرنا۔

موید : مولوی صاحب! آپ نے سوامی جی کے اعتراض کو کیا سمجھا جس کا جواب دیا۔ سوامی جی نے جو اعتراض کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ قرآن چونکہ بقول محمدیاں "کلام ربانی ہونے سے ازلی و ابدی ہے۔ لہٰذا اس کا شروع نہیں ہو سکتا۔ پھر شروع کرنے کا کلمہ بے معنی ہے۔

2. خدا کا یہ کلام خدا کے نام پر شروع کرنا اور بھی حیرت انگیز ہے۔ کیونکہ اس کی ضرورت خدا کو نہیں۔ بلکہ انسان کو ہے اور انسان کے لئے خدا کا کلام بطور ہدایت نامہ کے ہوتا ہے۔ پس ہدایت واسطے انسانوں کے ہونا چاہئے تھا۔

3. مولوی صاحب آپ نے شاید یہ سمجھا کہ سوامی جی نے اس کے ضمیر متکلم ہونے نہ ہونے پر اعتراض کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ان کا یہ اعتراض تھا کہ اللہ کو یہ کلام اپنے نام سے شروع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ کے نام سے تو انسان شروع کیا کرتے ہیں۔ (آریہ مسافر۔ مارچ ۱۹۰۳)

مدقق : قربان اپنے علم پر کیا ہی سچ ہے۔ ہیراں نمے پرند مریداں بجے پرانند۔ پورا مطلب تو اس عبارت کا موید ہی نے سمجھا ہو گا۔ ہم نے تو بعض آریوں کو بھی یہ عبارت دکھائی۔ مگر وہ بھی کانوں پر ہاتھ رکھ گئے۔ بہرحال کچھ ہی ہو۔ سوامی جی کے اصل سوال پر کسی شرح یا حاشیہ چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ خود ہی لکھتے ہیں۔

"کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوتا تو شروع ساتھ نام اللہ کے نہ کہتا بلکہ شروع واسطے ہدایت انسانوں کے۔ ایسا کہتا۔"

● آریوں میں دو پارٹیاں ہیں۔ ایک گوشت کھاتے ہیں۔ ان کو ماس پارٹی کہتے ہیں۔ ایک نہیں کھاتے ان کو گھاس پارٹی کہتے ہیں۔ ان کی آپس کی چپقلش اخبار آریہ گزٹ اور پرکاش سے خوب واضح ہو سکتی ہے۔

دیکھئے سوامی جی کو شروع کے لفظ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اگر شروع کے لفظ پر کوئی اعتراض ہوتا تو اپنی اصلاح میں شروع کا لفظ کیوں لاتے۔ جس سے یہ صاف سمجھا جاتا ہے کہ آپ کی تائید کا نمبر اول یعنی ازلی ہونے کی وجہ سے شروع نہ ہونا بالکل بے سمجھی کی تائید ہے۔

مؤید صاحب کی تائید کا نمبر سوم بھی حیرت سے خالی نہیں۔ اس کا مطلب بھی وہ خود بھی سمجھے ہوں گے۔ بہرحال کچھ ہی ہو۔ مطلب وہی ہے جو ہم بتلا آئے ہیں کہ بندوں کی ہدایت کے لئے ایسا کہا گیا۔ ہاں سوامی کا یہ اعتراض کہ گناہ کا شروع بھی اللہ کے نام سے لازم آوے گا۔ اس کا جواب بھی ہو چکا۔ کہ یہاں سب کاموں کا شروع مراد نہیں۔ بلکہ اسی کام کا۔ جو بسم اللہ کے آگے ہے یعنی الحمد للہ یا کوئی اور اسی قسم کا نیک کام۔

مؤید صاحب نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ پارسیوں کے کلام سے لیا گیا ہے۔ یعنی بنام بخشائندہ دادگر۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کو اعتراض کرنے کی رال کیوں ایسی ٹپکا کرتی ہے کہ دوسرے کے کلام کے معنی سمجھنے سے پہلے ہی متعدد اعتراض جما دیتے ہیں۔ حالانکہ سوامی جی دیباچہ ستیارتھ میں بڑی تاکید سے لکھتے ہیں "کہ ہر کلام کا مطلب متکلم کے منشاء پر ہونا چاہئے۔" اگر یہ بات تسلیم بھی کی جائے کہ بسم اللہ پارسیوں کے کلام کا ترجمہ ہے تو مسلمانوں کے مذہب کے مطابق اس کے الہامی ہونے پر کیا اعتراض "ہمارا تو یہ مذہب نہیں کہ الہامی کلام وہ ہوتا ہے۔ جس سے پہلے نہ تو وہ اور نہ اس کا ترجمہ دنیا میں کہیں ہو۔ نہ ہوا ہو دیکھو قرآن مجید صاف لفظوں میں کتب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے اور کھلے لفظوں میں کہتا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ

ترجمہ: تم مسلمانوں کو اور تم سے پہلے کتاب والوں کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ خدا کا خوف دل میں رکھو۔

چونکہ آریوں کی غلطی کا بنیادی پتھر یہی تو سمجھی ہے کہ الہامی کلام کا غیر مسبوق ہونا ان کے نزدیک شرط ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ الہام وہی ہے جو شروع دنیا میں۔ اس سے بعد

کوئی الہام نہیں اس لئے توریت ' انجیل ' اور قرآن وغیرہ کو الہامی نہیں مانتے۔ پس ہم چاہتے ہیں کہ ان کی اس غلطی کی اصلاح اسی جگہ کردیں۔

گو یہ دعوے ان کا وید ❶ کے الہام پر بھی مشکلات پیدا کرتا ہے کیونکہ وید میں بھی لکھا ہے جس طرح زمانہ قدیم کے صاحب علم و معرفت۔ راستی شعار تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر گزر چکے ہیں۔ مجھ قادر مطلق ایشور کے حکم کی تعمیل کرتے رہے ہیں۔ تم بھی اسی دھرم کے پابند رہو۔ تاکہ وید میں بتائے ہوئے دھرم کا تم کو بلاشک وشبہ علم ہو جائے۔"

(رگوید اشٹک ۸' ادھیاء ۸' ورگ ۴۹ منتر ۲) مندرجہ بھومکا صفحہ ۹۳

اس عبارت سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وید کسی ایسے زمانہ میں بنا ہے کہ اس زمانہ میں دنیا کی آبادی اس کثرت سے ہو چکی تھی کہ اس وقت کے موجودہ لوگوں کو بزرگوں کے حال سے سبق دینے کی مضمین کو یا یوں کہئے کہ وید کے مصنفوں یا ملہموں کو حاجت پڑتی تھی۔ اور وہ انکی نظیر لوگوں کو بتاتے تھے۔ اگر کہیں کہ دنیا کا سلسلہ چونکہ ہمارے (آریوں کے) نزدیک قدیم سے ہے تو اس دنیا کے شروع ہی میں اس وقت کے موجودہ لوگوں کو پہلے لوگوں کی جو پہلی دنیا میں ہو چکے تھے چال اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کلام جیسا کہ وید کا مذکورہ بالا حکم ہے اس موقعہ پر بولا جایا کرتا ہے۔ جہاں مخاطبوں کو پہلے بزرگوں کا علم اور واقفی ہو۔ حالانکہ اس دنیا کے پیدا شدہ لوگوں کو پہلے بزرگوں کی کوئی خبر نہیں تھی کسی کو اگر ہو تو بتلائے۔

علاوہ اس کے بڑی مشکل یہ ہے کہ آریوں کے مذہب میں وید خدا کے گیان (علم) کا نام ہے۔ تو جب سے خدا ہے تب سے وید ہے گو وید کے الفاظ موجودہ دنیا کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں مگر اس کے معانی خدا کے علم میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ منتر جو ہم نے نقل کیا ہے۔ اس دنیا سے پہلی دنیا میں بھی ہو گا۔ بلکہ جب سے خدا ہے تب سے ہو گا۔ حالانکہ خدا سے پہلے کوئی زمانہ نہیں۔ جس میں وہ بزرگ گزر چکے ہیں۔ جن کی چال اختیار کرنیکا ان موجودہ لوگوں یا ہم کو حکم ہوتا ہے۔ ❷

---

❶ اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ حدوث وید میں ملتی ہے۔
❷ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ حدوث وید میں ہے۔

مگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا مذہب یہ نہیں کہ الہام دنیا کے شروع ہی میں ہوگا تو صحیح ورنہ غلط۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ خدا کی طرف سے ایک مضمون کا بغیر کسب کے دل میں ڈالا جانا الہام ہے۔ کسی مصنف کے دل میں کسی مضمون کا آ جانا بھی گو ایک معنی سے الہام ہے مگر یہاں پر جس الہام سے بحث ہے۔ وہ یہ نہیں۔ بلکہ وہ مراد ہے جو کسی مشق یا فکر کا نتیجہ نہ ہو بلکہ محض القاء الٰہی سے ہو خواہ وہ مضمون اس الہام سے پہلے تمام لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ خواہ دنیا کے شروع میں ہو یا وسط میں یا اخیر میں ہو۔ کیونکہ اس بات سے کوئی دلیل مانع نہیں کہ ایک کتاب یا ایک مضمون جو پہلے کسی نبی کو الہام ہوا تھا۔ اس کے بعد بھی کسی نبی کو الہام ہو جائے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ کسی شخص کو امتحان پاس ہونے کی خبر کسی ذریعہ سے بغیر سرکاری گزٹ کے پہنچ گئی مگر اس سے بعد اسے سرکاری گزٹ میں بھی اطلاع آ گئی۔ ٹھیک اسی طرح انبیاء کو کسی سابق نبی کے الہام کے ذریعہ سے کوئی بات معلوم ہو جایا کرتی ہے۔ تاہم نئے سرے سے بھی وہی مضمون الہام ہو کر موجب مزید یقین ہو جائے۔

ٹھیک یہی تمام کتب سابقہ اور قرآن مجید کی مثال ہے۔ مسلمانوں میں جو یہ مشہور ہے کہ توریت' انجیل' قرآن سے منسوخ ہیں اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ قرآن کے ذریعہ سے مضامین حقہ پہنچ کر گویا رجسٹرڈ خط کی طرح محفوظ اور منضبط ہو چکے ہیں۔ ایسے کہ اس سے پہلے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے مضمون کے بعد ان کتابوں پر دست تصرف بہت کچھ پڑا ہوا تھا۔ مگر جو مضمون قرآنی الہام کے ذریعے پہنچا تو اس کی نسبت یہ شبہ بالکل دور ہو گیا اور یہی معنی ہیں قرآن شریف کی آیت کے ﴿ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ ﴾ یعنی قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر نگہبان بھی ہے کہ لوگوں کی دست درازیوں سے اصلی مضامین کو الگ کرتا ہے اور صاف صاف لفظوں میں کہتا ہے۔ یَا اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ الآیہ یعنی اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق کی زیادتی نہ کرو اور خدا کی نسبت سچی بات کہا کرو۔ یہ مت کہو کہ مسیح خدا کا بیٹا یا خدا ہے!

پس بسم اللہ سے پہلے۔ بسم اللہ کا ترجمہ دنیا میں موجود ہونا اس کے الہامی ہونے کے برخلاف نہیں۔ مگر جب پیغمبر علیہ السلام کو یہ مضمون خدا کی طرف سے القاء ہوا تو الہامی

ہو گیا۔

شکر ہے کہ جو وید منتر ہم نے شروع جواب میں نقل کئے تھے ان کی نسبت مؤید صاحب نے بھی چوں و چرا نہ کی اور چپکے سے خاموش ہو کر پاس سے گذر گئے بلکہ اکا سوشی نیم رضا سے اطلاع دی۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

مؤید صاحب نے گوشت خوری پر ایک اور اعتراض بھی کیا ہے کہ مفید مفید جانور تو کھا لیتے ہو اور خونخوار درندوں (شیر چیتا وغیرہ) کو حرام سمجھتے ہو۔

یہ سوال مؤید صاحب کا اس وقت مناسب تھا۔ جب وہ گوشت خوری کو جائز مان لیتے اور اسکی تفصیل پر ان کو اعتراض ہوتا۔ لیکن جس صورت میں وہ مطلق گوشت خوری کے منکر ہیں تو پھر اس تفصیل کا پیش کرنا ان کا کیا حق ہے؟ کیا اگر ہم ہر ایک قسم کے جانوروں کو کھا لیا کریں تو آریہ لوگ ہم سے متفق ہو جائیں گے ہرگز نہیں۔

چونکہ لالہ صاحب اور ان کے دیگر ہم مشربوں کے قلم سے یہ سوال ہمیشہ نکلا کرتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس کا جواب بھی دے دیا جائے گو ترش ہی کیوں نہ ہو۔

لالہ صاحب! اگر طبی اور ڈاکٹری اصول کو ملحوظ رکھتے تو کبھی یہ اعتراض نہ لاتے علم طب کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں یہ بات ملتی ہے کہ جو غذا آدمی کھاتا ہے وہ جزو بدن بن کر اپنا اثر کرتی ہے۔ اس طبی تحقیق سے بڑھ کر شرعی تحقیق ہے۔ کیونکہ طب تو صرف جسم کی محافظ ہے مگر **شریعت** جسم اور روح دونوں کی محافظ ہے۔ لیکن ان دونوں حفاظتوں میں روح کی حفاظت اس کی نظر میں مقدم ہے۔ جسم کی حفاظت کے معنی تو سب جانتے ہیں کہ ظاہری تکالیف اور آفتوں سے محفوظ رکھا جائے۔ روح کی حفاظت کے معنی یہ ہیں کہ اسے بد اخلاقیوں سے بچایا جائے۔ جو اس کے لئے دوسری زندگی میں موجب تباہی ہوں۔ پس جو چیزیں یا جانور شریعت نے حرام کئے ہیں وہ اسی اصول کے لحاظ سے کئے ہیں۔ ان درندے جانوروں کو تو آپ بھی خونخوار مانتے ہیں۔ جن کے کھانے سے واقعی آدمی پورا نہیں تو نیم خونخوار ہو جائے گا۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ چوری کے مال سے پکوڑی یا جلیبی خرید کی ہوئی کیوں حرام ہے۔ بظاہر جسمانی نقصان تو اس میں کوئی نظر نہیں آتا۔ مگر چونکہ دوسری زندگی میں اس کا نقصان ظاہر ہو گا اس لئے حرام ہے۔ پس اسی طرح

تمام محرمات شرعیہ کو سمجھئے کہ جو چیز انسان کی دوسری زندگی یا اسی زندگی میں اس کے اخلاق پر برا اثر کرتی ہو۔ اس کو شریعت نے حرام کیا۔

آپ لوگ اخلاقی اثر کی تفصیل سے واقف نہ ہوں گے۔ اخلاقی اثر کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ اس کام کے کرتے وقت آدمی کوئی نامناسب حرکت کر گزرتا ہے۔ جیسا شرابی حالت مستی میں ناجائز حرکات کیا کرتا ہے۔ ایک اخلاقی اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کام کے کرنے سے یا اس چیز کے کھانے سے آئندہ کو اس کی روح پر برا اثر پہنچتا ہے کہ نیک کاموں کی طرف اس کی طبیعت نہیں جھکتی۔ پھر اگر وہ اس کا جلدی سے علاج نہ کرے تو آہستہ آہستہ اس کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بالکل مسلول یا مدقوق کی طرح لاعلاج ہو جاتا ہے۔ پھر اسے کسی نیک کام میں توفیق نہیں ملتی۔ قرآن مجید سے اس دعوے کا ثبوت چاہو تو ہر ایک سورت اور سیپارے سے مل سکتا ہے۔ ایک ہی آیت سنو۔ **فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ** (یعنی جب وہ لوگ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا) اور اگر اپنے سوامی جی کے کلام سے سند چاہو تو سنو! سوامی جی **بودھوں** کے حق میں کیا لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

> افسوس (بودھ مت والوں) نے کس درجہ اپنی جہالت میں ترقی کی ہے جس کی نظیر ان کے سوا دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔ یقین تو یہی ہے کہ وید اور ایشور کی مخالفت کرنے کا ان کو یہی نتیجہ ملا ہے (ستیارتھ صفحہ ۵۰۱ سملاس ۱۲ نمبر ۱۷)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہو جاتا ہے پس جس درجہ میں کوئی غذا روحانی طور پر برا اثر کرنے والی ہوتی ہے۔ اسی انداز سے شریعت میں منع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ **شریعت اسلام** میں بعض چیزیں سخت حرام ہیں اور بعض کسی قدر کم جن کو مکروہ کہتے ہیں۔

درندے جانوروں کی حرمت بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ غرض یہ ایک اصول ہے کہ تمام جزئیات اسی سے متفرع ہیں۔

ہاں! اس بات کی تشخیص کرنا کہ کونسی چیز بداخلاقی اور روحانی زندگی میں برا اثر پیدا کرنے والی ہے اور کونسی چیز نہیں۔ ہر ایک کا کام نہیں بلکہ الہامیوں کا منصب ہے۔ جس سے آپ کو بھی انکار نہ ہوگا۔ کیونکہ الہام کی ضرورت تو آپ لوگ بھی مانتے ہیں بلکہ آپ

خود اپنے آپ کو اہل کتاب جانتے ہیں۔ اسی اصول سے نبوت کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ آگے چلئے!

(۲) ترجمہ : سب تعریف واسطے اللہ کے جو پروردگار عالموں کا بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ (سورہ فاتحہ۔ آیت ۲، ۳)

(۲) محقق : اگر قرآن کا خدا دنیا کا پروردگار ہوتا اور سب پر رحم اور بخشش کیا کرتا تو دوسرے مذہب والوں اور حیوانات وغیرہ کو بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرانے کا حکم نہ دیتا۔ اگر معاف کرنے والا ہے تو کیا گنہگاروں پر بھی رحم کریگا، اور اگر کریگا تو آگے ذکر آئیگا کہ "کافروں کو قتل کرو۔" یعنی جو قرآن اور پیغمبر کو نہ مانیں وہ کافر ہیں۔ ایسا کیوں کہتا؟ اس لئے قرآن خدا کا کلام ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) مدقق : اس فقرہ میں محقق جی نے جہاد کی طرف اشارہ کیا ہے اور حسب عادت شریفہ آگے بھی کئی ایک مواقع پر اشارہ کریں گے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کی تحقیق وید اور قرآن سے اسی جگہ کردی جائے اور آئندہ مواقع پر اسی جگہ کے حوالہ پر قناعت ہو۔ واضح رہے کہ وید اور وید کے علاوہ منوسمرتی وغیرہ میں جن کو سوامی جی قابل سند اور معتبر مانتے ہیں جہاد کے متعلق مختلف قسم کی ہدایتیں ہیں۔

وید کی پہلی ہدایت اسلحہ جنگ کی درستی کے متعلق ہے جو رگوید منڈل اول سوکت ۳۹ منتر ۲ میں مرقوم ہے۔

"اے فرمانبردارو! تمہارے اسلحہ آتشیں وغیرہ (از قسم توپ و تفنگ تیر کمان وغیرہ) شتر قاتلوں کو مغلوب کرنے اور ان کو روکنے کے لئے قابل تعریف اور با استحکام ہوں۔ تمہاری فوج مستوجب توصیف ہو۔ تاکہ تم ہمیشہ فتح یاب ہوتے رہو۔"

ایک مقام پر دعا یوں مرقوم ہے : میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور آور اور فاتح کل تمام کائنات کے راجہ قادر مطلق اور رب کو قوت عطا کرنے والے پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنے

والا ہو کر رہے۔

ہر جنگ میں فتح پانے کیلئے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں

(یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۵۰)

ایک جگہ : پرمیشور ارشاد فرماتا ہے۔

"اے انسانو! تمہارے آئیدھ یعنی توپ بندوق ❶ وغیرہ آتش گیر اسلحہ اور تیر و کمان تلوار وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تم مضبوط اور طاقتور اور کار نمایاں کرنے والے ہو تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر انہیں رو گردان و پسپا کرو۔ تمہاری فوج جرار و کار گزار اور نامی گرامی ہو تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو اور تمہارا حریف نابکار (ایسی خنگی آغا تلوار میان کن) شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے۔ (جیسا غازی محمود غزنوی مرحوم اور محمد غوری مغفور نے نیچا دکھایا؟)

(رگ وید اشٹک اول ادھیائے ۳ ورگ ۸ منتر ۲)

ایک جگہ : فرمان ہے۔

اے دشمنوں کے مارنیوالے اصول جنگ میں ماہر بے خوف و ہراس پر جاہ و جلال عزم والو اور جوانمرد و تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو پرمیشور کے حکم پر چلو اور بدفرجام دشمن کو بے مار (کیا اتنی کیچی؟) شکست دینے کیلئے لڑائی کا سرانجام کرو۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ تم نے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا ہے تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو۔ اپنے زور شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو تاکہ تمہارے زور بازو اور ایشور کے لطف و کرم سے ہماری فتح ہو۔"

(اتھروید کانڈ ۶۔ انوواک ورگ ۹۵ منتر ۳)

❶ توپ بندوق سوامی کے الفاظ ہیں۔ ہم ان کی صحت کے ذمہ دار نہیں (مصنف)

منوجی : کا فرمان یہ ہے:

"جب راجا پرورش کرنے والا راجا کوئی اپنے سے چھوٹا خواہ برابر خواہ بڑا جنگ کے لئے طلب کرے تو کشتریوں کے دھرم کو یاد کر کے میدان جنگ میں جانے سے ہرگز پہلو تہی نہ کرے بلکہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ ان سے جنگ کرے۔ جس سے اپنی فتح یابی ہو۔"

(۷-۱۸۷ ستیارتھ سملاس ۶ نمبر ۲۹)

ایک جگہ : حکم ہے:

"کسی وقت مناسب سمجھے تو دشمن کو چاروں طرف سے محاصرہ کر کے روک رکھے اور اس کے ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ، خوراک پانی اور ایندھن کو تلف اور خراب کر دے۔" (بے یار رحم مجسم ساجیو! دھن مہاراج) دیکھو منوجی ۷-۱۹۵ ستیارتھ پرکاش سملاس ۶ نمبر ۵۳)

ایک جگہ : فرمان ہے:

"مطلب براری کے لئے مناسب یا غیر مناسب وقت میں دشمن کے ساتھ ہو اپنا کسی دوست کا خطاوار ہو لہٰذا چنانچہ اس دو قسم کی بنا پر جنگ کرنی چاہئے۔"

(منوجی ۷-۲۳)

مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۵ سملاس ۶ نمبر ۳۶

کیا ایسے حوالجات کے بعد بھی محقق جی اور ان کے چیلے جہاد کو منہ پر لا دیں گے اور کہیں گے کہ "اگر قرآن کا خدا دنیا کا پروردگار ہوتا اور سب پر بخشش اور رحم کیا کرتا تو دوسرے مذہب والوں اور حیوانات وغیرہ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرنے کا حکم نہ دیتا۔"

ناظرین! یہ ہے سوامی جی کا انصاف اور یہ ہے آپکی ایمانداری اور پھر لیڈر قوم

اللہ رے اپنے حسن پہ یہ بے نیازیاں   بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ہمارے ان ویدک حوالجات سے جہاں جہاد کا مسئلہ حل ہو گیا، وید کی قدامت اور ابتدائے دنیا سے ہونا بھی باطل ہوا۔ ناظرین بغور دیکھیں!

---

1. مہاراج یعنی مہاراجا کیا کہنا
2. اس مسئلہ میں ہمارا ایک رسالہ مستقل ہے جس کا نام جہاد وید ہے

اب محقق جواب سنئے! قرآن میں کہیں مذکور نہیں کہ کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے مارو اور قتل کرو۔ بلکہ صاف ارشاد ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ "جو تم سے لڑیں تم ان سے لڑو اور لڑنے میں زیادتی مت کرو۔ بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔"

سوامی جی! اگر کافروں کو کفر کی وجہ سے مارنے کا حکم ہوتا تو کافروں کو رعیت بنا کر کیوں رکھا جاتا۔ یہ مسئلہ ہماری تصانیف کے متعدد مواقع میں مفصل مذکور ہے۔ آگے بھی سوامی جی کو جن جن آیات میں شبہ ہوگا۔ دور کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ناظرین! محقق جی کا انصاف دیکھئے کہ یہ آیت (الحمد للہ آخر تک) ایسی حقہ پاکیزہ تعلیم سے بھری ہوئی ہے مگر محقق جی کو بالائی بھی حلق سے نہیں اتری کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے چھوت ہے۔

موید جی! سے یہ تو نہ ہو سکا کہ ان ویدک حوالجات سے انکار کرتے یا ہمارے محقق جواب ہی کو دیکھتے۔ جھٹ سے یہ لکھ مارا کہ۔

> آپ نے جس قدر منتر پیش کئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ ہدایت نہیں کہ تم آپ مذہب پھیلانے کی خاطر اوروں سے لڑو یا ان کو قتل کرو وہاں تو سیاست مدنی کے متعلق عدل و انصاف کی بنا پر جو بے لا تمیز رنگ و قوم مذہب و ملت تمام انسانوں کیلئے یکساں عالمگیر ہدایتیں ہیں۔ جن کا کسی خاص قوم یا مذہب سے ذرا بھر تعلق نہیں۔ ہاں یہی ① مضمون قرآن میں درج ہے۔ جس پر ہمارا اعتراض ہے اور تمہاری چون وچرا کرنا خطا۔ (آریہ مسافر بابت ستمبر ۱۹۰۲ء)

موید صاحب اگر انصاف سے ہمارے محقق جوابات کو دیکھتے تو یہ کلمہ منہ پر نہ لاتے کہ قرآن میں مذہب پھیلانے کیلئے جہاد ہے اور وید میں ملک گیری اور سیاست کیلئے۔ ہم منتظر تھے کہ لالہ صاحب قرآن سے دعویٰ کا ثبوت دیں گے۔ مگر انتظار ہی انتظار رہا موید صاحب سنئے! ہم اور بھی واضح لفظوں میں بتاتے ہیں۔ کہ قرآن شریف ایمان بالجبر کو کن لفظوں میں ناپسند کرتا ہے۔ غور سے سنو!

① اس یہی کے اشارے کو ہم نہیں سمجھے کہ کدھر کو ہے؟

(اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ) "کیا تو اے رسول لوگوں کو مجبور کریگا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ یعنی ایسا کرنا کسی طرح جائز نہیں۔" علاوہ اس کے یہ بھی غلط ہے کہ وید کے منتر مذہبی لڑائی کے لئے نہیں بلکہ سیاست مدنی کے لئے ہیں۔ کیونکہ ان منتروں میں جن لوگوں کو خطاب ہے۔ یعنی جن لوگوں کی سلطنت تمام دنیا پر قائم کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ وہ کون لوگ ہیں یا تو وہ جو ویدک مذہب کے پابند ہونگے یا کوئی بھی ہوں جو اس وقت دنیا میں حاکم تھے خواہ بت پرست ہوں یا صلیب پرست۔ مسلمان ہوں یا یہودی لیکن الہامی اور مذہبی کتابوں سے یہ مطلب کوسوں دور بلکہ بعید اور ناممکن ہے کہ ایسے احکام ان لوگوں کیلئے جاری کرے جو اس کتاب کے پیرو نہ ہوں بلکہ ایسے احکام انہی لوگوں کے لئے ہوتے ہیں جو اس کتاب کے پابند ہوتے ہیں۔ پس ان معنی کو ملحوظ رکھ کر ویدک منتروں کو بغور دیکھیں کہ کیونکر ویدک دھرم کی سلطنت اور اشاعت تمام ملک میں کرنے کی ہدایت ہے۔

بھلا اگر دو ملکوں مثلاً پنجاب اور بنگال میں ویدک دھرم کے پیرو رہتے ہیں اور ان میں اگر کسی بات پر بگاڑ ہو جائے تو دونوں قومیں ان منتروں کو پڑھ پڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونگی۔ اور سوید صاحب کی شرح پیش کریں گی؟ کہ یہ منتر سیاست ملکی سے متعلق ہیں بنگالی کہیں گے کہ پنجابی ہمارے خلاف فساد پھیلانے میں کوشش کرتے ہیں اور پنجابی کہیں گے کہ بنگالی ایسا کرتے ہیں۔ جس طرح ہو سکے ہم ان کو زیر کئے بغیر نہ رہیں گے۔ کیونکہ وید مقدس میں ایشور نے ہماری ہی سلطنت کو دنیا پر قائم کیا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ ایسے موقع کے لئے نہ تو سوید صاحب اور نہ سوامی جی ان منتروں کا تعلق بتلا دینگے پھر بتلایئے یہ منتر مذہبی لڑائی سے متعلق نہ ہوئے تو کس سے ہوئے ہاں ایک بات میں قرآن شریف کا واقعی قصور ہے کہ اس نے برخلاف تمام قوموں اور سلطنتوں کے دنیا کو صلح سے رہنے کی ایک نرالی تجویز بتلائی ہے تمام قوموں اور سلطنتوں میں یہ دستور ہے کہ جب تک فریق مقابل سر تسلیم خم نہ کرے یعنی تابع فرمان نہ ہو۔ لڑائی موقوف نہیں کرتے خواہ ہم قوم ہو یا ہم مذہب۔ انگریزوں اور بوئروں' جرمنی و فرانس وغیرہ کی لڑائیاں تمثیلاً موجود ہیں اسلام اور قرآن نے یہ تجویز نہ منظور کی۔ چنانچہ ارشاد

ہے۔ وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ (اگر کافر صلح چاہیں تو تم بھی صلح پسند کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو) اس کے علاوہ دوسرا طریق بھی بتلایا جس کا ہم اس موقع پر ذکر کرنے کو ہیں۔ جس سے اکثر مخالفین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر فریق مخالف مسلمان ہو جائیں تو جنگ کا خاتمہ ہے۔ غور سے سنو! فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ (یعنی اگر کفار مسلمان ہو کر اسلامی احکام کے پابند ہو جائیں تو ان کا تعرض چھوڑ دو)۔

یہی آیت ہے جس سے بے سوچے سمجھے مخالفین کو شبہ ہوتا ہے کہ اسلامی جنگیں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے تھیں مگر حقیقت الامر اس کے خلاف ہے یہ تو قرآن شریف کا احسان عام اور ایک جدید طریق ہے صلح جوئی کا جو آج تک کسی مذہب قوم کو نصیب نہیں ہوا کہ فریق مقابل کے ہم مذہب ہونے پر جنگ کا خاتمہ کیا جائے کیا ۱۹۰۰ء کی انگریزوں اور بوئروں کی جنگ کو دنیا بھول گئی ہے کہ جب تک انگریزوں نے ملک کو زیر نگیں نہیں کر لیا نہیں چھوڑا۔ خواہ وہ ہزار دفعہ مسیح اور صلیب کو سجدہ کرتے رہے۔ ہاں قرآن شریف پر یہ الزام اس صورت میں عائد ہو سکتا تھا کہ صرف یہی ایک طریق صلح اور خاتمہ جنگ کا ہوتا لیکن جس صورت میں اس طریق کے علاوہ دوسرا طریق بھی موجود ہے کہ مقابل بیشک اپنے مذہب بلکہ بت پرستی پر بھی جمے رہیں مگر صلح کی درخواست کریں (یہ بھی شرط نہیں کہ وہ اسلامی خلیفہ کو شہنشاہ منظور کریں) تو فوراً لڑائی بند کی جائے گی جس کا ثبوت اوپر بیان ہو چکا۔ اب فریق مقابل کو اختیار ہے کہ وہ جس میں اپنا فائدہ سمجھے اختیار کرے لیکن اسلام اور خلیفہ اسلام کی طرف سے اس پر جبر نہ ہوگا کہ وہ مسلمان ہی ہوں تو جنگ ختم ہوگی۔ نہیں بلکہ درخواست صلح پر آزاد و یا رعیت بن کر بھی صلح کر سکتے ہیں۔ مگر شر و فساد سے نہیں غور سے پڑھو!

قاتلوهم حتی لا تکون فتنة (لڑو ان سے جب تک فتنہ فرو ہو جائے)

مختصر یہ کہ مذہب قوموں میں صلح کا ایک ہی طریق ہے۔ مگر قرآن مجید میں دو طریق ہیں اور یہی قرآن کی بڑی عزت ہے۔ اسلئے قرآن بزبان حال کہتا ہے۔ شعر

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار رہوں میں — ان میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

(۳) ترجمہ : خداوند دن انصاف کا۔ تجھ ہی کی عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم۔ دکھا ہم کو راہ سیدھا (آیت ۴، ۵)

(۳) محقق :

کیا خدا ہمیشہ انصاف نہیں کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے تو اندھیر کی بات ہے۔ اسی کی عبادت کرنا اور اسی سے مدد چاہنا یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا بری بات میں مدد کا چاہنا درست ہے اور سیدھا راستہ کیا صرف مسلمانوں ہی کا ہے یا دوسروں کا بھی۔ سیدھے راستے کو مسلمان قبول کیوں نہیں ❶ کرتے؟ کیا سیدھا راستہ برائی کی طرف کا تو نہیں چاہتے؟ اگر اچھی باتیں سب کی سب یکساں ہیں تو پھر مسلمانوں میں کچھ خصوصیت نہ رہی اور اگر دوسروں کی اچھی باتیں نہیں مانتے تو متعصب ہیں۔

(۳) مدقق :

خدا ہمیشہ انصاف کرتا ہے۔ قرآن کو پڑھو تو معلوم کرو۔ ❷ اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ۝ کیسا صریح ارشاد ہے خاص اس روز کو انصاف کا دن اس لئے کہا کہ اس دن کا انصاف سب لوگ بچشم خود دیکھیں گے اور کوئی کذب تکذیب نہ کر سکے گا ❸ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ۝ کو غور سے پڑھو۔

برے کاموں میں خدا سے مدد مانگنے کا ذکر نہیں یہ تو آپ کی سمجھ کا پھیر ہے۔ بلکہ نیک کاموں میں خدا سے مدد مانگی گئی ہے۔ چنانچہ اس جگہ عبادت کا قرینہ بھی موجود ہے۔ ہاں سوامی جی وید بھگوان کی طرح چاہتے ہوں گے کہ جسمانی خواہشوں کے (وہ بھی ایسی کہ محالات سے ہوں) پورا ہونے کی دعا کیوں نہیں سکھائی گئے! وید منتر

"اے بھگوان! آپ کی حمایت سے ہماری تمام خواہشیں پوری ہوں یعنی ہماری تسخیر عالم اور اقبال و حشمت حاصل ہونے کی خواہش بامراد بے اثر نہ ہو۔" (یجروید ادھیائے ۲ منتر ۱۰)

---

❶ ہمارا راستہ ہدایت والا ہے۔
❷ جو کچھ تم کو مصیبت پہنچی ہے تمہاری شامت اعمال ہے۔
❸ عملوں کی جزا اس روز تیار ہوگی۔

اور سنئے!

"اے ورات (ایشور) اپنی نظر عنایت سے مجھ خواستگارِ نجات کی خواہش کو پورا کر۔ مجھے تمام سکھ یا تمام عالم کی حکومت عطا کر۔"

(یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۲۴) ❶

محقق جی! اگر کل جہان کے لوگ یہی دعا مانگیں کہ مجھے تمام دنیا کی حکومت عطا کر تو سب کی قبول ہو گی؟

کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی بہر کل کے رسد حاشا و کلا

بیشک اسلام ہی سیدھی اور درست راہ ہے کیا ویدک مت کے سوا دوسرا کوئی مذہب سیدھا نہیں جو آپ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۷ پر لکھ آئے ہیں کہ "وید کا منکر ملحد اور دہریہ ہے۔" راستی کی راہ ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے ہم سب مذہب کی اچھی باتیں مانتے ہیں۔ کسی مذہب کی عمدہ باتوں سے انکار نہیں۔ مگر آپ کو معلوم نہیں کہ مذہب کس چیز کا نام ہے۔ مذہب معمولی اخلاق کا نام نہیں ہوتا۔ اصل مذہب معرفت الٰہی اور طریق عبادت کا نام ہے۔ باقی معمولی اخلاق تو ہر مذہب میں برابر ملتے ہیں۔ اگر اپنے ہی مذہب کو صحیح سمجھنا تعصب ہے تو آپ اول درجے کے متعصب ہیں جو لکھتے ہیں:

"اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا اعتقاد کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے یعنی جو کچھ ویدوں میں بیان کیا گیا ہے ہم اس کو مانتے ہیں۔" (ستیارتھ پرکاش سماس نمبر ۲ اخیر)

آگے چلئے:

(۳) ترجمہ: "راہ ان لوگوں کی کہ نعمت کی ہے تو نے اوپر ان کے سوائے ان کے جو غضب کیا گیا ہے اوپر ان کے اور نہ گمراہوں کے راستہ ہم کو دکھا۔"

(۳) محقق: جب مسلمان لوگ تناسخ اور پہلے کئے ہوئے گناہ اور ثواب نہیں مانتے تو بعض لوگوں پر رحمت کرنے اور بعض لوگوں پر غضب کرنے سے خدا طرفدار ٹھہرتا ہے کیونکہ گناہ و ثواب کے بغیر رنج و

❶ یہ منتر ادھیائے ۱۸ منتر ۳۸ ہے؟

راحت کا دینا صرف بے انصافی کی بات ہے اور بلا سبب کسی پر رحم اور کسی پر غضب کی نظر کرنا بھی اس کی فطرت سے بعید ہے۔ بلا وجہ وہ رحم یا غضب نہیں کر سکتا اور جب ان کے سابقہ "سنچت" گناہ و ثواب ہی نہیں تو کسی پر رحم اور کسی پر غضب کرنا یہ بات ہی نہیں بن سکتی اور اس صورت کی شرح میں یہ الفاظ کہ "یہ سورت اللہ صاحب نے آدمیوں کے منہ سے کہلائی کہ ہمیشہ اس طرح سے کہا کریں درج ہیں اگر یہ بات درست ہے تو "الف۔ ب" حروف بھی خدا ہی نے پڑھائے ہوں گے۔ اگر کہو کہ بلا حروف جانے کے اس سورت کو کیسے پڑھ سکتے تو سوال یہ ہے کہ کیا حلق ہی سے بلائے اور بولنے لگے۔ اگر یہ درست ہے تب قرآن ہی زبانی پڑھایا ہوگا۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ جس کتاب میں طرف داری کی باتیں پائی جائیں وہ کتاب خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً عربی زبان میں نازل کرنے سے عرب والوں کو اس کا پڑھنا سہل اور دوسری زبان بولنے والوں کو مشکل ہو جاتا ہے اس سے خدا طرف دار ٹھہرتا ہے۔ اور جس طرح کہ خدا نے کل دنیا کے رہنے والے آدمیوں پر نظر انصاف سے سب ملکوں کی زبانوں سے نرالی سنسکرت زبان میں جو کہ سب ملک والوں کیلئے یکساں محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ ویدوں کو نازل کیا ہے۔ ایسی ہی زبان میں اگر نازل کرتا تو یہ نقص عائد نہ ہوتا۔

(۳) مدقق :

کیا ہی نئی منطق ہے محقق جی! کیا پہلے اعمال کی وجہ ہی سے رحم اور انعام ہو سکتا ہے اس جنم کے اعمال کوئی شے نہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے! اسی جنم کے نیک اعمال ان کے لئے موجب انعام ہوئے تھے۔ دوسری آیت ان معنی کی شرح کرتی ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ نے ان انعام پانے والوں کو خود ہی بتلا کر آپ کے لایعنی سوال کو حل کر دیا ہے۔ غور سے پڑھو!

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

ترجمہ "جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی اور بڑے سچے اور نیک صالح لوگ ہیں۔"

ہاں! یہ خوب سوجھی کہ خدا نے حرف پڑھائے ہوں گے۔ محقق جی کے بھولے

بھلا سے بچوں کے سے سوال سن کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ پھر جب ایسے شخص کو ایک قوم کا لیڈر رکھتے ہیں تو بلا تکلف زبان پر جاری ہوتا ہے۔ ؎

"بت بھی خدائی کرتے ہیں قدرت خدا کی ہے"

سوامی جی! جس طرح وید آپ کے ملکوں کو بتلائے گئے تھے اسی طرح قرآن بھی مسلمانوں کو سمجھایا گیا۔ ذرا نمبر ۶ والا منتروں پر غور کیجئے۔

بیشک جس کتاب میں طرفداری کی باتیں ہوں وہ خدا کی نہیں ہوتی۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ شودر کے گھر کا پکا ہوا کھانے سے جو آپ منع کر آئے ہیں۔ خواہ کیسا ہی بھلا مانس کیوں نہ ہو (ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر ۱۰) یہ کس کتاب کا حکم ہے اور یہ آپ کی طرف داری تو نہیں۔

محقق جی! عربی زبان میں قرآن کے نازل ہونے کی وجہ تو قرآن نے خود ہی بتلائی ہوئی ہے سنو خدا فرماتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ

ترجمہ "اگر ہم قرآن کو عربی کے سوا کسی اور زبان میں اتارتے تو عربی لوگ کہتے کہ اس کے مضمون کو واضح کیوں نہیں کیا کلام عجمی اور مخاطب عربی۔"

چونکہ اول مخاطب اس کے عرب کے لوگ تھے۔ اس لئے اس زبان میں نازل ہوا انہوں نے اس کو سمجھ کر دوسرے لوگوں کو سمجھا دیا۔ یہی عین انصاف ہے۔ فرق صرف آپ کی سمجھ کا ہے۔

سورہ بقرہ (۵) "یہ کتاب جس میں شک نہیں پرہیزگاری کی راہ دکھلاتی ہے جو کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز سے کہ جو ہم نے دی خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رکھتے ہیں۔ ❶ تیری طرف یا تجھ سے پہلے اتاری گئی

❶ یعنی محقق جی کا ترجمہ غور سے پڑھئے جو تورات اور انجیل کی طرح ہے

اور یقین قیامت پر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں اور یہ ہی چھٹکارا پانے والے ہیں۔ تحقیق جو لوگ کافر ہوئے اور ان پر تیرا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وے ایمان نہ لائیں گے۔ مہر کی اللہ نے اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں انکے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔" (سورہ بقر آیت ۲ تا ۷)

(۵) محقق: کیا اپنے ہی منہ سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا خدا کے دیپہ کی بات نہیں۔ جو پرہیزگار لوگ ہیں وے تو خود راہ راست پر ہیں اور جو جھوٹی راہ پر ہیں ان کو یہ قرآن راہ ہی نہیں دکھلا سکتا۔ تو پھر کس کام کا رہا؟ کیا گناہ و ثواب اور محنت کے بغیر خدا اپنے ہی خزانہ سے خرچ کرنے کو دیتا ہے؟ اگر دیتا ہے تو سب کو کیوں نہیں دیتا؟ اور مسلمان لوگ محنت کیوں کرتے ہیں؟ اگر بائبل، انجیل وغیرہ پر اعتقاد لانا لازم ہے تو مسلمان انجیل وغیرہ پر ایمان جیسا قرآن کے کیوں نہیں لاتے؟ اور اگر لاتے ہیں تو قرآن کا نازل ہونا کس واسطے ہے؟ اگر کہیں کہ قرآن میں زیادہ باتیں ہیں تو کیا پہلی کتاب میں خدا لکھنا بھول گیا تھا اور اگر نہیں بھولا تو قرآن کا بنانا لاحاصل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل اور قرآن کی چند باتیں آپس میں نہیں ملتیں اور بہت سی ملتی ہیں۔ ایک ہی مکمل کتاب جیسی کہ وید ہے کیوں نہ نازل کی؟ کیا قیامت پر ہی یقین رکھنا چاہئے اور کسی چیز پر نہیں۔ کیا عیسائی اور مسلمان ہی خدا کی ہدایت پر چلنے والے ہیں اور ان میں کوئی گنہگار نہیں ہے؟ کیا وہ عیسائی اور مسلمان جو دیندار نہیں وے نجات پائیں گے اور دوسرے جو دیندار ہیں وے نہیں۔ کیا یہ سخت بے انصافی اور اندھیر کی بات نہیں ہے؟ کیا جو لوگ مسلمانی مذہب کو نہیں مانتے ان کو کافر کہنا یکطرفہ ڈگری نہیں ہے؟ اگر خدا ہی نے ان کے دل اور کانوں پر مہر لگائی ہے اور اسی وجہ سے وے گناہ کرتے ہیں۔ تو ان کا کچھ بھی قصور نہیں یہ قصور خدا ہی کا ہے۔ ایسی صورت میں ان کو سکھ یا دکھ یا گناہ و ثواب نہیں ہو سکتا۔ پھر خدا ان کو جزا و سزا کیوں دیتا ہے؟ کیونکہ انہوں نے گناہ یا ثواب خود مختاری سے نہیں کیا۔

(۵) مدقق: افسوس اس بھولے پن پر جو ہر گھڑی ذلت کا موجب ہو۔ سوامی جی کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وید خود اپنی تعریف اس

سے کئی درجہ بڑھ کر کرتے ہیں۔ سنو!

"پاک کرنے والے اعمال کو ظاہر کرنے والا جس میں قابل تعریف گیان (علم) کا وصف ہے ایسے اعلیٰ جملہ علوم کے دینے والا جو وید کا کلام ہے وہ جملہ فنون کی ماہیت سے ہم کو باخبر کرتا ہے۔" (رگوید مندرجہ آریہ مسافر صفحہ ۸ بابت ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء)

اور سنئے!

"غلطی سے مبرا جملہ علوم کا مخزن جو وید شاستر ہے غیر متناہی طاقت سے پرمیشور نے ظاہر کیا۔" (مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۶ مصنفہ سوامی جی)

سوامی جی! متقیوں کے لئے ہدایت ہونے کے وہی معنی ہیں جن معنی سے آپ ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ ضدی اور نا انصاف کو جواب نہ دینا چاہئے سنئے قرآن خود اپنی تفسیر کرتا ہے خدا فرماتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا

ترجمہ "ہم (خدا) قرآن کو سب لوگوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور ایمانداروں کے لئے رحمت بنا کر نازل کرتے ہیں اور ظالموں (منکروں) کو بجز نقصان دہی کے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔"

سوامی جی! اگر کوئی مریض حکیم کے نسخے اور بتلائے ہوئے پرہیز پر عمل نہ کرے تو قصور کس کا؟ سے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

سب کو وہ اپنے خزانہ سے محض اپنی مہربانی سے دیتا ہے بندوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ وہ حکیم بھی ہے جتنا مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے۔ سنو!

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

ترجمہ "کیا منکر نہیں سوچتے کہ خدا جس کو چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں بہت سی اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔"

قرآن کو اگر آپ نے کسی پاٹھ شالہ (مدرسہ) میں پڑھا ہوتا تو بائیبل کا سوال نہ

کرتے تھے۔ قرآن مانتا ہے کہ پہلے الہامی کتابیں آئی ہیں مگر ساتھ اس کے یہ بھی کہتا ہے کہ بگڑوں نے ان میں گڑبڑ ملا دی ہے جو مضمون قرآن صحیح بتلا دے اس کو صحیح سمجھو اور جو غلط کہے غلط جانو۔ خدا فرماتا ہے۔

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمنا علیہ

ترجمہ "ہم (خدا) نے تیری طرف (اے نبی) قرآن اتارا ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر محافظ بھی ہے۔" یعنی غلط کو صحیح سے الگ کرتا ہے۔

قیامت پر ایمان کا ذکر اس لئے کیا ہے۔ جس کو آئندہ کی جزا و سزا کا یقین ہوتا ہے وہی نیک عمل کرتا ہے اور بدکاری سے بچتا ہے جو بے ڈر ہو۔ اسے کیا غرض پڑی ہے کہ اپنے ذمہ بلا لے عیسائی ہدایت پر نہیں بلکہ صرف مسلمان وہ بھی نیک مسلمان جن کا اس آیت میں بیان ہے وہی ہدایت پر ہیں۔ کیا جو وید کو نہیں مانتے ان کو ناستک اور دوزخی کہنا انصاف ہے؟ ستیارتھ پرکاش سملاس ۱۰ نمبر ۸ کو دیکھ کر جواب دیجئے گا۔ مرکا جواب نمبر ۶ میں آتا ہے۔

(۶) ترجمہ: "ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی۔" (آیت ۱۰)

(۶) محقق: بھلا بلا قصور خدا نے ان کی بیماری بڑھا دی۔ رحم نہ آیا۔ ان بیماروں کو کتنی بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ کیا یہ شیطان سے بڑھ کر شیطنت کا کام نہیں ہے۔ کسی کے دل پر مہر لگانا کسی کی بیماری بڑھانا خدا کا کام نہیں ہو سکتا کیونکہ بیماری کا بڑھنا اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے۔

(۶) مدقق: خدا کسی کے دل پر ناحق مہر نہیں لگاتا۔ اس کلام کے وہی معنی ہیں جو آپ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۳۰ پر ویدوں کی بے دینی اور گمراہی کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔

انہوں نے کس درجہ اپنی اور دنیا جہان کی ترقی کی ہے۔ جس کی تعریف سوائے ان کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔ یقین تو کئی ہے کر دیا اور ایشور سے مخالفت کرنے کا

اُن کو یہی نتیجہ ملتا ہے۔" (سماس ۱۴ نمبر ۷ ۲)

اور جس کو یجروید ادھیائے ۲۵ منتر ۱۳ میں یوں ادا کیا ہے۔

"جو پرمیشور علم وغیرہ عطا کرنے والا اور جس کے ظل حمایت و پناہ و عنایت سے محروم ہونا ہی موت یعنی متواتر جینے مرنے کے چکر میں پڑنا ہے۔"

قرآن نے تو اپنی تفسیر دوسری آیت میں خود کر دی ہے سنئے!

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

ترجمہ "خدا متکبروں گردن کشوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔"

بلکہ اسی آیت میں ایک لفظ ایسا بھی ہے جس کو آپ غور سے دیکھتے تو گو آپ کو اعتراض کرنے کا شوق ہے تاہم یہ شوق کسی اور جگہ پورا کرتے سنئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

جس کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ صلہ سے بدل ہے اگر آپ نے سمجھا یا کسی عربی یا نحو شناس سے پڑھو لیں آیت کے معنی بالکل صاف ہیں کہ خدا کے حکموں سے گردن کشی کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ باقی جواب فقرہ ۵ میں آگیا سوامی جی کو زیادہ نمبر لینے کا شوق ہے۔ اسی جواب میں شیطانی باتوں کا جواب بھی ملے گا۔

محقق جی! رگ وید اشٹک ۱، ادھیائے ۳ ورگ ۱۸ منتر ۲ کو غور سے دیکھئے۔ جو اُن کے ارتھ ہیں وہی اس آیت کے معنی ہیں اگر آپ کو یا آپ کے چیلوں کو دیکھنے کا موقع نہ ملے تو سنئے ہم بتلائے دیتے ہیں غور سے سنئے پرمیشور کہتا ہے۔

"میں بدکار ظالموں کو کبھی آشیرباد (نیک دعا) نہیں دیتا۔" (یعنی ان کو ہدایت یا برکت نہیں کرتا)

(۷) ترجمہ: جس نے تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کی چھت بنائی (آیت ۲۲)

(۷) محقق: بھلا آسمان چھت کسی کی ہو سکتی ہے؟ یہ جہالت کی بات ہے آسمان کو چھت کے مانند ماننا تمسخر کی بات ہے۔ اگر کسی اور کرہ زمین کو آسمان مانتے ہوں تو ان کے گھر کی بات ہے۔

(۷) مدقق: آسمان نیلگوں مثل چھت کے نظر آ رہا ہے۔ عربی میں ہر بلند شے کو جو سر کے اوپر ہو سقف کہا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر آسمان کو سقف (چھت) کہا گیا۔ سوامی جی کی بلا کو غرض تھی کہ ایسی تحقیق کرتے۔ نیز ان کو اپنے معمولی مسخرا پن سے فرصت بھی نہیں تھی باقی نمبر ۸ میں دیکھو۔

(۸) ترجمہ: "جو تم اس چیز سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے پیغمبر کے اوپر اتاری تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور شاہدوں اپنے کو پکارو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے اور ہرگز نہ کرو گے تم اس آگ سے ڈرو کہ جس کا ایندھن آدمی ہیں اور کافروں کیلئے پتھر ❶ تیار رکھے گئے ہیں۔" (آیت ۲۳، ۲۵)

(۸) محقق: بھلا یہ کوئی بات ہے کہ اس کے مانند کوئی سورت نہ ہے؟ کیا اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مولوی فیضی نے بے نقط قرآن نہیں بنا لیا تھا۔ وہ کونسی دوزخ کی آگ ہے؟ کیا اس دنیا کی آگ سے نہ ڈرنا چاہئے۔ اس آگ میں بھی جو کچھ پڑے وہ اس کا ایندھن ہے۔ جیسے قرآن میں لکھا ہے کہ کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں۔ ویسے پرانوں میں لکھا ہے میچھوں کیلئے گھور نرک بنا ہے۔ اب کہئے کس کی بات سچی مانیں؟ اپنے قول سے تو دونوں بہشت میں جانے والے اور ایک دوسرے کے مذہب کی رو سے دونوں دوزخی ہوتے ہیں۔ پس ان سب کا جھگڑا جھوٹا ہے۔ ہاں جو دھارمک ہیں وہ سکھ اور جو پاپی ہیں وہ سب مذہبوں میں دکھ ہی پائیں گے۔

(۸) مدقق: محقق جی کو یہ تو خبر نہیں کہ بے نقط عبارت کیا ہوتی ہے اور فصیح کیا۔ انہوں نے کسی سے سن لیا کہ فیضی نے بے نقط تفسیر لکھی تھی تو وہ سمجھے کہ قرآن کا مقابلہ ہو گیا۔ بھلا سوامی جی! اگر فیضی کی تفسیر قرآن کی طرح بے مثل ہوتی تو پہلے فیضی ہی کو کیوں قرآن کی نسبت شبہ نہ ہوتا اور وہ کیوں اس غرور میں اسلام سے برگشتہ نہ ہوتا کہ میں نے قرآن کی مثل کلام بنا لیا ہے۔ بس آپ کے جواب میں یہی کافی ہے۔

❶ [illegible]

آپ کا اختیار ہے آپ اس آگ سے بھی ڈریں۔ کون آپ کو کہتا ہے کہ نہ ڈریں۔ بات تو صرف یہ ہے کہ دوزخ کی آگ چونکہ مشرکوں اور ضدیوں کی سزا ہے اس لئے اس سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ ایسے کام کو چھوڑ دو۔ یہ محقق جی کی واقفیت ہے۔ لکھتے ہیں کہ قرآن میں کافروں کے واسطے پتھر تیار کئے گئے ہیں۔ آگے بھی کئی جگہ سوامی جی نے اپنی لیاقت کا اظہار کیا ہے غور کرو تو یہ اسلام کا معجزہ ہے کہ آپ جیسے ملحد اور بھی ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں اگر قرآنی اور پرانی اپنے اپنے قول سے بہشتی ہیں۔ آپ تو دونوں کے قول سے دوزخی ہیں اپنی فکر کیجئے۔ "تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔" دیکھنا یہ ہے کہ دونوں میں سے حق پر کون ہے سو اس کی شناخت کیجئے باقی باتوں سے کیا فائدہ؟ یہ ٹھیک ہے کہ جو پاپی ہیں وہ سب مذہبوں میں دکھ ہی پائیں گے۔ مگر اس سے زیادہ پاپ کیا ہو گا؟

"جس مذہب کو کروڑوں آدمی مانتے ہوں اس کو برا کہا جائے۔" (غور سے دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۹۷ سماس ۱۳ نمبر ۷۳)

(۹) ترجمہ: "اور خوشخبری دے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے یہ کہ واسطے ان کے بہشتیں ہیں چلتی ہیں نیچے سے نہریں جب دیئے جائیں گے اس میں سے میووں سے رزق کہیں گے یہ وہ چیز ہے جو دیئے گئے تھے ہم پہلے اس سے اور واسطے ان کے بیویاں ہیں ستھری اور ہمیشہ وہاں رہنے والی ہیں۔" (آیت ۲۶)

(۹) محقق: بھلا اس قرآن کی بہشت میں دنیا سے بڑھ کر کونسی عمدہ شے ہے؟ جو چیزیں دنیا میں ہیں وہی مسلمانوں کی بہشت میں ہیں اور اتنی زیادتی ہے کہ یہاں جیسے آدمی مرتے اور پیدا ہوتے اور آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح بہشت میں نہیں مگر یہاں عورتیں ہمیشہ نہیں رہتیں اور وہاں بیبیاں ہمیشہ رہتیں ہیں۔ جب تک قیامت کی رات[1] نہ آئے گی۔ تب تک ان بیچاریوں کے دن کس طرح گذرتے ہوں گے؟ ہاں اگر خدا کی ان پر مہربانی ہوتی ہو گی۔ اور خدا کے سہارے

[1] یہ لفظ نہیں معلوم محقق جی کو کس نے گھڑا دیا ہے ہر جگہ کہی ہوتے ہیں۔

وقت گزارتی ہوں گی یہی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کا بہشت گوکلئے گوسائیوں کے گولوک مندر کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ جہاں کہ عورتوں کی تعظیم و تکریم بہت ہے۔ آدمیوں ❶ کی نہیں۔ اسی طرح خدا کے گھر میں عورتوں کی قدر بہت ہے اور ان سے خدا کی محبت بھی آدمیوں کی نسبت زیادہ تر ہے۔ کیونکہ خدا نے بیبیوں کو بہشت میں ہمیشہ کیلئے رکھا ہے نہ کہ مردوں کو۔ وے بیبیاں بلا خدا کی مرضی بہشت میں کیونکر ٹھہر سکتی ہیں؟ اگر یہ بات ایسی ہی ہے تو خدا بھی عورتوں میں غلطان ہے۔

(۹) مدقق: سوامی جی! جس کلام کو آدمی نہ سمجھا اس پر اعتراض کرنے سے ندامت ہوتی ہے۔ آپ خود ہی دیباچہ میں غیر مذہب پر غور و فکر کرنا ضروری کہہ آئے ہیں کیا وہ اوروں کیلئے ہے آپ کیلئے نہیں؟ ہم نے تو جتنے اعتراضات آپ کے دیکھے ہیں۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ بہشت میں سب کچھ آرام اور ہر طرح کے عیش و عشرت (مگر منصفانہ) کے سامان خدا کی طرف سے ہونگے۔ آپ اس کو دنیا کی سی سمجھتے ہیں کیا آپ نے باوا نانک جی کا قول بھی نہیں سنا "نانک دکھیا سب سنسار" پھر آپ دنیا کو بہشت کی طرح سمجھیں تو کس کا قصور ہے۔ سوامی جی! دنیا میں کوئی شخص بھی کسی حالت میں بہمہ وجوہ عافیت میں نہیں ہو سکتا۔ کوئی نہ کوئی رنج اسکو دامنگیر رہتا ہے۔ مال سے ہو یا اولاد سے۔ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے جسمانی ہو یا روحانی مگر جنت میں سب طرح سے امن ہوگا۔ سنو!

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ

ترجمہ: "نہ جنت والوں کو کوئی تکلیف ہوگی اور نہ اس سے باہر کئے جائیں گے۔"

ان بے چاریوں کی فکر تو جب کرتے کہ قرآن کی کسی آیت سے دکھاتے کہ وہ ابھی سے پیدا بھی ہو چکی ہیں اور خاوندوں کی چاہت میں بیتاب ہیں۔ محقق جی! جھوٹ بولنا ہر ایک مذہب میں برا ہے مردوں سے عورتوں کی کم قدر کونسی آیت سے آپ نے سمجھی

❶ اردو دان اصحاب عورت اور آدمی کا مقابلہ غور سے دیکھیں۔

ہے۔ اسی برتے پر آپ سوامی بنے ہیں کہ آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قرآن میں صیغہ مذکر وارد ہے یعنی خالدون جس کے معنی ہیں نیک مرد ہمیشہ جنت میں رہنے والے ہوں گے۔ آپ کو کسی نے "والے" کا لفظ "والی" کر کے سنایا تو آپ کے کان میں والی (بالی) پڑ گئی۔ بس آپ کا سارا تار و پود ٹوٹ گیا۔ قرآن کے محاورہ میں عورتیں مردوں کے حکم کی تابع ہوتی ہیں۔ یعنی جو حکم یا انعام مردوں کو ہوتا ہے۔ وہ عورتوں کو بھی ہوتا ہے۔ سوا اس کے جو مخصوص کیا جائے۔

(۱۰) ترجمہ: "آدم کو سارے نام سکھائے۔ پھر فرشتوں کے سامنے کر کے کہا جو تم سچے ہو۔ مجھے ان کے نام بتلاؤ۔ کہا اے آدم بتادے ان کو نام ان کے پس جب بتادیے ان کے نام تو خدا نے فرشتوں سے کہا۔ کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تحقیق میں زمین اور آسمان کی چھپی چیزیں اور ظاہر اور چھپے اعمالوں کو جانتا ہوں۔" (آیت ۳۱، ۳۲، ۳۳)

(۱۰) محقق: بھلا اس طرح پر فرشتوں کو دھوکا دیکر اپنی بڑائی کرنا خدا کا کام ہو سکتا ہے؟ یہ تو ایک دمبھ کی بات ہے۔ اس کو کوئی عالم مان نہیں سکتا اور نہ ایسی لاف زنی کر سکتا ہے کیا ایسی باتوں سے خدا اپنی کرامات جمانا چاہتا ہے؟ ہاں جنگلی لوگوں میں کوئی کیسا ہی پاکھنڈ چلالیں چل سکتا ہے۔ شائستہ آدمیوں میں نہیں۔

(۱۰) مدقق: محقق جی کو اصل مطلب سے تو مطلب ہی نہیں۔ مگر اپنے ناظرین کو اس آیت کا مطلب بتلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے اور دنیا میں خلیفہ بنانے کی فرشتوں کو اطلاع دی۔ فرشتوں نے اپنی خواہش مخفی رکھ کر عرض معروض کئے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم شرف خلافت کے مستحق ہیں کیونکہ ہم تیری عبادت میں لگے رہتے ہیں اور دل میں یہ بات بھی رکھی کہ ہم کو سب ❶ چیزوں کا علم بھی ہے جو خلافت کا مستلزم ہے ہوگا۔ یہ دعویٰ ہمہ دانی ان کا غلط تھا۔ اس لئے خدا نے ان کی تغلیط کرانے کیلئے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام اور ماہیت بتلائی (جس طرح اگنی، وایو، انگرہ، ملمان کو وید بتلائے) (دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس ۷ نمبر ۷۵)

❶ مفصل تحریر ثانی میں دیکھو۔

پھر فرشتوں سے ان کے دعوے کی تصدیق کرانے کو ان سب چیزوں کے نام پوچھے وہ نہ بتلا سکے آخر اپنے قصور علم کے قائل ہوئے۔ مضمون صاف ہے۔ مگر محقق جی نہ سمجھیں تو قصور کس کا؟ افسوس سوامی جی ہر بار اپنا اصول بھول جاتے ہیں۔

"یہ مذہب دوسرے مذہب کو جس کو ہزاروں کروڑوں مانتے ہوں جھوٹا بتلا دے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور کون مذہب ہو سکتا ہے۔" (فقرہ ۴۳ے صفحہ ۱۳)

(۱۱) ترجمہ: جب ہم نے فرشتوں سے کہا سجدہ کرو آدم کو۔ پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا کیونکہ وہ بھی ایک کافر تھا۔ (آیت ۳۶)

(۱۱) محقق: اس سے ثابت ہوا کہ خدا ہمہ دان نہیں۔ یعنی ماضی، حال، استقبال کی باتیں پورے طور پر نہیں جانتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا؟ اور خدا میں کچھ جلال بھی نہیں ہے۔ کیونکہ شیطان نے خدا کا حکم ہی نہ مانا اور خدا اس کا کچھ بھی نہ کر سکا اور دیکھئے ایک کافر شیطان نے خدا کے بھی چھکے چھڑا دیے۔ مسلمانوں کے خیال میں جہاں کروڑوں کافر ہیں وہاں مسلمانوں کے خدا اور مسلمانوں کی کچھ پیش چل سکتی ہے؟ کبھی کبھی خدا بھی کسی کی بیماری بڑھا دیتا اور کسی کو گمراہ کر دیتا ہے۔ خدا نے یہ باتیں شیطان سے سیکھی ہو گی اور شیطان نے خدا سے کیونکہ سوائے خدا کے شیطان کا استاد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) مدقق: بھولے پنڈت جی! اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کو علم نہیں اگر شیطان کے پیدا کرنے سے خدا بے علم ثابت ہوتا ہے تو پرمیشور نے جینیوں کو کیوں پیدا کیا، جو بقول آپ کے بت پرستی کے بانی مبانی ہوئے۔ جن کی بابت ستیارتھ پرکاش میں آپ لکھتے ہیں۔

"مورتی پوجا کا جتنا جھگڑا چلا ہے وہ سب جینیوں کے گھر سے نکلا ہے اور پاکھنڈوں کی جڑ یہی جین مذہب ہے۔" (صفحہ ۵۸۲ سملاس ۱۲ نمبر ۱۱۹)

اور سنئے! خدا نے غازی محمود کو کیوں پیدا کیا۔ جس نے آریہ ورت کی کایا پلٹ دی؟ اور بتلایئے ایشور نے پرانوں کے مصنفوں کو کیوں اتپن (پیدا) کیا جنہوں نے (بقول

آپکے) تمام پر ان کیوں سے بھر کر آریہ ورت کو گمراہ کر دیا؟ اور سنئے! خدا نے مسلمان کیوں بنائے کہ ویدک دھرم کا تمام تار پود ہی ٹوٹ گیا۔ جب آپ ان سوالوں کا جواب دیں گے۔ تو ہم بھی بتلا دیں گے کہ شیطان کو کیوں پیدا کیا؟

اصل یہ ہے کہ شیطان کسی کی گمراہی کیلئے علت تامہ نہیں بلکہ وہ صرف ایک مشیر بد کی طرح برے خیالات کا سوجھانے والا ہے چنانچہ اس کا یہ بیان مصدقہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

غور سے سنو!

مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ

ترجمہ "یعنی میرا تم پر زور نہ تھا میں نے صرف تم کو بلایا تھا تم نے قبول کر لیا۔"

جیسے دنیا میں اور بد صحبتیں ہوتی ہیں ایسی شیطان کی بھی ایک بد صحبت ہے۔ اس سے زائد نہیں اس بد صحبت کے دفعیہ کیلئے خداوند تعالیٰ نے کئی ایک علاج بتلائے ہیں۔ بڑا مضبوط علاج جو واقعی موثر ہے۔ ذکر الٰہی ہے چنانچہ قرآن شریف میں اس کا بھی ذکر ہے إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ یعنی خدا کے نیک بندوں پر شیطان کا کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ذکر شغل میں وقت گذارتے ہیں اور فضولیات سے پرہیز کرتے ہیں۔ شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں جو لوگ بیہودہ گوئی اور بد صحبتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ انہی پر شیطان بھی غلبہ پاتا ہے (ستیارتھ صفحہ ۵۱۱ کو غور سے پڑھیں)۔

پس شیطان کی مثال بالکل زہر کی سی سمجھو۔ جیسا کہ خدا نے زہر پیدا کر کے اس کا علاج بھی بتا دیا ہے۔ ایسا ہی شیطان پیدا کر کے اس کا اثر مٹانے کو علاج (توبہ تائب اور اتباع انبیاء) بتلا دیا۔ مفصل بحث شیطان کی تفسیر ثنائی جلد اول حاشیہ ختم اللہ میں ملاحظہ ہو۔

ہاں! یاد آیا کہ دنیا میں اس وقت کروڑوں مسلمان، کروڑوں عیسائی، بدھ، یہودی وغیرہ قومیں ایشور کے گیان (وید) کو نہیں مانتے بلکہ اس کو بت پرستی کا مخزن جانتے ہیں۔ تو پرمیشور کیسا عاجز ہے کہ ان کو سیدھا نہیں کر سکتا۔ کیا اس کے جلال میں فرق تو نہیں آیا؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ ان گنت بھی تو ہیں۔ آخر کس کس سے بگاڑے اور کس کس کو

پکڑے؟ (تیرہ)

سوامی جی! جیو آتما (روح) فاعل مختار ہے (دیکھو ستیارتھ سماس ۷ نمبر ۴۸) مذہبی امور میں خدا نے آزادی دی ہوئی ہے۔ جس کا جی چاہے تابعدار ہو جو چاہے نہ ہو سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہے) پس ایک شیطان کیا عموماً دنیا کے تمام کافر اس وقت خدا کی پاک کتاب پر منہ چڑھاتے ہیں مگر وہ سب کو امن و عافیت دیتا ہے۔ لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ خدا کے گمراہ کرنے اور باقی شیطانی باتوں کے جوابات نمبر ۷ میں دیکھو۔

(۱۲) ترجمہ:

"اور کہا ہم نے اے آدم تو اور تیری جورو بہشت میں رہ کر کھاؤ تم بافراغت جہاں چاہو اور مت نزدیک جاؤ اس درخت کے کہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کیا اور ان کو بہشت کے عیش سے کھو دیا۔ تب ہم نے کہا کہ اترو بعض تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارا ٹھکانا زمین پر ہے اور ایک وقت تک فائدہ ہے۔ پس سیکھ لیں آدم نے پروردگار اپنے سے کچھ باتیں۔ پس وہ زمین پر آگیا (آیت ۳۵ تا ۳۹)

(۱۲) محقق:

دیکھئے خدا کی کم علمی ابھی تو بہشت میں رہنے کی دعا دی اور ابھی کہا کہ نکلو۔ اگر آئندہ کی باتوں کو جانتا ہوتا تو دعا ہی کیوں دیتا؟ اور معلوم ہوتا ہے کہ بہکانے والے شیطان کو سزا دینے سے خدا قاصر بھی ہے۔ وہ درخت کس کے لئے پیدا کیا تھا؟ کیا اپنے لئے یا دوسرے کیلئے اگر دوسروں کیلئے تو کیوں آدم کو روکا؟ اس لئے ایسی باتیں نہ خدا کی اور نہ اس کی بنائی ہوئی کتاب کی ہو سکتی ہیں۔

آدم صاحب خدا سے کتنی باتیں سیکھ آئے تھے؟ اور جب زمین پر آدم صاحب آئے تب کس طرح سے آئے؟ کیا وہ بہشت پہاڑ پر ہے یا آسمان پر؟ اس سے کیونکر اتر آئے کیا پرندکی مانند اڑ کر یا پتھر کی مانند گر کر؟

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب آدم صاحب خاک سے بنائے گئے تو ان کے بہشت میں

بھی خاک ہوگی اور جتنے وہاں فرشتے وغیرہ ہیں وہ بھی خاک ہی ہونگے کیونکہ خاک کے جسم بغیر اعضا نہیں بن سکتے اور خاکی جسم ہونے کی وجہ سے مرنا بھی ضرور لازم آئے گا۔ اگر وہاں موت ہوتی ہے تو وہاں سے بعد موت کہاں جاتے ہیں؟ اور اگر موت نہیں ہوتی تو ان کی پیدائش بھی نہیں ہونی چاہیے۔ جب پیدائش ہے تو موت بھی ضروری ہے۔ ایسی صورت میں قرآن کا یہ لکھنا کہ بیبیاں ہمیشہ بہشت میں رہتی ہیں جھوٹا ہو جائے گا۔ کیونکہ انہیں مرنا بھی ہوگا۔ جب یہ حالت ہے تو بہشت میں جانے والوں کی بھی موت ضرور ہوگی۔

(۱۲) مدقق: سوامی جی! دیکھئے آپ کی بے علمی کہ اجازت کو آپ دعا سمجھے بیٹھے ہیں۔ اے صاحب! اُسْکُنْ صیغہ امر مخاطب کا ہے جس کے معنی ہیں "رہو جنت میں۔" پھر ساتھ ہی فرما بھی دیا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم نافرمان ہو جاؤ گے۔ جس سے نتیجہ صریح نکلتا ہے۔ کہ یہ امر اُسْکُنْ کا ویسا ہی ہے۔ جیسے پرمیشور کی طرف سے آپ کو حکم ہوتا ہے کہ میں نے تم کو کرم جونی (عمل خانہ) انسانی قالب دیا ہے۔ اس میں رہنا اور بدکاریاں اور بداخلاقیاں نہ کرنا ورنہ تم بندر اور سور بنائے جاؤ گے چنانچہ بہت سے آریوں کو وہ دن دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ کہئے پرمیشور کو گیان نہیں؟ بہشت بے شک کسی مرتفع مکان پر ہوگا شاید وہاں ہی ہو جہاں پر جیو آتما (بقول آپ کے) مکتی (نجات) کے بعد رہتا ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر۹ تعجب ہے آپ پوچھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو کتنی باتیں سکھائیں۔ بھولے پنڈت جی! سب باتیں جن کی بنی آدم کو ضرورت ہے سکھائیں۔ قرآن میں کُلَّهَا کا لفظ دیکھئے محقق جی کے تیز سے سوال دیکھئے کہ آدم علیہ السلام زمین پر کس طرح خدا کی حفاظت میں آئے۔ اگر زیادہ کرید کرو تو سنو!

جس طرح غبارہ باز اتر آتے ہیں۔ اس طرح بھی اترنا ممکن ہے حاکم کسی مجرم کو سزا دینے سے تب قاصر ہوا کرتا ہے کہ اس کی سزا کا وقت آچکا ہو اور پکڑ نہ سکے اور اگر وقت نہیں پہنچا تو قبل از وقت قاصر کہنا آپکے فہم قاصر کا قصور ہے ورنہ بتلائے سلطان محمود غزنوی مرحوم اور محمد غوری مغفور کو اتنی مدت عمر میں جس میں انہوں نے ہندوستان کی کایا پلٹ دی پرمیشور نے کیوں سزا نہ دی؟ بیشک جو خاکی چیز ہے وہ محل موت ہو سکتی ہے

لیکن اگر خدا کی طرف سے بدل ما تحلیل ❶ پہنچتا رہے اور خدا اس کی موت نہ چاہے تو کچھ ضرور نہیں کہ دیکھا دیکھی مری جائے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آدمی ایک روز بلکہ ایک سانس کی زندگی لیکر چل دیتے ہیں اور بعض سو برس سے متجاوز ہو جاتے ہیں تو یہ تفاوت ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ ان کی تاریخ موت پرمیشور کے ہاتھ میں ہے پس اسی طرح بہشتیوں کی تاریخ موت خدا نے بے انتہا زمانہ پر ڈال دی ہو۔ یا بالکل موت کو ان سے اٹھا ہی دیا ہو تو کیا خرابی ہے؟

(۱۳) ترجمہ: اس دن سے ڈرو۔ کہ جب کوئی روح کسی روح پر بھروسہ نہ رکھے گی نہ اس کی سفارش قبول کی جائے گی نہ اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ اور نہ وے مدد پائیں گے (آیت ۴۸)

(۱۳) محقق: کیا موجودہ دنوں میں نہ ڈریں‘ برائی کرنے سے ہمیشہ ڈرنا چاہئے۔ جب سفارش نہ مانی جائے گی تو پھر یہ بات کہ پیغمبر کی شہادت یا سفارش سے خدا بہشت دے گا کیونکر سچ ہو سکے گی؟ کیا خدا بہشت والوں ہی کا مددگار ہے۔ دوزخ والوں کا نہیں‘ اگر ایسا ہے تو خدا طرفدار ہے۔

(۱۳) مدقق: سوامی جی! بے ادبی معاف۔ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست۔ ”کسی دن سے ڈرنا۔“ اور کسی دن میں ڈرنا ان دونوں عبارتوں میں فرق ہے۔ آپ کو کون کہتا ہے کہ اس دن سے موجودہ دنوں میں نہ ڈریں۔ خدا آپ کو نصیب کرے۔ کیونکہ برائی کرنے سے ہمیشہ ڈرنا چاہئے۔

پنڈت جی ”سے۔“ کا لفظ جزا پر آیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی برائی کرنے سے لکھا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے نزدیک کامل جزا و سزا اس دن میں ہوگی۔ اس لئے کہا گیا کہ اس دن سے ڈرو جس کے صاف معنی ہیں کہ برائی کرنے سے ڈرو سوامی جی! دیکھا

؎ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اسی لئے ہم بار بار عرض کرتے ہیں کہ قرآن کو بھی کسی عربی پاٹھ شالا میں رہ کر پڑھ لیتے تو تصویر کا رخ ادھر ہوتا۔

---

❶ روح مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے جو قالب انسان کے اعضاء میں ظہور کرتی ہے اس کو بدل ما تحلیل کہتے ہیں

سفارش بغیر اذنِ خداوندی چونکہ نہیں ہوگی۔ یعنی کسی نبی یا ولی کا ذاتی حق یا لحاظ نہیں ہوگا کہ مجرم کی سفارش کرے جب تک خدا اس کو اجازت خاص عرض معروض کی نہ دے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی یعنی کوئی سفارشی سفارش ہی نہیں کریگا۔ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ❶ خوب کہی

"دوزخ والوں کا حامی نہیں تو طرفدار ہے۔"

سوامی جی! اوروں کی تو کیا یاد ہوتی۔ ایسے بھولے ہیں کہ اپنی بھی بھول جاتے ہیں سنئے میری اشیرباد (دعا) انہیں لوگوں کیلئے ہے جو نیک اعمال اور نیکو خصال ہیں۔ نہ ان کے لئے جو رعیت کے لوگوں پر ظلم و ستم کرنے والے ہیں۔ میں بدکردار ظالموں کو بھی اشیرباد نہیں دیتا (رگ وید 'اشٹک ۱' ادھیائے ۳ ورگ ۱۸)

سماجیو! بتلاؤ پرمیشور طرفدار ہے یا نہیں؟

ع

ہاتھ لا او ستاد کیوں کیسی کہی

(۱۳) ترجمہ: ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیئے۔ ہم نے ان کو کہا تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔ یہ ایک ڈر دکھایا جو ان کے سامنے اور پیچھے تھے ان کو اور ہدایت ایمانداروں کو (آیت ۵۲، ۶۶)

(۱۳) محقق: اگر موسیٰ کو کتاب دی تھی تو قرآن کا ہونا فضول ہے۔ یہ بات جو بائبل اور قرآن میں لکھی ہے کہ اس کو معجزے کرنے کی طاقت دی تھی قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تھا۔ تو اب بھی ہوتا۔ اگر اب نہیں ہوتا تو پہلے بھی نہیں ہوا تھا جیسے خود غرض لوگ آجکل بھی جاہلوں کے درمیان عالم بن جاتے ہیں۔ ویسے ہی اس زمانہ میں بھی فریب کیا ہوگا۔ کیونکہ خدا اور اس کی پرستش کرنے والے اب بھی موجود ہیں تو بھی اس وقت خدا معجزے کرنے کی طاقت کیوں نہیں دیتا؟ اور نہ وہ معجزے کر سکتے ہیں۔ اگر موسیٰ کو کتاب دی تھی تو دوبارہ

❶ مگر جس کو خدا اجازت بخشے کہ درست بات کہے اور شرک کی سفارش نہ کرے۔

قرآن کے دینے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ اگر بھلائی برائی کرنے نہ کرنیکا اپدیش سب جگہ یکساں ہے تو دوبارہ مختلف کتابوں کے بنانے سے پسے ہوئے کے پیسنے کی مثال عائد ہوتی ہے۔ کیا خدا اس کتاب میں جو کہ موسیٰ کو دی تھی تو کچھ بھول گیا تھا اگر خدا نے ذلیل بندر ہو جانا محض ڈرانے کیلئے کہا تو اس کا کہنا جھوٹا ہوا۔ یا اس نے دھوکا دیا جو ایسی باتیں کرتا ہے وہ خدا نہیں اور جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

(۱۴) مدقق : معجزوں کی بابت خوب پرشن (سوال) کیا سوامی جی! بقول آپ کے ابتداء دنیا میں اگر آدمی جوان جوان پیدا ہوئے تھے (ستیارتھ پرکاش سملاس) تو اب کیوں جوان جوان پیدا نہیں ہوتے اگر کمو کر وہ بچے پیدا ہوتے تو ان کی پرورش کیلئے دوسرے انسان درکار ہوتے (حوالہ مذکور) جس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ اب جوان جوان پیدا ہونے کی ضرورت نہیں تو ٹھیک اسی طرح چونکہ پیغمبر کوئی نہیں۔ اس لئے معجزہ نمائی کی بھی حاجت نہیں۔ آپ نے یہ سوال تو کیا کہ معجزہ نمائی کی اب طاقت کیوں نہیں مگر یہ نہ سوچا کہ پہلے جو طاقت تھی وہ کن کو تھی؟ آج پنڈت جی ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ بتلایئے آپ کی زندگی میں تو آریہ سماج کو ویدوں کی تفسیر لکھنے کی طاقت تھی اب کیوں نہیں۔ کیوں آپ ہی کی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں کیوں آپ کے پورے دو ویدوں کی تیکا (تفسیر) کو پورے دو بھی نہیں کر دکھاتے۔ لالہ صاحب!

کلھو فرحی و تاج شاہی بھرکل کے رسد حاشا وکلا

مزید تفصیل تفسیر ثنائی جلد ثالث میں ملاحظہ ہو۔ بائبل کے ہوتے قرآن کی ضرورت کے متعلق ہم پہلے فقرہ نمبر ۵ میں لکھ آئے ہیں اور سنئے! آپ ہی کے لفظوں میں سناتے ہیں۔

ایشور کا علم غیر متناہی ہے یا نہیں؟ ہے تو پھر کس کام کے لئے ہے؟ اگر کہو کہ اپنے ہی لئے ہے تو کیا ایشور اور پکار (دوسروں کی بھلائی) نہیں کرتا۔ تم یہ کہو گے کہ کرتا ہے پھر اس سے کیا؟ اس سے یہ کہ علم اپنے لئے ہوتا ہے اور دوسروں کیلئے بھی۔ کیونکہ اسکو یہی دو مقصد ہیں اگر ایشور اپدیش (الہام) نہ کرتا تو علم کا دوسرا مقصد فوت ہو جاتا اسلئے ایشور نے اپنے علم (یعنی قرآن ﷺ) کے اپدیش سے اس دوسرے مطلب کو

ﷺ سوامی جی کی تحریر میں دیو ہے

پورا کیا ہے۔ پرمیشور بڑا رحیم ہے۔ اگر ایسا نہ کرتا تو ہمیشہ جہالت کا سلسلہ قائم رہتا اور انسان دھرم اور تھ (دولت) کام (مراد) موکش (نجات) کے حصول سے محروم ہو کر پرم آنند راحت اعلیٰ نہ پا سکتا۔" (رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۸)

بتلایئے! اگر قرآن نہ آتا تو عرب جیسے خونخوار وحشی اور شرک آلود ملک کو کون ہدایت کرتا۔ وید والوں کو تو وراثت بھی معلوم نہ تھا نہ وہ غیروں کو ہدایت کر کے اپنے میں ملاتے تھے۔ نہ وید میں یہ کشش تھی کہ غیر کو کھینچ لاتا جس کا بدیہی ثبوت ہے کہ بقول آپ کے دو ارب سال وید بنے کو ہو گئے آج تک کہیں کسی ملک میں بجز ہند کے کوئی بھی اس کا نام لیوا نہیں کوئی اتا بھی تو نہیں جانتا۔

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی   کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

توریت انجیل والوں کا حال یہ تھا کہ بجائے توحید کے تثلیث میں آج تک باوجود موجودہ تہذیب اور "یہ" اور "وہ" سرشار ہیں نئے قرآن اپنے بیان میں قاصر نہیں ہے وہ اپنی وجہ آپ بتلاتا ہے۔ وید کی طرح "مریداں بے پراند" کا محتاج نہیں۔ خدا عربوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ

عربی میں قرآن اس لئے اتارا ہے تاکہ تم نہ کہنے لگو کہ ہم سے پہلے لوگوں پر کتاب اتری تھی اور ہم ان کی تعلیم سے بے خبر تھے۔

بیشک واقعی ان کو بند رہنا یا تھا۔ جھوٹ کیوں ہوتا۔ مگر ایسے نہیں کہ آپ کو تناسخ کی سوجھے بلکہ ان کے اسی جسم کو جس میں وہ تھے بند رہنا یا تھا نہ کہ حسب معمول ماں کے رحم میں جا کر جیسے ویدک مت والے بنتے ہیں اور کہتے ہیں۔ مفصل رسالہ بحث تناسخ میں دیکھو۔

(۱۵) ترجمہ: "اس طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھو"۔ (آیت ۶۷)

(۱۵) محقق: اگر مردوں کو خدا زندہ کرتا تھا تو اب کیوں نہیں کرتا؟ کیا وہ قیامت کی رات تک قبروں میں پڑے رہیں گے؟ کیا آجکل دورہ پر ہیں؟ کیا اتنی ہی خدا کی نشانیاں ہیں۔ کیا زمین سورج چاند وغیرہ

نشانیاں نہیں ہیں؟ کیا کائنات میں جو گوناگوں مخلوقات سامنے نظر آتی ہے۔ یہ کوئی کم نشانیاں ہیں؟

(۱۵) مدقق: اس آیت کا ترجمہ جو آپ نے لکھا ہے غلط ہے۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ "اسی طرح خدا مردوں کو زندہ کریگا۔" چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب نے یوں ترجمہ کیا ہے "اسی طرح خدا جلاوے گا مردے" پس آپ کا سوال سرے سے غلط ہو گیا۔ جو بناء فاسد علی الفاسد تھا۔ آجکل دورے پیرو نہیں بلکہ جزاء و سزاء بھگت رہے ہیں۔ آپ نے قرآن پڑھا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ!

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ❶

فرعون اور اس کے اتباع کے حق میں فرمایا النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا (صبح و شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے) قیامت میں ایسے ہی جسموں کے ساتھ اٹھیں گے۔ جیسے جسموں کے ساتھ وہ دنیا میں جیتے تھے۔ ورنہ جزا سزا تو مرتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

بیشک کل کائنات خدا کی قدرت کے نشان ہیں۔ دیکھئے خدا فرماتا ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ❷

لیکن سوامی جی! آیت موصوفہ میں کس کس نشانی کا نام لیا ہے اور کس کس کی نفی کی ہے جو آپ یہ اعتراض کرنے بیٹھے ہیں۔

(۱۶) ترجمہ: "وہ ہمیشہ کیلئے بہشت میں رہنے والے ہیں (آیت ۵۷)

---

❶ ایک نیک آدمی شہر والوں کو سمجھاتا تھا۔ انہوں نے اس کو مار دیا۔ خدا فرماتا ہے۔ اسے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے داخل ہو کر کہا کہ کاش میری قوم کے لوگ جانیں کہ کس طرح خدا نے مجھے بخشا اور میری عزت کی۔

❷ یقین کرنے والوں کیلئے کل زمین میں اللہ کی نشانیاں ہیں بلکہ خود تمہارے اندر بھی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

(۱۶) محقق: چونکہ جیو (روح) غیر متناہی گناہ و ثواب کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے ہمیشہ کیلئے بہشت یا دوزخ میں نہیں رہ سکتے اور اگر خدا ایسا کرے تو وہ بے منصف اور لاعلم ٹھہرے۔ اگر قیامت کی رات انصاف ہو گا تو انسانوں کے گناہ و ثواب مساوی ہونے چاہئیں۔ اگر اعمال غیر متناہی نہیں ہیں تو ان کا ثمرہ غیر متناہی کیونکر ہو سکتا ہے؟؟ اور مسلمان لوگ دنیا کی پیدائش سات آٹھ ہزار برس سے بھی کم بتلاتے ہیں۔ کیا اس سے پیشتر خدا نکما بیٹھا رہا تھا؟؟ اور کیا قیامت کے پیچھے بھی نکما رہے گا۔ یہ باتیں لڑکوں کی باتوں کی مانند ہیں۔ کیونکہ پرمیشور کے کام ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور جس قدر کسی کے گناہ و ثواب ہوتے ہیں اس کے مطابق ہی اسکو وہ ثمرہ دیتا ہے لہٰذا قرآن کی یہ بات سچی نہیں ہے۔

(۱۶) مدقق: سوامی جی کو اگر عدالت مل جاتی تو شاید چور کو اتنی ہی مدت قید کرتے جتنی اس نے چوری کرنے میں خرچ کی ہوتی۔ پنڈت جی اگر اعمال کے وقت جتنی جزا سزا ہے تو کرشن جی گیتا میں کیوں کہتے ہیں کہ روح نیک اعمال کر کے تناسخ کے چکر سے چھوٹ جاتی ہے گو آپ اس کو کسی خاص وجہ سے نہ مانتے ہوں، لیکن کرشن جی کا پرمان آپ کے گمان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپ کسی دلیل سے بتلا دیں کہ اعمال کے وقت سے مساوی جزا سزا کا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ قانون شاہی میں ہم ایسے جرم بھی دیکھتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت میں کئے جاتے ہیں۔ اور عمر بھر قید ان کی سزا ہے چنانچہ آپ بھی بحوالہ منو جی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۱ سملاس چھٹا نمبر ۳۲) پر لکھتے ہیں کہ "سرکاری ملازم کو رشوت لینے پر ضبطی جائداد اور تمام عمر کیلئے جلاوطن اور جھوٹی گواہی دینے پر زبان کاٹ ڈالی جائے اور بعد مرگ راحت سے بے نصیب۔"

فرمائیے! مدت کے مساوی سزا ملی یا زیادہ۔ سچ پوچھو تو اپنی من گھڑت باتوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی کو بجز ندامت کے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں یہ خوب دلیل ہے جو پنڈت جی نے فقرہ نمبر ۱۰۳ میں دی ہے۔

"اگر مٹھائی روز کھایا جائے تو تھوڑے ہی دنوں میں زہر کی مانند معلوم ہونے لگتی ہے۔" سملاس ۱۴ (نمبر ۱۰۳)

بھلا سوامی جی! آپ نے میٹھے کی مثال دی تو نمکین کی کیوں نہ دی۔ اگر کوئی مدت مدید تک میٹھا کھا کر میٹھے سے گھبراتا ہے تو اسلئے کہ میٹھا اس کے مرغوب خاطر اس قدر نہیں ہوتا جس قدر نمکین ہوتا ہے۔ پس وہ میٹھے سے نہیں بلکہ غیر مرغوب چیز سے نفرت کر جاتا ہے کیا ہی سمجھ کا پھیر ہے۔ بھلا اگر کوئی شخص دنیا میں بہت مدت تک عیش و آرام میں رہے تو کسی وقت اس کا جی چاہتا ہو گا کہ میں قید خانہ میں بھی کچھ مدت گزاروں؟

سماجیو! تم دھرم سے کہنا۔ آٹھ ہزار سال دنیا کی عمر آپ نے کہیں قرآن کے اکتیسویں ❶ پارہ میں تو نہیں دیکھی؟ کسی آیت یا حدیث میں یہ مضمون نہیں ملتا بلکہ محض آپ کا یا آپ جیسوں کا خیال ہے۔

ہاں خوب کہی کہ اس سے پیشتر خدا نکما بیٹھا تھا پنڈت جی! لیجئے ہم آپ کو بتلاتے ہیں یہ تو آپ کی معمولی بات ہے کہ مسلمان دنیا کی عمر آٹھ ہزار سال سے مانتے ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ مسلمان بڑے پاپی ہیں کہ ماسوی اللہ کل کائنات کو حادث (نوین) ضرور جانتے ہیں۔ کیونکہ کل کائنات مرکب ہیں اور مرکب کبھی قدیم (اناوی) نہیں ہو سکتا۔ اس تقریر کی وضاحت کیلئے آپ ہی کے کلام کو پیش کرنا مناسب ہے۔ آپ خود ناستکوں (دہریوں) کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"بغیر فاعل کے کوئی بھی حرکت یا حرکت سے پیدا ہونے والی شے نہیں بن سکتی جو زمین وغیرہ اشیاء ترکیب خاص سے طرح بنی ہوئی نظر آتی ہیں وے ازلی بھی نہیں ہو سکتیں۔"

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۸۲ سملاس (۸) نمبر (۲۸)

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

نیز صفحہ ۷۵۵ پر لکھتے ہیں:

جو اتصال سے پیدا ہوتا ہے وہ ازلی ابدی کبھی نہیں ہو سکتا۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۱۲)

یہی فرماتے کہ دنیا کی عمر چاہے آپ کتنی ہی نکالیں اور کتنے ہی اس کے کلپ (ادوار) پیدا کر لیں۔ مگر اس سے تو آپ انکار نہیں کر سکتے کہ دنیا مرکب ہے اور جو مرکب ہے حادث (نوین) ہے نتیجہ صاف ہے کہ دنیا کے حدوث کی ابتدا ہے جس سے پہلے وہ نہ تھی۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔

❶ قرآن کے کل تیس پارہ ہیں۔

"جو شے اتصال سے بنی ہے۔ وہ اتصال سے پیشتر نہیں ہوتی۔ اور انفصال کے اخیر بھی نہیں رہتی۔" (صفحہ ۲۸۸ ستیارتھ پرکاش باب (۸) نمبر (۲۸))

پس آپ کے کلام سے بھی لازم آیا کہ خدا کسی وقت نکما بیٹھا ہوگا۔ ایسا ہی کسی وقت نکما بیٹھے گا۔ اگر آپ کہیں کہ گو موجودہ دنیا کی ابتدا و انتہا ہے۔ مگر اس کا سلسلہ ازلی ہے ایک دنیا کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری علی ہذا القیاس (ستیارتھ پرکاش باب (۸) نمبر ۳۳) تو یہ آپ کے اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اناوی پدارتھ (قدیمی اشیاء) آپ نے صرف تین ہی گنی ہیں۔ پرمیشور (خدا) جیو (روح) پرکرتی (مادہ عالم) نا قابل تقسیم اجزا (ستیارتھ پرکاش باب ۸)

پس! اگر ان چیزوں کے سوا دنیا کے سلسلہ کو بھی آپ نے قدیم اور ازلی مانا تو چار چیزیں کیوں ازلی نہیں مانتے ہو۔ جس سے دہریہ پن کی بنیاد پختہ ہو۔ یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ اجزاء خارجیہ ❶ کو کل پر تقدم زمانی ہوتا ہے۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ایک وقت ضرور ایسا ہوتا ہے کہ اجزاء ہوں۔ مگر کل جو ان سے بنا ہے۔ نہ ہو۔ چنانچہ آپ بھی مانتے ہیں کہ "جو شے اتصال سے بنی ہے۔ وہ اتصال سے پیشتر نہیں ہوتی۔" (حوالہ مذکور) پس اس اصول کے مانتے ہوئے بھی دنیا کے سلسلہ کو قدیم کہنا تقسیم کا قائل ہونا ہے جو داناؤں سے بعید ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ دنیا کا سلسلہ کسی خاص وقت سے چلا ہے۔ جس کو خدا نے اس کیلئے مناسب سمجھا اس سے پہلے خدا بیکار ہو یا باکار۔ ہم دونوں کے سوچنے سے باہر ہے۔ ہمارا تو صرف اتنا ہی قول ہے کہ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ "خدا نے سب چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔"

جب کچھ نہ تھا تب نرا کار تھا خلقت کا پیدا کرتا نرا کار تھا

(۱۷) ترجمہ: "اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا نہ ڈالو تم لہو اپنے آپس کے اور نہ نکال دو کسی آپس ❷ اپنے کو گھروں اپنے سے۔ پھر اقرار کیا تم نے اور تم شاہد ہو۔ پھر تم وہ لوگ ہو کہ مار ڈالتے ہو آپس اپنے کے اور نکال دیتے ہو۔ ایک فرقے کو آپ میں سے گھروں ان کے سے۔" (آیت ۸۴، ۸۵)

❶ اجزا خارجیہ ان کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں آ سکیں جیسے دیوار کی اینٹیں۔
❷ اسی طرح سلسلہ ہے ۱۲

(۱۷) محقق: بھلا اقرار کرنا اور کرانا محدود العقل آدمیوں کی بات ہے یا خدا کی؟ جب خدا ہمہ دان ہے تو ایسی بیہودہ باتیں دنیاداروں کی مانند کیوں کریگا؟ آپس میں لہو نہ بہانا اور اپنے ہم مذہبوں کو گھر سے نہ نکالنا اور دوسرے مذہب والوں کا لہو بہانا اور گھر سے انہیں نکال دینا بھلا کونسی اچھی بات ہے؟ یہ تو بیوقوفی اور طرفداری سے بھری ہوئی فضول بات ہے۔ کیا خدا پہلے ہی سے نہیں جانتا تھا کہ یہ اقرار کے خلاف کریں گے؟ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا بھی عیسائیوں کی بہت سی صفات رکھتا ہے اور یہ قرآن دوسری کتاب کا محتاج ہے۔ کیونکہ اس کی تھوڑی سی باتوں کو چھوڑ کر باقی سب بائبل کی ہیں۔

(۱۷) مدقق: ایسے لایعنی اعتراض اگر کوئی اور کرتا تو اس کی شکایت بھی ہوتی۔ پنڈت جی کی طبیعت میں تو ایسی باتیں بھری ہوئی تھیں۔ اس لئے بحکم "العادۃ طبیعۃ ثانیہ" کسی قدر معذور ہیں۔ کیا عجب منطق بگھاری ہے کہ اقرار کرانا بھی محدود العقل آدمیوں کا کام ہے۔ پنڈت جی! خدا کے اقرار لینے کے معنی حکم کے ہوتے ہیں۔ اگر حکم دینا بھی محدود العقل آدمی کا کام ہے تو تمام وید جو ان کی تفسیر لکھنے کی تکلیف کیوں گوارا کی تھی؟ آخر اس میں بھی حکم احکام ہیں۔ باقی مرنے مارنے کا جواب فقرہ نمبر ۹ میں آچکا ہے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ "پہلے نہیں جانتا تھا کہ یہ اقرار کے خلاف کریں گے۔" کیا پرمیشور نہیں جانتا تھا کہ آریہ ورت کے آریوں نے میری مجوزہ ہدایتوں پر تو عمل کرنا نہیں۔ جس کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں محمود غزنوی اور محمد غوری سے دیا جائے گا۔ پھر کیوں ہتھیاروں کی صفائی اور تیس رکھنے کی ہدایت کرتا رہا (یجروید، دیکھو نمبر ۱۳) ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی؟

"سچ ہے بہت لوگ ایسے ضدی ہوتے ہیں کہ وہ علم کے خلاف مناظرہ کیا کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں بحث کرنا دل ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

(۱۸) ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ مول لیا زندگانی دنیا کو بدلے آخرت کے۔ پس نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ (آیت ۸۶)

(۱۸) محقق: بھلا ایسی نفرت و حسد کی باتیں بھی خدا کی طرف سے ہو سکتی ہیں، جن لوگوں کے گناہ بخشے کیے جائیں گے۔ یا جن کو مدد دی جائے گی۔ وے کون ہیں؟ اگر وے گنہگار ہیں اور گناہوں کے بلا سزا دیئے بخشے کیے جائیں گے تو بے انصافی ہوگی۔ جو سزا دے کر بخشے کیے جائیں گے۔ تو جن کا بیان اس آیت میں ہے یہ بھی سزا پا کے بخشے ہو سکتے ہیں اور سزا دیکر بھی بخشے نہ کیے جائیں گے۔ تو بھی بے انصافی ہوگی۔ اگر گناہوں سے بخشے کیے جانے والوں سے مطلب پرہیزگاروں سے ہے تو ان کے گناہ تو آپ ہی بخشے ہیں۔ خدا کیا کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تحریر کسی عالم کی نہیں اور دراصل دھرماتماؤں کو سکھ اور ادھرمیوں کو دکھ ان کے اعمالوں کے مطابق ہمیشہ دینا چاہئے۔

نہ محقق بود نہ دانشمند — چارپایہ بروکتابے چند

(۱۸) مدقق: پنڈت جی! اتنی نفرت کہ "میں بدکار ظالموں کو بھی اشیرباد نہیں دیتا۔" (رگ وید اشٹک ۱، ادھیائے ۲، ورگ ۱۸، منتر ۴)۔ اگر مگر "میں آپ نے جتنا وقت کھویا کسی عربی پاٹھ شالا میں جا کر اس آیت کا مطلب پوچھ لیتے۔ کہ یہ لوگ کون ہیں تو اتنی تکلیف آپ کو نہ ہوتی۔ نہ اسلام کی نسبت غلط فہمی پھیلانے کا آپ کو پاپ ہوتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو آپ بھی ستیارتھ پرکاش باب (۱۰) میں بحوالہ منوجی کہہ آئے ہیں کہ۔

"جو شخص وید کی مذمت کرتا ہے وہی ناستک (ملحد) ہے۔"

بلکہ یہ وہی ہیں جن کی بابت وید میں کہا گیا ہے۔

"وہ پرمیشور کی عمل حمایت سے محروم رہ کر ہمیشہ کی موت یعنی جیتے مرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔" (یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۳)

سنو اور غور سے سنو! اصل الفاظ قرآنی یہ ہیں۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ

ترجمہ: "انہی لوگوں نے دین کے بدلے دنیا کو پسند کیا۔ پس ان سے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی اور نہ ہی ان کو کسی سے مدد پہنچے گی۔"

سماجیو! اگر عربی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہو تو ان الفاظ پر غور کرو۔ نہیں تو ترجمہ ہی دیکھ لو اور اپنے سوا اس کے اعتراضوں کی داد دو۔

(۱۹) ترجمہ: "اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پیچھے ہم پیغمبر کو لائے اور دیے ہم نے عیسیٰ بیٹے مریم کو معجزے ظاہر اور قوت دی ہم نے ساتھ روح پاک کے۔ کیا پس آیا جب تمہارے پاس ساتھ اس چیز کے کہ نہیں چاہتے جی تمہارے تکبر کیا تم نے پس ایک فرقہ کو جھٹلایا تم نے اور ایک فرقے کو مار ڈالتے ہو (آیت ۸۷)

(۱۹) محقق: جب قرآن میں شہادت ہے کہ موسیٰ کو کتاب دی تو اس کا ماننا مسلمانوں کیلئے لازم آیا اور جو جو اس کتاب میں نقص ہیں وہ بھی مسلمانوں کے مذہب میں آگئے اور معجزے کی باتیں سب فضول ہیں اور سادہ لوح آدمیوں کے بہکانے کے واسطے گھڑی گئی ہیں۔ کیونکہ قانون قدرت اور علم کے برخلاف تمام باتیں جھوٹی ہی ہوا کرتی ہیں۔ اگر اس وقت معجزے تھے تو اب کیوں نہیں ہوتے۔ چونکہ اس وقت نہیں ہوتے۔ اس لئے اس وقت بھی نہیں ہوتے تھے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔

(۱۹) مدقق: بائبل کے ماننے کے الزام کا جواب نمبر ۵ میں دے چکا ہوں۔ پنڈت جی کی عادت ہے کہ سادہ لوحوں کے بہکانے کو نمبروں کی تعداد بڑھاتے ہیں۔ معجزوں کا جواب بھی نمبر ۱۳ میں ہو چکا ہے۔

(۲۰) ترجمہ: "اور اس سے پہلے کافروں پر فتح چاہتے تھے۔ جو کچھ پہچانا تھا۔ جب اس کے پاس وہ آیا جھٹ کافر ہو گئے۔ کافروں پر لعنت ہے۔ اللہ کی۔" (آیت ۸۹)

(۲۰) محقق: جس طرح تم غیر مذہب والوں کو کافر کہتے ہو۔ اسی طرح کیا وہ تم کو کافر نہیں کہتے؟ اور وہ اپنے مذہب کے خدا کی طرف سے تمہیں لعنت دیتے ہیں۔ پھر کہو کون سچا اور کون جھوٹا ہے؟ جب غور سے دیکھتے ہیں تو سب مذہب والوں میں جھوٹ پایا جاتا ہے اور جو سچ ہے وہ سب میں یکساں

ہے۔ یہ سب جھگڑے جہالت کے ہیں۔

(۳۰) **مدقق:** اس فقرہ میں تو سوامی نے فیصلہ ہی کر دیا۔ جس کا مطلب ان لفظوں میں سمجھنے سے کوئی امر مانع نہیں کہ ستیارتھ پرکاش جس میں تمام مذاہب کا کھنڈن (رد) ہے۔ بالکل جہالت سے بھری ہوئی ہے۔ ہم اگر یہ بات کہتے تو ہمارے سماجی دوست ہم سے ناراض ہوتے اور ہمیں متعصب اور کیا نہیں کیا القاب بخشتے۔ مگر شکر ہے کہ مدعی کے اپنے بیان نے فیصلہ کر دیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں — زلیخا نے کیا خود پاکدامن ماہ کنعاں کا ❶

باقی رہا غیر قوموں کا ہمیں کافر کہنا۔ ہم اس سے ناراض نہیں۔ "کافر" کے معنی "منکر" کے ہیں۔ ہم خود کہتے ہیں۔

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ

ترجمہ "ہم تمہارے دین سے منکر ہیں۔ مذہبی امور میں ہماری تمہاری مخالفت ہمیشہ کیلئے ہے۔ جب تک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ۔" (قرآن شریف)

ہاں سوامی جی! جس طرح آپ وید کے منکروں کو دہریہ اور ملحد کہتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی اور ہندو آپ کو بوجہ انجیل اور پورانوں سے انکار کرنے کے بے دین سمجھتے ہوں گے۔ پھر کہئے! تم میں سے کون جھوٹا اور کون سچا ہے؟ یہاں تو سوامی جی بڑی صلح کی پالیسی چلے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ پنڈت جی کے کئی رنگ ہیں۔ لیکن

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش — من انداز قدت را مے شناسم

(۳۱) **ترجمہ:** "خوشخبری ایمانداروں کو اللہ، فرشتوں، پیغمبروں، جبرائیل اور میکائیل کا جو دشمن ہے۔ اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔" (آیت ۹۸)

❶ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۔

(۲۱) محقق: جب مسلمان کہتے ہیں کہ خدا لاشریک ہے۔ پھر یہ فوج کی فوج شریک کہاں سے کر دی؟ کیا جو اوروں کا دشمن ہے وہ خدا کا بھی دشمن ہے؟ اگر ایسا ہے تو ٹھیک نہیں۔ کیونکہ خدا کسی کا دشمن نہیں ہو سکتا۔

(۲۱) مدقق: ترجمہ مرقومہ بالا کے دیکھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دیانند جی کو غلط بیانی میں کہاں تک آنند (مزہ) آتا ہے۔ ترجمہ ایسا نقل کیا ہے جس کا سر ہے نہ پیر ہے کیوں نہ ہو۔ سوامی کا پرمان کیا ہی سچ ہے۔

"آگے پیچھے نہ دیکھنے والے جاہلوں کو علم کہاں۔" مجموعہ کا صفحہ ۵۲۔

مگر خیر ہمیں تو ان کے سوال کا جواب دینا ہے۔ سماجی مترو گلا پھاڑ پھاڑ کر پرمیشور اکیلا سرب شکتی مان کہتے ہیں۔ پھر کیا سبب ہے کہ وید بتلاتا ہے۔

"پرماتما کے اس عظیم قدرت کو جس کی دیوتا حفاظت کرتے ہیں کون جان سکتا ہے۔" (اتھروید کانڈ ۱۰ پرپاٹھک ۲۳ انوواک ۴ منتر ۲۳)

وید یہ بھی بتلا رہا ہے۔

"تینتیس دیوتا اس پرماتما کے تقسیم کئے ہوئے فرائض کو پورا کر رہے ہیں۔ وہ اس کی قدرت کے جزوی مظہرات ہیں۔ جو لوگ اس برہم یعنی وید یا مجموعہ کل اشیاء کو پہچانتے ہیں۔ وہی ان تینتیس دیوتاؤں کو جانتے اور ان کو اسی ایک برہم کے سہارے قائم مانتے ہیں۔" (ایضاً منتر ۲۷)

جب پرمیشور ایک لاشریک ہے تو پنڈت جی یہ فوج (شریک) کہاں سے آ گئی۔ یہ ہے سوامی جی کی لیاقت علمی۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مخلوق کا خدا کے نام کے ساتھ محض ذکر آ جانا شرک نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اسی حیثیت سے آئے جس حیثیت سے خدا کا نام آیا ہے تو شرک ہوتا ہے۔ بھلا اگر کوئی کہے کہ خدا اس پاپی کو نشٹ کرے۔ جس نے دیانند جی کو زہر سے ہلاک کیا تو کیا یہ بھی شرک ہے؟

ناظرین! پنڈت جی کے اسی فقرے پر آپ حیران نہ ہوں۔ آگے بھی بہت سے مواقع ❶ آپ سنیں گے کہ سوامی جی شرک سے ایسے ہی بھاگے ہیں۔ جیسے گوشت خوری

❶ فقرہ نمبر ۵۲ و فقرہ نمبر ۵۵ وغیرہ

ہے۔ چنانچہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو ملانا بھی شرک سمجھیں گے۔ کیوں نہ ہو بچارے سانپوں کے ڈسے ہوئے رسیوں سے ڈرتے ہیں۔ مدتوں کے شرک اور بت پرستی میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے اعتراضات سن سن کر اس راستے پر آئے ہیں۔ اس لئے کسی قدر معذور بھی ہیں۔ مگر افسوس ہے

کس نیا موخت علم تیر از من　　　　کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

ہاں یہ خوب کہی کہ "خدا کسی کا دشمن نہیں ہو سکتا۔" ہم پنڈت جی کے حافظہ کی کہاں تک شکایت کریں۔ ایشور کا فرمان سنئے! اور غور سے سنئے!

میں بدکار ظالموں کو بھی آشیرباد (نیک دعا) نہیں دیتا۔ (رگ وید' اشٹک ا' ورگ ۱۸' منتر ۲)

بتلایئے! یہ کون لوگ ہیں۔ جن کو آشیرباد نہیں ملتی دی ہیں جن کو قرآن میں عدو اللہ یا اِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ کہا گیا ہے۔ سوامی جی یہ سمجھے بیٹھے ہونگے کہ جس طرح ہم اپنے دشمن کو ہو سکے تو دم بھر جینے نہیں دیتے۔ خدا بھی ایسا ہی کرتا ہوگا۔ مگر ان کو معلوم نہیں۔ ہے

ولیکن خداوند بالا و پست　　　　بہ عصیاں در رزق بر کس نہ بست

(۲۲) ترجمہ: "اور کہو کہ معافی مانگتے ہیں ہم۔ معاف کریں گے تمہارے گناہ اور زیادہ نیکی کرنے والوں کے ❶

(آیت ۵۹)

(۲۲) محقق: بھلا یہ خدا کی ہدایت سب کو گنہگار بنانے والی ہے یا نہیں۔ کیونکہ جب گناہ معاف ہونے کا سہارا آدمی کو ملتا ہے۔ تب گناہوں سے کوئی بھی نہیں ڈرے گا۔ اس واسطے ایسا کہنے والا خدا اور یہ خدا کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ وہ عادل ہے۔ بے انصافی کبھی نہیں کرتا اور گناہ معاف کرنے سے تو بے انصاف ہو جاتا ہے۔ مگر جیسا قصور ہو ویسی سزا دینے سے ہی عادل ہو سکتا ہے۔

---

❶ ایسا ہی مطلوب ہے

(۲۲) مدقق: یہ مسئلہ سوامی جی کا قابل غور ہے۔ اس کو پنڈت جی نے کئی ایک موقعوں پر لکھا ہے۔ جن سب کا مطلب یہی ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ہم حسب وعدہ پہلے وید منتر مسئلہ سوامی بیان کر کے اس کا مدعا ساجیوں سے پوچھتے ہیں۔ منتر مذکور سے پہلے خود پنڈت جی بھومکا میں ایک تمہید لکھتے ہیں۔ وہ بھی قابل غور ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اس ایشور کی ہدایت کئے ہوئے دھرم کو ماننا ہر انسان پر یکساں فرض ہے اور چونکہ اس کی مدد کے بغیر سچے دھرم کا علم اور پابندی اور تکمیل کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہر انسان کو ایشور سے اس طرح مدد مانگنی چاہئے۔"

"اے اگنی (پرمیشور) عہد و صداقت کے مالک و محافظ میں سچے دھرم پر چلوں گا۔ یعنی اس کی پابندی کروں گا۔ اے پرمیشور مجھے سچے نیک چلن اور دھرم پر عمل کرنے کی طاقت ہو۔ آپ مجھ کو ہمت دیجئے۔ کہ میرا یہ سچے دھرم کا عہد آپ کی عنایت سے پورا ہو۔ (عہد یہ ہے) میں آج سے سچے دھرم کی پابندی اور جھوٹ کھوٹے چلن اور ادھرم سے دوری اختیار کرتا ہوں۔" (یجروید ادھیائے ۱ منتر ۵)

اب سوال یہ ہے کہ اس عہد کے مطابق جس کو اسلامی محاورہ میں توبہ کہتے ہیں۔ اس عہد (توبہ) کرنے والے کو کیا فائدہ؟ خدا کے سامنے تو ایسی عاجزی سے اظہار اخلاص کیا اور وہاں سے جواب ملا کہ تیرے پچھلے گناہ تو بدستور ہیں۔ جن کی پاداش میں تو ایک دفعہ پاخانہ کا کرم یا جنگل کا بندر یا بن کا سور بنے گا۔ کیونکہ بغیر اس کے ہمارا عدل اور رحم بگڑتا ہے۔ البتہ آئندہ کو اگر تو نے کچھ نیک کام کئے تو ان کا تجھے عوض ملے گا۔ بھلا بتلائیے ایسے ایشور سے تو معمولی بنئے دکاندار بھی کئی درجے اچھے ہیں یا نہیں؟ جن کے نوکر اگر اخلاص سے توبہ کریں اور آئندہ کو فرمانبرداری اور نیک چلنی کا عہد کریں تو وہ بھی ایک دو دفعہ ان کو بخش ہی دیتے ہیں۔ مگر پرمیشور ایسا دیالو (مہربان) ہے کہ باوجود یہ کہ اسے بندے کے دل کا حال بھی بخوبی معلوم ہے۔ کہ وہ محض اخلاص سے میرے آگے گڑگڑاتا ہے۔ تاہم اس کے حال پر رحم کر کے اس کے قصور معاف نہیں کرتا۔ سچ پوچھو تو پرمیشور بھی سچا ہے۔ وہ (بقول آریہ سماج) اسی طرح توبہ پر گناہ معاف کرتا جائے تو اس کے ملک اور حکومت میں خلل آتا ہے کیونکہ انہیں بدکاروں کو تو اس نے حیوانی قالبوں میں ڈال کر دنیا کو آباد رکھنا ہے اگر یہی چیزیں ہاتھ سے نکل گئیں تو وہ لائے گا کہاں سے؟ فافہم (تمیز)

تعجب تر تو یہ ہے کہ سوامی جی کے منہ سے بھی کبھی بلا اختیار سچی بات نکل جاتی ہے گو کسی پیرایہ میں نکلے۔ آپ خود ستیارتھ پرکاش باب ۷ نمبر ۱۳ میں مانتے ہیں کہ عدل اور رحم خداوندی آپس میں متضاد نہیں۔ پس ہم بھی پنڈت جی کی تقریر کی تشریح کرنے کو انہیں اور ان کے چیلوں کو بتلاتے ہیں کہ عدل کے معنی ہیں وضع الشیء فی محلہ (ہر ایک چیز کو اس کے ٹھکانے پر رکھنا) اور رحم کے معنی ہیں ارادہ خیر" یا کسی کی حالت زار پر ترس کھانا۔ "یہ صفت" ارادہ خیر" پنڈت جی بھی خدا کی نسبت مانتے ہیں۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۵ سملاس (۷) نمبر ۱۹) پس آپ بتلایئے کہ ایک شخص جو دلی اخلاص سے خدا کے آگے بغیر کسی عذاب دیکھنے کے گڑگڑاتا ہے۔ توبہ کرتا ہے۔ تو اس کا عدل (جس کے معنی تھے ہر ایک چیز کو ٹھکانے پر رکھنا) اس توبہ کیلئے بھی کوئی محل تجویز کریگا اور اس کی گریہ وزاری اور بے ریکھے آہ و بکا کا بھی کوئی محل ہے؟ بندوں کے ہر ایک فعل کے لئے جب کوئی نہ کوئی محل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس فعل (توبہ) کا کوئی محل نہ ہو۔ پس بتلایئے کہ قبول توبہ عین عدل اور رحم دونوں ہے یا نہیں۔ بلکہ توبہ کا قبول نہ ہونا اور گناہوں کا معاف نہ ہونا سراسر ظلم اور خلاف عدل ❶ ہے۔ کیونکہ وضع الشیء فی محلہ (چیزوں کا ٹھکانہ پر رکھنا) کے خلاف ہے۔ اصل میں سوامی جی کو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) اور حقوق اللہ (خدا کے حقوق) میں اشتباہ ہو گیا۔ سوامی کی تقریر سے جو صفحہ ۳۵۰ ستیارتھ پرکاش سملاس (۷) پر ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دونوں میں تمیز نہیں۔ سو ہم اپنے سماجی دوستوں کو بتلاتے ہیں کہ ان میں بہت بڑا فرق ہے اور ہم بھی قسم اول میں قبول توبہ کے قائل نہیں۔ جب تک وہ شخص جس کا کچھ نقصان کیا ہو۔ معاف نہ کرے۔ کیونکہ اس سے انتظام عالم بگڑتا ہے اور قسم ثانی میں قبول توبہ کو مانتے ہیں۔ بشرطیکہ صدق دل اور خاص نیت سے محض خدا کے عذاب اور اپنی سوء عاقبت کے خوف سے توبہ کرے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ توبہ کرتے وقت آئندہ کا پختہ خیال جی میں اس کام کے نہ کرنے کا کرے۔ سنو!

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

---

❶ هذا على تسليم المخالف و إلا فالعفو فضل من الله

ترجمہ "اللہ کے نزدیک توبہ انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہے۔ جو غلبہ نفسانی میں پھنس کر برے کام کرتے ہیں۔ پھر جھٹ سے توبہ کرتے ہیں۔"

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ "معافی اُن لوگوں کے لئے ہے جو گناہ کر کے خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر بخشش مانگتے ہیں اور (جانتے ہیں کہ) خدا کے سوا کوئی گناہ بخش نہیں سکتا۔ اور اپنے کئے پر دانستہ اڑے نہیں رہتے۔"

سوامی جی! نے اس پر بھی غور سے کام نہیں لیا کہ جتنی صفات کمال دنیا میں ہیں ان سب کا سرچشمہ صفات خداوندی ہیں۔ مثلاً سخاوت ایک صفت کمال ہے تو دراصل اسی سرچشمہ کا ایک نشان ہے۔ ایسا ہی عدل' رحم' محبت وغیرہ صفات کمال سب کی سب اسی سرچشمہ کے نشان ہیں۔ جس کو اللہ' پرمیشور' گاڈ' خدا وغیرہ کہتے ہیں۔ پس جب ہم دنیا میں بہت سے مقدمات میں مدعیان اور مستغیثان کو معاف کرتے بھی دیکھتے ہیں۔ اور ان کی تعریف کرتے ہیں اور بسا اوقات کہا کرتے ہیں کہ۔ ؎

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

تو خدا کی نسبت کونسی دلیل اس صفات کمال کے ماننے سے ہمیں مانع ہے' ہاں سوامی جی کا یہ کہنا کہ توبہ سے گناہوں کی جرات ہوتی ہے۔ عجب حیرت افزا ہے۔ پنڈت جی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیاوی کاروبار میں جس میں بندوں کو اپنے قصور کی معافی کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ معافی سے جرات اور دلیری نہیں ہوتی۔ تو خدائی معافی میں جس کا علم بھی دنیا میں قطعی طور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ موجب جرات ہوگا؟ ہاں ایسے آدمیوں کی توبہ اسلام میں بھی قبول نہیں۔ جو گناہ کرتے ہوئے یہ دلیری رکھیں کہ توبہ سے گناہ معاف کرا لیں گے۔ پس ہم فرمان خداوندی سنا کر اس فقرہ کو ختم کرتے ہیں سنو! اور غور سے سنو

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (دوسری آیت)

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ

ترجمہ "تو میرے گنہگار بندوں کو کہہ دے کہ میری رحمت سے بے امید نہ ہوں۔ بیشک اللہ (توبہ کرنے پر) سب گناہ معاف کر دے گا (دوسری آیت) وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔"

(۲۳) ترجمہ: "جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مار اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔" (آیت ۶۰)

(۲۳) محقق: دیکھئے ان ناممکن باتوں کے برابر کوئی دوسرا شخص کیا کہے گا؟ ایک پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشموں کا نکلنا بالکل ناممکن ہے۔ ہاں اس پتھر کو اندر سے پولا کر کے اس میں پانی بھرنے اور بارہ سوراخ کرنے سے ایسا ہو ناممکن ہے اور کسی طرح نہیں۔

(۲۳) مدقق: معجزہ کے ممکن اور غیر ممکن ہونے کے متعلق ہماری مفصل تقریر تفسیر ثنائی جلد ثالث حاشیہ نمبر اول میں ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ معجزہ غیر ممکن نہیں بلکہ اس کا نبوت کے ساتھ ایک ایسا مجہول الکیفیت تعلق ہے۔ جیسا کہ انسان کی روح اور عقل کا جسم کے ساتھ۔ پس جہاں نبوت ہوگی وہاں معجزہ کا ہونا قانون قدرت ہے۔ بلا نبوت معجزہ نہیں۔ پنڈت جی کے اس قول سے تو سب سے زیادہ حیرانی ہے۔ کیونکہ فقرہ ۳۷ میں خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

"جس مذہب کو ہزاروں کروڑوں آدمی مانتے ہوں اس کو جھوٹا کہنے والے بڑے گرجھوٹا کون ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۶۹۷ سمولاس ۱۳ نمبر ۳۷)

لیکن یہاں پر یہ قاعدہ بھول گئے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ معجزہ کو سوا آپکی ذات خاص یا آپ کے چیلوں کے (جن کا شمار ہاتھوں کی انگلیوں پر ہو سکتا ہے) سب اہل مذاہب (مسلمان، یہودی، عیسائی، ہندو، بدھ وغیرہ) مانتے ہیں۔ اور اپنے اپنے بزرگوں کی نسبت بہت سے معجزات اور کرامات کا اپنے لفظوں میں اظہار کرتے ہیں۔ پس آپ خود ہی فیصلہ دیں کہ آپ جو ایسی بات کو جسے قریب قریب کل دنیا کے لوگ مانتے ہیں کھنڈن (رد) کرتے

ہیں۔ آپ سے بڑھ کر..... کون ہے؟

معجزہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ عام مروجہ طریق کے خلاف واقعہ ہوتا ہے۔ جس کو سپر نیچرل (خلاف قانون قدرت) کہتے ہیں۔ بس اس امر کی تحقیق پر سارا مدار ہے۔ اگر اس کا ثبوت ہو جائے کہ مروجہ عادت کے خلاف بھی ہوا یا ہو سکتا ہے اور کم سے کم فریقین (اہل اسلام اور آریہ) میں مسلم ہو جائے تو دونوں میں سے کسی کا حق نہیں کہ معجزہ پر اعتراض کرے پس آئیے اسی اصولی مسئلے کی ہم تحقیق کریں۔

ناظرین! یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہوگا۔ جس کی آپ شہادت دے سکتے ہیں کہ عام مروجہ طریق یہ ہے کہ انسان کو پیدائش سے پہلے کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ نہ آئندہ بعد موت کے واقعات بتا سکتا ہے۔ گو آریہ سماجی موجودہ زندگی سے پہلی زندگی کے قائل ہیں لیکن اتنا وہ بھی مانتے ہیں کہ گذشتہ اور آئندہ واقعات کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کے متعلق سوامی دیانند جی کی ہدایت سناتے ہیں۔ آپ سوال و جواب کی صورت میں لکھتے ہیں:

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

سوال: اگر جنم بہت ہیں تو پہلے جنم اور موت کی باتیں کیوں یاد نہیں رہتیں؟

جواب: جیو محدود العلم ہے۔ ہر سہ زمانہ کو مشاہدہ میں لانے والا نہیں اس لئے یاد نہیں رہتا۔ اور جس من کے ذریعے علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک وقت میں دو علم حاصل نہیں کر سکتا۔ بھلا پہلے جنم کی بات تو دور رہنے دیجئے۔ اس جسم میں جیو جب حمل میں ہوتا ہے۔ جہاں جسم تیار ہوا اور پھر متولد ہوا۔ نیز پانچ سال کی عمر سے پہلے جو جو باتیں ہوئی ہیں۔ ان کو کیوں یاد نہیں کر سکتا۔ علی ہذا القیاس بحالت بیداری یا خواب بہت سا کاروبار بدیہی طور پر کر کے سشپتی یعنی گہری نیند کی حالت میں اس عالم بیداری وغیرہ کے کاروبار کیوں یاد نہیں کر سکتا اور تم سے کوئی پوچھے کہ بارہ برس سے پہلے تیرھویں برس کے پانچویں مہینے کے نویں دن دس بجے پر پہلے منٹ میں تم نے کیا کیا تھا۔ تمہارا منہ' ہاتھ' کان' آنکھ' جسم کس طرف اور کس قسم کا تھا اور من میں کیا سوچ تھی۔ جب اس جسم میں یہ حال ہے تو پچھلے جنم کے یاد رہنے کے متعلق شکوک پیدا کرنا محض لڑکپن کی بات ہے۔ نیز کوئی شخص پچھلے اور اگلے جنم کے حالات کو جاننا چاہے تو جان بھی نہیں سکتا۔

کیونکہ جیو کا علم اور وجود محدود ہے۔ یہ بات ایشور کے جاننے کی ہے۔ نہ کہ جیو کی (ستیارتھ پرکاش سملاس ۹، نمبر ۱۳، صفحہ ۳۲۹)

حوالہ مذکور سے صاف ثابت ہے کہ پچھلے جنموں کا حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ خاصہ خداوندی ہے۔ جس میں کوئی روح شریک نہیں ہو سکتی۔ بہت خوب۔ آگے چلئے۔ سوامی جی کی سوانح عمری میں ان کا قول یوں نقل ہے۔

"پنڈت کمل نین جی کا قول ہے کہ جودھپور جاتے وقت سوامی جی فرماتے تھے کہ شریر (جسم) کا اب کچھ بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کس وقت چھوٹ جائے اور میں اس کام (تفسیر وید) کے لئے پھر دوبارہ جنم لونگا اور اس وقت جو میرے ورودھ (مخالف) ہوئے ہیں۔ وہ سب شانت (موافق) ہو جائیں گے۔ آریہ سماجوں کی ترقی سے بھی بڑی بھاری مدد ملے گی۔ میں اس وقت وید کا بقیہ بھاشیہ (ترجمہ اردو) کرونگا۔" (سوانح عمری کلاں صفحہ ۸۶۷)

اس حوالے سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ سوامی جی کی روح کو آئندہ جنم کا علم ہوا تھا۔ دوم اس آئندہ وقت میں آپ کو گذشتہ جنم کا علم ہو گا۔ تب ہی تو آپ اپنے ناتمام کام (تفسیر وید) کو تمام کریں گے۔ یہ دونوں علوم عام قانون قدرت کے برخلاف ہیں۔ ایک اور شہادت لیجئے پنڈت لیکھرام مقتول آریہ مسافر لکھتا ہے۔

مسمی پیارے لال ساکن بھولی ضلع بریلی جس کا چچا ۱۸۵۷ء میں مارا گیا۔ جب چند روز گذرے تو اس نے طوطے کا جنم لیا اور شیوہ اختیار کیا کہ ہر شام کو اپنے گھر آتا اور ایک پنجرہ آہنی میں جو اس کے گھر رکھا ہوا تھا۔ بسیرا لیتا اور صبح کو اڑ جاتا۔ چندے یہی کیفیت رہی غرض ایک دن جو وہ طوطا پھنس گیا تو پنجرے آیا۔ لوگوں کو اس کا بڑا خیال رہا۔ ان دنوں کا ذکر ہے کہ ایک گوسائیں کی عورت ساکن موضع سدھوں اپنے کام کو کسی گاؤں میں جاتی تھی۔ راستے میں بوجہ تھکن تھکی اپنے کسی جان پہچان کے گھر آئی اس کا طفل نجھالو چے رام کے گھر آیا اور مستورات سے کہا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں۔ کہا کہ فلاں مر گئے اور فلاں کام کو فلاں جگہ گئے ہیں۔ پھر لڑکے نے بیان کیا کہ پہلا میرا نام پیارے لال ہے اور یہ گھر میرا ہے۔ یہاں ایک نیب کا درخت تھا وہ کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کاٹ ڈالا۔ پھر اس لڑکے نے اپنے مارے جانے اور مر کر طوطا بننے اور پھر اس صیاد کے پنجے میں پھنس کر مرنے اور پھر گوسائیں کے گھر میں پیدا ہونے کا ماجرا بیان کیا اور اپنے ماں باپ، تائی، چچی کو پہچان کر اپنی ٹوپی اور کتابیں مانگی۔ اس کی

والدہ سابقہ نے عذر کیا کہ یہ اشیاء تمہارے بچے کے استعمال میں آگئیں ہم تم کو اور دیں گے۔ حاضرین کو اس لڑکے کی ایسی باتوں پر کمال تعجب رہا۔ بعد وہ اپنی والدہ جدید کے ساتھ چلا گیا۔" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۷۰۹)

اس حوالے سے جو کچھ مصنف مذکور نے ثابت کیا ہے وہی ہمارا مدعا ہے۔ یعنی پیارے لال کو طوطا بننے کی حالت میں پہلا علم رہا۔ پھر پو تارام بنکر طوطا کی جون بلکہ اس سے پہلی جون کا علم بھی حاصل رہا۔ حالانکہ عام قانون قدرت یہی ہے کہ کسی سابقہ جنم کا علم نہ ہو۔ مگر اس طوطارام کو ہوا۔

ان دونوں شہادتوں سے صاف ثابت ہے کہ یہ واقعات قانون قدرت کے برخلاف ہیں۔ جس کی بابت سوامی دیانند نے انکار کیا تھا کہ یہ خاصہ خداوندی ہے۔

بس اب مطلع صاف ہے کہ جس طرح یہ دونوں واقعات خلاف قانون قدرت کے ہوئے ہیں اسی طرح معجزات انبیاء بھی بظاہر خلاف عام قانون قدرت کے ہوتے ہیں۔ درحقیقت ان کے لئے بھی قانون ہوتا ہے۔ پس اتنے ہی سے معجزہ کی حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے۔

سماجی مترو! ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خاربیں مجنوں　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(۲۳) ترجمہ: "اور اللہ خاص کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ساتھ اپنے رحم کے۔" (آیت ۸۶)

(۲۳) محقق: کیا جو مخصوص اور رحم کئے جانے کے لائق نہیں ان کو بھی مخصوص کرتا اور اس پر رحم کرتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو خدا اندھا اور بہکانے والا ہے۔ پھر اچھا کام کون کریگا؟ اور برے کام کون چھوڑے گا؟ کیونکہ ایسی صورت میں خدا کی رضامندی پر انسان بھروسہ کریں گے اور اعمالوں کے نتائج پر نہیں۔ اس گڑبڑ کی وجہ سے تو سب نیک اعمال کرنے سے دست بردار ہو جائیں گے۔

(۲۳) مدقق: پنڈت جی! پوچھ لینے میں کیا حرج تھا۔ اگر آپ ایک سال کیلئے کسی عربی پاٹھ شالا میں قرآن پڑھ لیتے۔ تو کبھی

نے سچ کہا ہے۔ جو وید (یا قرآن) بغیر استاد کے پڑھتا ہے۔ وہ چور ہے۔ سنیئے! قرآن نے خود دوسری آیت میں اسکی تفسیر کر دی ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (جس شخص کو خدا ایلچی کرتا ہے اس کے حال سے خوب واقف ہوتا ہے)۔

ہاں آپ بتلایئے کہ بموجب ہدایت یجروید ادھیائے ۲۱ منتر ۲۲ جو شخص یہ دعا کرے کہ مجھ کو تمام سکھ یا تمام عالم کی حکومت عطا کر اس کو کیا ملے گا۔ کیا ایک وقت میں سارے ہندوستان کے رہنے والے سارے عالم کی نہیں صرف ہندوستان کی حکومت مانگیں تو سب کو ملے گی۔ یا کسی خاص کو۔ سب کو تو یہ تحمل کہاں سکتی ہے؟ اگر کسی خاص کو تو کیوں؟؟ اگر پہلے اعمال کا نتیجہ ہے تو اس دعا کا کیا فائدہ؟ علاوہ اس کے سابقہ اعمال کا نتیجہ نیک بھی رحم الہی کا اثر ہے۔ سوچ کر جواب دیجئے۔ ہمارا تو ایمان ہے۔ ؎

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے		جو ہو گا وہ تیرے کرم سے ہو گا

(۲۵) ترجمہ: "ایسا نہ ہو کہ کافر لوگ حسد کر کے تم کو ایمان سے منحرف کر دیں۔ کیونکہ اُن میں سے ایمان والوں کے بہت سے دوست ہیں۔" (آیت ۱۱۰)

(۲۵) محقق: اب دیکھئے خدا ہی ان کو یاد دلاتا ہے کہ تمہارے ایمان کو کافر لوگ نہ گرا دیں۔ کیا خدا ہمہ دان نہیں ہے؟؟ ایسی باتیں خدا کی نہیں ہو سکتی ہیں۔

(۲۵) مدقق: یہ دوسرا مقام ہے کہ ہم با آواز بلند کہتے ہیں کہ بھولے سوامی جی کو انصاف بلکہ فہم سے بھی کوئی مطلب نہ تھا۔ اس فقرہ کا ترجمہ معلوم نہیں پنڈت جی نے کہاں سے نقل کیا ہے۔ ہمارے عربی قرآن میں نہ تو اس ترجمہ کی کوئی آیت ملتی ہے اور نہ مترجم قرآن میں یہ ترجمہ ہے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ پنڈت لیکھرام ہی میں یہ کمال ہے کہ اپنی طرف سے ترجمہ میں تمہیں ❶ کا لفظ بڑھا

---

❶ پنڈت لیکھرام نے رسالہ ثبوت تناسخ میں قرآن سے تناسخ کا ثبوت دیتے ہوئے یہ آیت بھی لکھی ہے وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ جس کا ترجمہ ہے کہ جس قدر جانور ہیں۔ یہ بھی تمہاری طرح جماعتیں ہیں۔ یہ کہہ کر آگے پنڈت لیکھرام لکھتا ہے کہ ... اس نے تمہیں کا لفظ بڑھا کر یوں ترجمہ کیا کہ یہ جانور انہیں تمہیں جیسی تمہاری ... اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

کر تناسخ کا ثبوت دیا تھا۔ مگر ستیارتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دراصل سوامی جی جیسے دھرم میں لیکھرام کے گرو تھے۔ اس چالاکی میں بھی وہ آپ ہی سے فیضیاب تھا۔

محقق جی کے دل کا حال تو خدا کو معلوم ہے کہ اس سوال سے اُن کا مطلب کیا تھا۔ ہاں جس آیت کا نمبر لگایا ہے وہ یہ ہے غور سے سنو!

أَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا الزَّكَوٰةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ط

ترجمہ "یعنی خدا فرماتا ہے "نماز پڑھتے رہو۔ زکوۃ دیتے رہو۔ جو کچھ بھلائی اپنے لئے پہلے سے بھیجو گے۔ اس کو خدا کے ہاں پاؤ گے جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا دیکھ رہا ہے۔"

اگر کوئی سماجی دوست پنڈت جی کا منقول ترجمہ ہمیں دکھائیں تو ہم مبلغ صد روپیہ اُن کی نذر کریں گے۔ ❶

سماجیو! بات نہ چھپاؤ۔ سامنے آؤ۔ مرد میدان ہو۔ کہاں گیا تمہارا وہ تھا اصول کہ "سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔" اگر ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور۔ اور کھانے کے اور نہیں تو آؤ ہم دونوں اس پر عمل کریں ؎

تا سیاہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

اس سے بڑھ کر ستیارتھ کے ان مترجموں پر افسوس ہے جنہوں نے کتاب ستیارتھ کا ترجمہ کرتے ہوئے قرآن شریف مترجم کو سامنے نہ رکھا۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ جہاں ترجمہ نہیں ملتا اس نمبر کو کاٹ ہی دیتے اور اگر کاٹ دینے میں دوسری پارٹی کا خوف تھا تو انہیں سے اس بارے میں خط و کتابت کرتے اور اگر وہ اس قابل نہ تھے یا اپنی باہمی کدورت وغیرہ اس مشورے سے مانع تھی تو ہیں اور متعدد مواقع پر حواشی لگائے ہیں

❶ آج تک وہ صد روپیہ کا سوال جوں کا توں رہا۔ کسی سماجی نے وہ انعام لینے کی ہمت نہیں کی۔

ان مواقع پر بھی حواشی لگاتے اور صاف کہتے کہ سوامی سے غلطی ہوئی یا ان کو اردو خوانوں نے غلطی میں ڈالا۔ مگر یہ کرتے تو کیونکر کرتے۔ تحقیق سے غرض نہیں۔ انصاف سے مطلب نہیں سوامی جی کے ہاتھ میں باگ ہے جدھر چاہیں لئے پھریں۔ جن کا یہ دو حرفہ اصول ہو۔ ؎

پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جا ۔۔۔ بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

ان سے انصاف اور ایسی تصحیح؟ ایں خیال است و محال است و جنوں

ایک سماجی دوست نے کتاب چھپنے کے بعد بتلایا کہ سوامی جی سے آیت کے نمبر بتلانے میں غلطی ہوئی ہے۔ مگر اس ترجمہ کی آیت قرآن شریف میں ہے آخر اس نے یہ آیت بتلائی۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ

دوست مذکور سے جس طرح فیصلہ ہوا اسے تو وہی جانتا ہے مگر عام ناظرین کی خاطر اس آیت کا ترجمہ ہی نقل کرنا کافی ہوگا۔ اللہ فرماتا ہے۔

"بہت سے اہل کتاب یہود و نصاری چاہتے ہیں کہ تم کو ایمان لانے کے بعد محض اپنی ضد اور حسد سے باوجود حق ظاہر ہو جانے کے کافر بنا دیں۔"

اگر سوامی جی کی مراد یہی آیت ہے تو بتلایئے اس آیت سے خدا کی ہمہ دانی ثابت ہوتی ہے یا بے علمی؟ سماجیو! اپنے اصول کو یاد کرکے بتلانا۔ سچ ہے۔ ؎

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

(۳۶) ترجمہ : "تم جدھر منہ کرو۔ ادھر ہی منہ اللہ کا ہے۔" (آیت ۱۱۶)

(۳۶) محقق : اگر یہ بات سچی ہے تو مسلمان قبلہ کی طرف منہ کیوں کرتے ہیں؟ اگر کہیں کہ ہم کو قبلے کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے تو یہ بھی حکم ہے کہ چاہے جس طرف کو منہ کرو۔ کیا ایک بات سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی؟ اور اگر اللہ کا منہ ہے تو وہ سب طرف ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک منہ

ایک طرف رہے گا۔ سب طرف کیونکر رہ سکے گا۔ اس واسطے یہ بات ٹھیک نہیں۔

(۲۶) مدقق : آیت کے معنی صاف ہیں کہ جدھر کو منہ کر کے دعا کرو گے خدا کی توجہ اور قبولیت پاؤ گے۔ نہیں معلوم سوامی جی کو اعتراض کرنے پر کیوں ایسی رال ٹپکی جاتی ہے کہ بے سوچے سمجھے نمبر پر نمبر بڑھا کر اپنی دویا کا ثبوت دیئے جاتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے جو ہم نے بتلایا۔ نماز کے وقت میں کعبے کی طرف رخ کرنا الگ حکم ہے۔ اس کو اس سے تعلق نہیں وہ ایک خاص وقت ہے۔ یہ عام دعا کا وقت ہے۔ زیادہ تفصیل نمبر ۳۰ میں آئے گی۔ اللہ کے منہ سے مراد توجہ اور قبولیت ہے چنانچہ ہم نے ترجمہ کر دیا ہے فافہم

(۲۷) ترجمہ : "جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کچھ کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اس کو کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اسے کہتا ہے کہ ہو جا بس ہو جاتا ہے۔" (آیت ۱۱۸)

(۲۷) محقق : بھلا جب خدا نے حکم دیا کہ ہو جا۔ تو یہ حکم کس نے سنا؟ اور کس کو سنایا گیا اور کون بن گیا؟ کس مادہ سے بنایا گیا۔ جب یہ لکھتے ہیں کہ آفرینش کے پہلے سوائے خدا کے کوئی بھی دوسری چیز نہ تھی تو یہ دنیا کہاں سے ہوئی علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا تو اتنا بڑا جہان علت کے بغیر کہاں سے ہو گیا۔ یہ بات صرف لڑکپن کی ہے۔

(۲۷) مدقق : اس فقرہ میں سوامی نے مادہ کے متعلق سوال اٹھایا ہے یعنی مسلمان جو آریوں کی طرح مادہ کے قائل نہیں تو دنیا کس چیز سے بنی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس فقرہ میں کسی قدر تفصیل سے مادہ کے حالات بتلا دیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا۔ سائنس کے مسلمہ اصول سے کام لیں گے اور ناظرین کو دکھا دیں گے کہ آریوں کا دعویٰ۔

"جہاں سائنس کی روشنی پہنچے گی وہاں آریہ دھرم کا جھنڈا سب سے پہلے لہرائے گا۔" کہاں تک ثبوت رکھتا ہے۔ مگر اس تقریر سے پہلے آیت موصوفہ کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک جلدی سے جلدی کسی کام کا ہو جانا اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ تم اس کا تصور ذہن میں لاتے ہی اس کو ہونے کا حکم کرو۔

اور وہ ہو جائے۔ مثلاً کسی مکان کا نقشہ ذہن میں سمایا اور تم نے اس کی تیاری کا حکم دیا۔ وہ فوراً ہو گیا۔ اسی طرح سمجھو کہ خدا کے کام جلدی ہوتے ہیں۔ ان میں کسی چیز کی روک ٹوک نہیں کوئی ان میں مانع آسکتا ہے۔ جس کام کو جتنے وقت میں وہ کرنا چاہے اتنے ہی وقت میں ہوتا ہے ناممکن ہے کہ تخلف ہو سکے یہ نہیں کہ خدا اس کو کن کہتا ہے کن کہنے میں تو دو حرف بولنے کی دیر لگتی ہے۔ وہاں تو ارادہ ہی ہوا اور مفعول حاضر (دیکھو تفسیر بیضاوی وغیرہ)

پس اس کے بعد ہم سوامی جی کی طرف روئے سخن پھیرتے اور سوال کرتے ہیں پنڈت جی نے مادہ کی کیفیت اور ماہیت جو بتلائی وہ یہ ہے۔

سب سے لطیف جزو جو کاٹا نہیں جاتا۔ اس کا نام پرمانو ہے۔ ساٹھ پرمانوؤں کے ملے ہوئے کا نام انو۔ دو انو کا ایک دو نیک جو کثیف ہوا ہے۔ تین دو نیک کی آگ چار دو نیک کا پانی پانچ دو نیک کی مٹی۔" (ستیارتھ صفحہ ۲۹۸ سملاس ۸ نمبر ۵۰)

سوامی جی کے اس کہنے سے کہ وہ کاٹا نہیں جاتا۔ صاف سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنی عدم قابلیت سے نہیں کٹ سکتا یا کوئی آلہ اس کے کاٹنے کے مناسب نہیں ملتا جو اس کو کاٹ سکے کوئی نفسہ اس میں کٹنے کی قابلیت ہے۔ صورت ثانیہ یعنی وہ قابلیت تو کٹنے کی رکھتا ہے۔ مگر ایسا باریک آلہ کوئی نہیں مل سکتا۔ جس سے اس کو کاٹا جائے۔ ثابت ہوا کہ پرمانو اپنے وجود میں تو مرکب ہیں۔ مگر بوجہ عدم آلہ تقسیم کے منقسم نہیں ہو سکتے پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

"جو اتصال سے پیدا ہوتا ہے وہ ازلی ابدی بھی نہیں ہو سکتا۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۵۷ سملاس ۱۲ نمبر ۶۲)

نتیجہ یہ ہے کہ سوامی جی جس مادہ کو قدیم کہتے ہیں۔ وہ خود ان کے قول سے حادث (نویں) بن گیا۔

اور اگر صورت اول ہے یعنی ان پرمانوؤں میں جن کو آپ دنیا کا مادہ مانتے ہیں۔ تقسیم کی استعداد اور قابلیت ہی نہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسے پرمانوؤں کا وجود ہی نہیں ہو سکتا کیوں؟ غور سے سنئے!

اقلیدس کی بیسویں شکل کا دعویٰ ہے کہ ہر ایک مثلث کے دو ضلعے تیسرے سے

ضرور بڑے ہوں گے اور عروسی شکل کا دعویٰ ہے کہ مثلث قائم الزاویہ کے ضلع مقابل قائم الزاویہ پر جو مربع بنے گا وہ دوسرے دونوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ پس اسی اصول کو مدنظر رکھ کر ہم مادہ کے دس اجزاء کی لکیر اس طرح (..........) بنا کر دوسری لکیر اس طرح اس کے ساتھ لگا کر تیسرا ضلع ان دونوں پر اس طرح لگاتے ہیں اور بعد ازاں تینوں ضلعوں پر مربع اس طرح بنا کر پوچھتے ہیں کہ بتلایئے بحکم عروسی ضلع الف کا مربع ضلع ب اور ج دونوں کے مجموعہ کے مساوی ہوگا۔ اور اس میں تو شک نہیں کہ مربع ب اور ج ہر ایک سو سو اجزاء کا ہے کیونکہ ہر ضلع دس دس اجزاء سے مرکب ہے۔ اور دس دہاکے سو جس مربع الف کا بحکم عروسی دو سو اجزاء کا ہوا۔ اور چونکہ صحیح نہ رہنے جذر دو سو کے ہر ایک ضلع میں کسر ہوگی۔ یعنی مربع کلاں کا جو مقابل زاویہ قائمہ کے بنا تھا کوئی ضلع بلا کسر سالم اجزاء سے مرکب نہ ہوگا۔ پس جن اجزاء کی کسر ان میں ہوگی وہ تقسیم ہوگئے۔ جس سے باقی اجزاء کا قابل تقسیم ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ نوع سب کی ایک ہی ہے اور قابل تقسیم کا حادث ہونا تو بدیہی امر ہے جسے آپ بھی صفحہ ۷۵ پر مان چکے ہیں۔ پس مادہ کا حدوث اس دلیل سے بھی ثابت ہوا۔

اور سنئے! اس سے بھی آسان طریق لیجئے! دو پرمانو (جزو لا یتجزیٰ) کو ہم اس طرح (..) ❶ ملا کر رکھیں گے۔ ان سے اوپر تیسرا پرمانو اس طرح (.:.) رکھ کر پوچھیں گے کہ تیسرا پرمانو دونوں طرف ملتا ہے یا ایک طرف۔ ایک طرف ملنے سے وسط میں نہ ہوگا۔ ہم نے تو وسط میں رکھا ہے اور اگر دونوں طرف ملتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ اس کی دو طرفیں ہوں گی۔ جس سے اس اوپر والے کی تقسیم لازم آئے گی۔ چونکہ نوع سب کی ایک ہے اس لئے سب کی تقسیم اور ترکیب لازم آئے گی۔ اسی تقریر کو اور آسان لفظوں میں سنئے کہ ہم تین پرمانوؤں کو اس طرح (...) اور سماجی دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ درمیان کا پرمانو دونوں طرف ملے گا یا نہیں؟؟ اگر دونوں طرف ملے گا تو تقسیم اور ترکیب لازم آئی اور اگر باوجود درمیان ہونے کے دونوں طرف نہیں ملتا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کیت (طول عرض) نہیں جب ایک میں نہیں تو باقی میں کہاں سے آئے گا کیونکہ نوع سب کی ایک ہے پس بتلایئے کہ جس کے اجسام میں (جو پرمانوؤں سے مرکب ہیں) کیت (طول و عرض) کہاں سے آئی۔ کیا نیستی سے ہستی ہونا ممکن ہے؟! (ستیارتھ پرکاش)

❶ دونوں جزوں کے درمیان فرق دکھانے میں ہے۔ رکھے ہوئے فرق نہ سمجھنا چاہیے۔

صفحہ ۲۸۴ سملاس ۸ نمبر ۱۷ دیکھ کر جواب دینا۔

اور سنئے! ہم آپ سے یہ بھی نہیں پوچھتے کہ آپ کا مادہ قابل تقسیم ہے یا نہیں؟ کچھ بھی ہو ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اتنا تو آپ بھی مانتے ہو نگے کہ مادہ ابتدائی حالت میں بھی کسی نہ کسی شکل سے متشکل تھا اور یہ امر تو بالکل ظاہر ہے کہ جس شکل سے بھی وہ متشکل ہو وہ شکل حادث ہوگی۔ کیونکہ اگر حادث نہ ہوتی تو زائل بھی نہ ہوتی۔ کیونکہ قدیم کو زوال نہیں۔ چنانچہ آپ بھی مانتے ہیں کہ۔

"جو شے اناد ی (قدیم) ہے۔ وہ کبھی دور نہیں ہو سکتی۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۶۳ باب ۱۲)

حالانکہ ہم اس کا زوال بدیہی دیکھ رہے ہیں کہ حالت ترکیب میں مادہ کی پہلی شکل نہیں رہتی اور بعد ازاں بھی ردوبدل ہوتا ہے۔ پس جب تمام اشکال حادث ہیں اور یہ ضرور ہے کہ مادہ کسی نہ کسی شکل سے متشکل ہو۔ کیونکہ شکل نام ہے اس کیفیت کا جو کسی چیز کو بوجہ محدود ہونے کے عارض ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مادہ کے اجزاء اپنے وجود میں محدود ہیں۔ غیر محدود نہیں۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ مادہ کے اجزاء کسی حالت میں ہوں۔ جبکہ متشکل ہیں تو مادہ بھی حادث ہے کیونکہ مادہ بغیر کسی نہ کسی شکل کے ہو نہیں سکتا۔ اور اشکال تو سب کی حادث ہیں۔ کیونکہ زوال پذیر ہیں نتیجہ یہ ہے کہ مادہ کے اجزاء بھی جو کسی نہ کسی شکل کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ضرور حادث ہونگے پس بتلایئے کہ آپ کا مادہ کس مادہ سے پیدا ہوا تھا۔ وفیہ ما فیہ فافہم

سائنس سے پہلے جھنڈا اڑانے والو! کہاں ہو۔ ان دلائل کو سوچو اور شکستہ جھنڈے کی مرمت کراؤ۔

پس جب تک آپ ان دلائل کا جواب نہ دیں۔ آپ کا حق نہیں کہ سوال کریں کہ خدا نے دنیا کو کس چیز سے پیدا کیا۔ ہاں بطور احسان ہم آپ کو آپ ہی کی کتاب سے استنباط کر کے بتلاتے ہیں۔ سنئے!

پرمیشور کے ہاتھ نہیں۔ لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں۔ لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سرعت ہے۔ آنکھ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے سوا اس باطن

نہیں۔ مگر تمام دنیا کو جانتا ہے۔ اور اس کو حد کے ساتھ جاننے والا کوئی بھی نہیں
ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۴۲ سملاس ۷ نمبر ۳۶)

اس سے بھی واضح ایشور کا پرمان سنو!

"اس پرمیشور نے پرتھوی یعنی زمین کے بنانے کے لئے پانی سے رس کو ٹکڑ میں بنایا۔
اسی طرح اگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو آکاش سے
اور آکاش کو پرکرتی (مادہ) سے اور پرکرتی (مادہ) کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔"
(یجروید اکتیسواں ادھیائے منتر ۱۷ بھومکا سوامی دیانند 'بیان پیدائش عالم)

پس جو اس منتر کا ترجمہ اور مطلب ہے۔ وہی ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ ہم مانتے
ہیں کہ آسمان، چاند، سورج وغیرہ انسانوں کی طرح کسی نہ کسی مادہ سے پیدا ہوئے۔ مگر آخر
کو وہ مادہ خدا نے بے مادہ پیدا کیا۔ کیا سچ ہے ؎

کسی موجود سے ایجاد کرنا نام رکھتا ہے	مگر لوح عدم پر نقش کرنا کام رکھتا ہے

پس ہمارا عقیدہ صاف صاف یہ ہے ؎

جب کچھ نہ تھا تب نراکار تھا	خلقت کو پیدا کرنہار تھا

(۲۸) ترجمہ :

"جب ہم نے لوگوں کے لئے کعبہ کو جائے ثواب اور امن دینے والی بنائی۔ تم نماز کے واسطے ابراہیم کی جگہ پکڑو۔" (آیت ۱۲۶)

(۲۸) محقق :

کیا کعبہ کے پہلے مقدس جگہ خدا نے کوئی بھی نہیں بنائی تھی۔ اگر بنائی تو کعبہ کے بنانے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ اگر نہیں بنائی تھی تو بیچارے پہلے پیدا ہوئے لوگوں کو مقدس جگہ سے محروم ہی رکھا تھا پہلے خدا کو مقدس جگہ بنانے کی یاد نہ رہی ہوگی۔

(۲۸) مدقق :

سچ ہے۔

"انسان کو کامل علم کے لئے اس طرح دلیل کرنی چاہئے کہ اس منتر (یا آیت) کا مطلب
کیا ہوگا۔ اس طرح سوچے یا غور کرے کہ وہ کہتے ہیں صرف منتر (یا آیت) [illegible]
محض دلیل سے منتروں کے معنی بیان کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ محل وموقع کے
مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق و ربط کو دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔ ان منتروں کو

آنکھوں والا ان لوگوں کو جو رشی اور ریاضت کرنے والے نہیں ہیں اور نیز ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقفی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا مصنفہ سوامی دیانند کا اردو ترجمہ صفحہ ۵۲)

یہ بھی بالکل سچ ہے:

"بہت لوگ ایسے ضدی اور متعصب ہوتے ہیں کہ وہ متکلم کے خلاف منشاء تاویل کیا کرتے ہیں۔ خصوصاً مذہب والے لوگ کیونکہ مذہب کے پاس خاطر سے ان کی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

پس! اب ہم آیت کا ماقبل ومابعد بتلا کر سوامی جی کی نسبت رائے لگانا ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ ہمارے بتلانے کی حاجت بھی نہیں۔ سوامی جی نے وہ الفاظ خود ہی نقل کر دیئے ہیں یعنی۔ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى جس کا مطلب یہ ہے کہ "بعد تیار ہو جانے کعبہ شریف کے خدا نے حکم دیا۔ کہ جہاں اس مسجد الکعبہ میں ابراہیم ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ تم وہاں نماز پڑھو۔" اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کعبہ شریف ملک عرب کی آبادی کے وقت بنا ہے اور اس وقت کے لوگوں کو ابراہیم ﷺ کی پیروی کا حکم ہوا۔ اس کا کوئی ذکر نہیں کہ اس سے پہلے کوئی مقدس مقام تھا یا نہیں یہ تو پنڈت جی کا معمولی اجتہاد ہے۔ جو بحکم "ایجاد بندہ......" قابل پذیرائی نہیں۔

اور اگر ہم اس بات کے قائل ہوں کہ کعبہ شریف سب دنیا سے پہلے بنا اور وہیں سے دنیا کی آبادی شروع ہوئی اور حضرت ابراہیم ﷺ علیہ السلام کو بانی ثانی کہیں تو معلوم نہیں کہ سوامی جی کس دلیل سے ہماری تکذیب کریں گے گو وہ اپنے خیال میں اس بات کے قائل ہوں کہ دنیا کی ابتداء سب سے پہلے تبت میں ہوئی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۵، سملاس ۸ نمبر ۳) جس پر کوئی دلیل نہیں۔ نہ ہی سوامی جی نے کوئی دلیل بتلائی۔ لیجئے! ہم بتلاتے ہیں۔ سنئے!

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ

ترجمہ "سب سے پہلا عبادت خانہ جو دنیا میں لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ کعبہ ہے جو مکہ میں ہے۔"

بس اب تو کوئی اعتراض نہیں۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۲۹) ترجمہ: "وہ کون آدمی ہیں کہ جو ابراہیم کے دین سے پھر جائیں۔ لیکن جس نے اپنی روح کو جاہل بنایا اور تحقیق ہم نے دنیا میں اس کو پسند کیا اور حقیقت میں آخرت میں وہ ہی نیک ہیں۔" (آیت ۱۳۱)

(۲۹) محقق: یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو ابراہیم کے دین کو نہیں مانتے۔ وہ سب جاہل ہیں؟ ابراہیم کو ہی خدا نے پسند کیا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ اگر دیندار ہونے کے پسند کیا تو دیندار اور بھی بہت سے ہو سکتے ہیں۔ اگر بلا دیندار ہونے کے پسند کیا تو بے انصافی ہوگی۔ ہاں یہ تو ٹھیک ہے کہ جو دھرماتما (دیندار) ہے وہی خدا کو عزیز ہوتا ہے۔" (ادھرمی (بے دین) نہیں۔

(۲۹) مدقق: سوامی جی کی بیباکی کی کوئی حد ہے؟ دیکھئے تو کیسے معقول سوال کرتے ہیں۔ چشم بد دور۔ پنڈت جی کی طرف سے نیابتہً کسی نے خوب کہا ہے۔

نازک کلائیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں کوہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

سوامی جی! یہ کیونکر ممکن ہے کہ۔
"ویدوں کا منکر ناستک (دہریہ) اور ملحد ہے۔" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۳ سمولاس (۱۰) نمبر ۳)

یہ بھی بھلا ممکن ہے؟

"اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا کیا اعتقاد ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۰ سمولاس ۷ نمبر ۹)

یونہی "اگر مگر" کا شوق نہ ہو تو قرآن شریف اپنا مضمون آپ بتلاتا ہے۔ کیا اسی آیت میں یہ لفظ نہیں وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (یعنی ابراہیم آخرت میں نیکوکاروں سے ہے) جس کا ترجمہ سوامی جی نے کسی بڑھیا سے سن کر یوں کر دیا کہ "اور حقیقت میں آخرت میں وہ ہی نیک ہیں۔" مفرد کو جمع کی صورت میں بدل کر ناحق تاج کا ثبوت دیا۔ مگر سچ بھی کیا ہی جادو ہے کہ آخر کسی نہ کسی پیرایہ میں منہ سے نکل ہی جاتا

ہے۔ چنانچہ آپ ہی لکھتے ہیں "جو وہم جاتا ہے وہی خدا کو عزیز ہے اور بری نہیں۔" بیشک! ﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ﴾ (بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑا بردبار درد رسیدہ خدا کی طرف رجوع کرنے والا تھا) پس یہی اُس کے پٹنے جانے کی وجہ ہے۔

(۳۰) ترجمہ:

"تحقیق ہم تیرے منہ کو آسمان میں پھرتا دیکھتے ہیں۔ ضرور ہم تجھے اس قبلہ کو پھیریں گے کہ پسند کرے اس کو۔ بس منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر۔ جہاں کہیں تم ہو اپنا منہ اس کی طرف پھیرلو۔ (آیت ۱۳۵)

(۳۰) محقق:

کیا یہ چھوٹی بت پرستی ہے؟ نہیں نہیں بڑی۔

(۳۰) مدقق:

"بڑے ہی جاہل اور متعصب ہیں وہ لوگ جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کرتے ہیں۔ خصوصاً ہٹ دھرمی جن کی عقل مذہب کی تاریکی میں پھنس کر زائل اور معدوم ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

افسوس! ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہیں پنڈت جی! اگر یہ اصول صحیح ہے کہ ہر کلام کے وہی معنی صحیح ہیں جو متکلم کی مراد ہے تو سنئے! ہم آپ کو متکلم کی مراد بتلاتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہیں۔ ایک ہی آیت پر غور کرلیا ہوتا۔ سوامی جیو! غور سے سنو۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ

ترجمہ "ان مشرکوں کو چاہیے کہ خدا کی عبادت کریں جو بھوک میں ان کو کھانا دیتا ہے۔ اور خوف میں ان کو امن بخشتا ہے۔"

سوامی جی! آپ کو اپنے بھائی ہندوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے اتنا خیال بھی نہ آیا کہ وہ تو صاف اور صریح لفظوں میں انہی سے جن کے وہ بت سامنے رکھتے ہیں۔ دعائیں کریں اور انہی سے اپنی حاجات طلب کریں۔ کیا ہماری نماز کے الفاظ میں بھی کوئی لفظ ایسا

آپ کو ملاہے۔ جس کے یہ معنی ہوں کہ ہم اس کعبہ سے حاجات طلب کرتے ہیں یا اس کو مخاطب بناتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ کعبہ کا نام تک بھی ساری نماز کے الفاظ میں آپ کو نہ ملے گا۔ مطلب قرآنی تو بالکل صاف ہے۔ مگر اس کا کیا علاج ہو کہ۔

"نیاپک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

مفصل دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ نماز اربعہ دیکھو جس میں مسلمانوں' آریوں' ہندوؤں' عیسائیوں کی عبادتوں کا مقابلہ دکھایا گیا ہے۔

(۳۱) ترجمہ:

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ مت کہو کہ یہ مردے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (آیت ۱۵۵)

(۳۱) محقق:

بھلا خدا کی راہ میں مرنے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کیوں نہیں کہتے ہو۔ کہ یہ بات اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے ہے۔ یعنی یہ لالچ دیں گے۔ تو لوگ خوب لڑیں گے۔ اپنی فتح ہو گی۔ مارنے سے نہ ڈریں گے' لوٹ مار کرنے سے عیش و عشرت حاصل ہو گی۔ بعد ازاں گلچھرے اڑائیں گے۔ اپنی مطلب برآری کے لئے اس قسم کی الٹی باتیں گھڑی ہیں۔

(۳۱) مدقق:

آج معلوم ہوا کہ پنڈت جی دل میں مصنفان وید کو کچھ اور ہی سمجھتے ہیں۔ صرف اپنا مطلب سیدھا کرنے کو ان کے الہام کے قائل ہیں۔ سنو!

پرمیشور کہتا ہے۔

"اے انسانو! تمہارے آیدھ آتش گیر اسلحہ اور تیر و کمان تلوار وغیرہ ہتھیار میری حمایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔"

(رگ وید اشٹک ۱' ادھیائے ۳' ورگ ۱۸' منتر ۲)

بتلائیے! ایسی جنگ میں اگر آریہ مریں تو کس کی راہ میں مریں گے؟ پرمان تو پرمیشور کا ہے پھر راہ کس کی؟ کیا یہ سچ ہے کہ یہ بھی بانیان وید نے گلچھرے اڑانے کو پرمیشور کا نام لے دیا۔ ورنہ دراصل "مطلب سعدی دیگر ست" کیوں جی سوامی صاحب

سچ ہے:-

بجز بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

مفصل فقرہ دوم میں (صفحہ ۱۶۷/۱) کتاب ہذا دیکھو۔

(۳۲) ترجمہ: اور یہ کہ اللہ سخت تکلیف دینے والا ہے۔ شیطان کے پیچھے مت چلو۔ تحقیق وہ واقعی تمہارا دشمن ہے اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ برائی اور بے شرمی کی اجازت دے اور یہ کہ تم کہو اللہ پر جو نہیں جانتے (آیت ۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۰)

(۳۲) محقق: کیا تمہارا خدا بدوں کو عذاب دینے والا اور نیکوں پر رحم کرنے والا ہے؟ یا مسلمانوں پر رحم کرنے والا اور دوسروں کو سزا دینے والا۔ مؤخر الذکر صورت میں وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا طرفدار نہیں ہے تو جو آدمی جس جگہ دھرم کرے گا اس پر خدا رحم اور جو ادھرم کرے گا۔ اس کو خدا سزا دے گا۔ ایسی حالت میں محمدؐ صاحب اور قرآن کو شفیع ماننا ضروری نہ رہا اور جو سب کو برائی کرانے والا ہر ایک انسان کا دشمن شیطان ہے اس کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا؟ کیا وہ آئندہ کی بات نہیں جانتا تھا؟ اگر کہو کہ جانتا تھا۔ لیکن آزمائش کے لئے بنایا تو بھی درست نہیں کیونکہ آزمائش کرنا محدود العقل کا کام ہے۔ ہمہ دان خدا سب روحوں کے اچھے برے اعمالوں کو ہمیشہ سے ٹھیک جانتا ہے۔ اور اگر شیطان سب کو بہکاتا ہے تو شیطان کو کس نے بہکایا؟ اگر کہو کہ شیطان خود بخود بہکایا جاتا ہے تو اور بھی خود بخود بہکائے جا سکتے ہیں۔ درمیان میں شیطان کا کیا کام ہے؟ اور اگر خدا ہی نے شیطان کو بہکایا تو خدا شیطان کا بھی شیطان ٹھہرے گا۔ ایسی بات خدا کی نہیں ہو سکتی۔ اور جو کوئی کسی کو بہکاتا ہے وہ بد صحبت اور لاعلمی کے باعث خود گمراہ ہو جاتا ہے۔

(۳۲) مدقق: بیشک خدا مسلمانوں پر بشرطیکہ پابند احکام اسلام ہوں رحم کرے گا اور کافروں پر جو خدا کے احکام کی تکذیب

پر کمربستہ ہوں۔ دکھ کی مار ڈالے گا۔ اگر اس کا نام طرف داری ہے تو بتلائے! کوئی شخص وید کا منکر ہو تو پر میشور کے نزدیک کیوں ناستک اور ملحد ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴۷ سمّلاس (۱۰) نمبر(۴) دیکھئے پنڈت جی کی چالاکی لکھتے ہیں۔

"جو آدمی جس جگہ دھرم کریگا۔" بھلا اس سے کون منکر ہے۔ آپ ہندوستان میں رہ کر مسلمان ہوں اور احکام اسلام کے پابند رہیں اور ایک آدمی مکہ شریف میں ہو۔ دونوں کو برابر اجر ملے گا۔ یہ بتلائے! وید کے مخالف رہ کر کسی اجر کا مستحق ہے؟ ستیارتھ پرکاش ❶ صفحہ ۲۷۴' باب ۷' نمبر(۸) ملاحظہ کرکے جواب دیں۔ قرآن اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَتْبَاعِهٖ وَسَلَّمَ) کی سفارش یہی کیا کم ہے کہ ان کے وسیلے سے بہت سے کفار نابکار راہ راست پر آئے گو بہت سے اپنے مرض الموت میں ہلاک اور تباہ بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

سوامی جی! کے بھولا پن کی کہاں تک شکایت کریں بھلا پنڈت جی! پر میشور کو یہ بھی معلوم تھا کہ غازی محمود غزنوی اور محمد غوری ہندوستان یاں (آریہ ورت) کی پاک سرزمین کو دشمنوں (مسلمانوں) سے خراب کردیں گے۔ پھر ان کو پیدا ہی کیوں کیا اگر کہو کہ پر جنم (تناسخ) کے مسئلہ سے ان کو ایسا ہی جنم اور حکومت ملنی ضروری تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ حکومت اور بادشاہی تو (بقول آپ کے) کسی نیک کام پر ملتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو پہلے نیک کرموں (عملوں) کا انعام ملتا ہے۔ پھر کیا خدا کو معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں بادشاہ اس انعام کو ایسی طرز سے برتیں گے کہ بہت سے پوتر آریوں کو اور ان کی پاک سرزمین کو تباہ کردیں گے اور آریہ ورت میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیں گے۔ اس سے بڑھ کر دیکھئے کہ بدھ کو بھی پیدا کیا۔ "یک نہ شد دو شد۔" جس نے کروڑہا آریاؤں کو ناستک (دہریہ) بنا دیا۔ کہو جی کون دھرم ہے؟ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۷۱۔ باب ۱۲ نمبر (۳)

سوامی جی! سنئے! خدا نے جو کچھ پیدا کیا۔ اس کی حکمت تو وہی جانتا ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اس نے جزو ذی عقل کو فاعل خود مختار بنایا ہے گو وہ بھی جانتا ہے کہ یہ شخص اپنی فاعل مختاری کو ضائع کرکے مستوجب سزا ہو گا۔ تاہم وہ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو

❶ اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا "اعتقاد" کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا "اعتقاد" وید ہے ملاحظہ کرو۔

مطلع کر دیتا ہے۔ پھر جو کچھ اس کو کرنا ہوتا ہے کرتا ہے۔ اور اپنے اعمال کا نتیجہ پاتا ہے۔ اس میری تقریر کو آپ ستیارتھ پرکاش میں دستخط کر چکے ہیں۔ سنئے!

جس طرح جیو خود مختاری سے کام کرتا ہے اسی طرح علیم کل ہونے سے ایشور رہتا ہے۔ اسی طرح جیو کام کرتا ہے۔ یعنی ایشور ماضی، مستقبل اور حال کے علم میں اور نتیجہ دینے میں خود مختار ہے اور جیو کس قدر زمانہ حال کے علم میں اور کام کرنے میں خود مختار ہے۔ ایشور کا علم ازلی ہونے کے باعث فعل کے علم کی طرح سزا دینے کا علم بھی ازل سے ہے اس کے یہ دونوں علم سچے ہیں کیا فعل کا علم سچا اور سزا دینے کا علم بھی جھوٹا ہو سکتا ہے؟ پس اس میں کوئی بھی نقص نہیں۔" (صفحہ ۲۵۳، سماس ۷، نمبر ۵۲)

پس! خدا نے شیطان کو پیدا کیا اور وہ جانتا تھا کہ بندوں کو ورغلائے گا۔ تاہم اس نے محض اپنی مہربانی سے اعلان کر دیا۔

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

ترجمہ "اے شیطان جو تیرے تابع ہو گئے۔ تم سب کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ میرے نیک بندوں پر تیرا تصرف ہرگز نہ ہو گا۔"

یاد رہے کہ شیطان کسی کو ہاتھ سے پکڑ کر گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ محض بدراہی سجھا دیتا ہے چنانچہ وہ خود قیامت کے روز گمراہوں کو جب وہ اسے الزام دیں گے بطور جواب کہے گا۔

مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ

ترجمہ "میرا تم پر زور نہ تھا میں نے تو تم کو بلایا تھا تم نے میری بات کو قبول کیا۔ پس اب مجھے ملامت نہ کرو۔ بلکہ اپنے آپ کو کرو۔"

لوگ خود بخود بدراہی اختیار کرتے ہیں۔ ہاں اس کی شیطنت کو اتنا ہی دخل ہوتا ہے۔ جتنا کہ کسی بدصحبتی کا اثر ہو سکتا ہے۔ جس سے بجز آپ کے شاید کوئی بھی منکر نہ ہو تاہم یاد رہے کہ یہ اغوائے شیطانی بھی اسی وقت ہوتا ہے۔ جب آدمی خدا سے تعلق نیاز توڑ لیتا ہے اور اپنی مستی اور جہالت میں پھنس کر تباہ ہو جاتا ہے۔

سنو!

لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ "تم مسلمانو! ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو خدا کو بھول گئے خدا نے ان کی جانوں کی فکر ان کو بھلا دی وہی بدکار ہیں۔"

اس مضمون پر ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں آپ بھی دستخط کر چکے ہیں۔ جہاں بودھوں کی گمراہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"انھوں نے کس درجہ اپنی (ودیا) جہالت کی ترقی کی۔ جس کی نظیر ان کے سوا دوسری ہوئی نہیں سکتی۔ یقین تو یہی ہوتا ہے کہ وید اور ایشور کی مخالفت کرنے کا ان کو یہی نتیجہ ملا ہے۔" صفحہ ۵۳۵ سمولاس ۱۲ نمبر ۲

کیا مضمون اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (1) کا مطلب نہیں دیتا؟ پس آپ کا فرمانا کہ شیطان کو کس نے بہکایا وغیرہ بالکل شیطانی حمایت ہے۔

یہ بحث کسی قدر نمبر ۱۱ میں گزر چکی ہے۔ ورق الٹ کر ضرور دیکھو۔

(۳۳) ترجمہ :

تم پر مردار، لہو اور گوشت سور کا حرام ہے اور سوائے اللہ جس پر کچھ پکارا جائے۔ (آیت ۱۷۳)

(۳۳) محقق :

یہاں پر سوچنا چاہئے کہ کوئی جانور خود بخود مرا ہو یا کسی کے مارنے سے دونوں حالتوں میں وہ مردار ہے۔ ہاں ان میں کچھ فرق بھی ہے تو موت میں کچھ فرق نہیں اور جب صرف سور کی ممانعت ہے۔ تو کیا انسان کا گوشت کھانا روا ہے۔ کیا یہ بات اچھی ہو سکتی ہے کہ خدا کے نام سے دشمن وغیرہ کو عذاب دے کر اسکی جان لی جائے؟ اس سے تو خدا کے نام پر دھبہ لگتا ہے۔ ہاں خدا نے پلا پورب جنم یعنی زندگی سابقہ کے گناہوں کے مسلمانوں کے ہاتھ سے جانداروں کو عذاب کیوں دلایا؟ کیا ان پر رحم نہیں کرتا؟ ان کو اولاد کی مانند نہیں جانتا؟ جس جاندار سے زیادہ فائدہ پہنچے مثلاً گائے (2) وغیرہ ان کے مارنے کی

---

(1) اے شیطان میرے خاص بندوں پر تیرا زور نہ ہوگا۔

(2) اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ

ممانعت نہ کرنے سے خدا دنیا کو نقصان پہنچانے والا ثابت ہوتا ہے اور ایذا رسانی کے گناہ سے خدا بدنام بھی ہو جاتا ہے۔ ایسی باتیں خدا اور خدا کی کتاب کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

(۳۳) مدقق: ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے کھانے میں کیا فرق ہے؟ جو آپ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۶۳ سملاس (۱۰) نمبر ۱۵ میں گوشت خور قوموں کے ہاتھ کا کھانے سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ شودروں ہندوؤں کی نیچ قوم) کے ہاتھوں کا پکا ہوا بلکہ ان کے برتنوں میں بھی کھانے سے کیوں منع کیا گیا ہے۔ ایسی وہم پرستی کی کیا وجہ ہے؟ خود مردہ جانور کے اندر تمام خون بند رہتا ہے اور مذبوح سے نکل جاتا ہے۔ جس سے اس کی حرارت میں فرق آ جاتا ہے۔ یہی فرق کافی ہے ایسا ہی سور وغیرہ بھی مضر صحت ہے۔ خصوصاً گرم ملکوں میں۔ آدمی کے گوشت کی حرمت دوسری آیتوں اور حدیثوں سے سمجھ میں آتی ہے۔ باقی مضمون کا جواب نمبر ۱۴ میں آ چکا ہے۔ ناظرین ورق الٹ کر غور سے دیکھئے۔

(۳۴) ترجمہ: "روزہ کی رات تمہارے واسطے حلال کی گئی کہ رغبت کرنا اپنی بیبیوں سے وہ تمہارے واسطے پردہ ہیں اور تم ان کے واسطے پردہ ہو۔ اللہ نے جانا کہ تم خیانت کرتے ہو۔ پس اللہ نے معاف کیا تم کو بس ان سے ملو اور ڈھونڈو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے یعنی اولاد۔ کھاؤ پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے واسطے کالے دھاگے سے سفید دھاگا یا رات سے جب دن نکلے (آیت ۱۸۴)

(۳۴) محقق: یہ تحقیق ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کا مذہب جاری ہوا تب یا اس سے پہلے کسی نے کسی پورانک سے پوچھا ہو گا کہ چاندرائن برت جو ایک مہینہ بھر کا ہوتا ہے اس کا طریق بیان کرو۔ شاستر کا طریق یہ ہے کہ چاند کی کلا کے گھٹنے بڑھنے کے مطابق لقموں کو گھٹانا بڑھانا اور دوپہر کے وقت کھانا کھانا چاہئے۔ اس کو نہ جان کر پورانک نے کہا ہو گا کہ چاند کو دیکھ کر کھانا کھانا چاہئے۔ اس چاندرائن برت کو مسلمانوں نے اس قسم کا بنا لیا۔ لیکن برت میں مجامعت منع ہے۔ پر ایک ان کے خدا نے بڑھ کر کہہ دی کہ تم رات کو مجامعت بھی کیا کرو اور

رات میں جتنی دفعہ چاہو کھاؤ۔ بھلا یہ روزہ کیا ہوا؟ دن کو نہ کھایا رات کو کھاتے رہے۔ یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا۔

(۳۴) مدقق:

سوامی جی! جھوٹ بولنا سب مذہبوں میں برا ہے۔ قرآن شریف میں تو اس پر لعنت آئی ہے۔ مگر

"افسوس ہٹ دھرمی مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر دیتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

پنڈت جی نے یہ سمجھا کہ جس طرح میں (پنڈت) نے ہندوؤں سے ستیارتھ پرکاش طبع اول میں شرادھ کو جائز لکھا اور جب اس کی غلطی معلوم ہوئی تو دوسرے طبع میں اس کی تصحیح کر کے غلطی کاتب کے منہ پر تھوپ دی۔ اسی طرح یہ بھی ہوگا۔ کیوں نہ ہو۔ اَلْمَرْءُ يَقِيْسُ عَلٰى نَفْسِه ❶ چونکہ آپ نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ اس لئے ہم بھی اس کا جواب نہیں دیتے۔ آپ کو یہ بھی شاید معلوم نہیں کہ پورانک ہندو تو غازی اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک بھی سمندر پار کر عرب کا منہ نہ دیکھ سکتے تھے تو اس سے سینکڑوں برس پہلے کہاں نصیب؟

پنڈت جی! آپ تو خلاف قانون قدرت کے سخت منکر تھے اور ستیارتھ پرکاش میں خلاف قانون قدرت کو محال جانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ خدا بھی خلاف قانون قدرت نہیں کر سکتا۔ اب کسی مسلمان نے نماز پڑھ کر دم کر دیا کہ آپ روزہ کو خلاف قانون قدرت کہہ بیٹھے ہیں۔ اگر خلاف قانون قدرت ہے۔ تو روزہ دار روزہ رکھتے کیسے ہیں؟ سماجیو! ذرا سوچ کر جواب دینا۔

(۳۵) ترجمہ:

اللہ کے راہ میں لڑو۔ ان سے جو تم سے لڑتے ہیں مار ڈالو تم ان کو جہاں پاؤ قتل سے کفر برا ہے یہاں تک ان سے لڑو کہ کفر نہ رہے اور ہوئے دین اللہ کا انہوں نے جتنی زیادتی کی تم پر۔ اتنی ہی زیادتی تم ان کے ساتھ کرو۔ (آیت ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹)

---

❶ آدمی اوروں کو بھی اپنے پر قیاس کرتا ہے۔

(۳۵) محقق: اگر قرآن میں ایسی باتیں نہ ہوتیں تو مسلمان لوگ اتنا بڑا ظلم جو کہ غیر مذہب والوں پر کیا ہے نہ کرتے۔ بلا قصور کسی کو مارنا سخت گناہ ہے۔ ان کے نزدیک مذہب اسلام کا قبول نہ کرنا کفر ہے اور کفر سے قتل کو مسلمان لوگ اچھا مانتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ جو ہمارے دین کو نہ مانے گا۔ اس کو ہم قتل کریں گے۔ چنانچہ وہ ویسا ہی کرتے ہیں اور مذہب کی خاطر لڑتے لڑتے اپنی سلطنت وغیرہ کھو کر برباد ہو گئے۔ ان کا مذہب غیر مذہب والوں سے سخت ظلم کرنا سکھاتا ہے۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ کیا چوری کا عوض چوری ہی ہے؟ جتنا نقصان ہمارا چور وغیرہ چوری سے کریں کیا ہم بھی ان کا چوری سے کریں؟ یہ بالکل بے انصافی کی بات ہے۔ کیا کوئی جاہل ہم کو گالیاں دے تو ہم بھی اس کو گالیاں دیں؟ یہ بات نہ خدا کی نہ خدا کے معتقد عالم کی اور نہ خدا کی کتاب کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو صرف خود غرض لاعلم آدمی کی ہے۔

(۳۵) مدقق: اس فقرہ نے تو ثابت کر دیا کہ سوامی دیانند جی کا قول سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔

"ہٹ دھرمی کی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ)

سوامی جی! مہاراج! اس آیت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ جو آپ نے بھی نقل کئے ہیں اگر محض ضد اور ہٹ...... غور نہیں کیا تو اب غور سے سنو! "اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔"

پھر بھی آپ لکھتے ہیں کہ بلا قصور کسی کو مارنا سخت ظلم ہے۔ سچ ہے۔

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو وہ حقی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

مفصل جواب جہاد کا نمبر ۲ میں صفحہ (۱۶تا۱۷) کتاب ہذا آچکا ہے۔

(۳۶) ترجمہ: اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے۔ فساد کو۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے (آیت ۲۰۲، ۲۰۳)

(۳۶) محقق: اگر خدا فساد نہیں چاہتا تو کیوں آپ ہی مسلمانوں کو فساد کرنے پر آمادہ کرتا ہے؟ اور مفسد مسلمانوں سے

دوستی کیوں کرتا ہے؟ اگر مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ تو وہ مسلمانوں ہی کا طرف دار ہے سب دنیا کا خدا نہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ قرآن کا بنانے والا اور نہ اس میں کہا ہوا اچھا خدا ہو سکتا ہے۔

(۳۶) مدقق: سوامی جی کو ایجادی نمبروں میں مزہ آتا ہے۔ جس سے چیلوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمیں تو ضروری نہیں۔ جواب نمبر ۲ میں دیکھ لو۔ ہاں اتنا ضرور بتلایئے کہ "وید کا منکر دہریہ تو نہیں۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۷۲)

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۳۷) ترجمہ: "اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بیشمار۔" (آیت ۲۰۹)

(۳۷) محقق: کیا بلا گناہ اور ثواب کے خدا ایسے ہی رزق دیتا ہے؟ تو پھر برائی بھلائی کا کرنا یکساں ہے۔ کیونکہ رنج و راحت کا حاصل ہونا اس کی مرضی پر ہے۔ اس لئے دھرم سے منحرف ہو کر مسلمان لوگ اپنی من مانی کارروائی کرتے ہیں اور کئی اس قرآن کے فرمودہ پر اعتقاد نہ رکھ کر دھرماتما بھی ہوتے ہیں۔

(۳۷) مدقق: تناسخ چونکہ باطل ہے۔ اس لئے دنیاوی رنج و راحت کسی نیک اور بدکام کے عوض میں نہیں۔ نیکی بدی کا اصل عوض دوسری زندگی پر ہے نہ آپ "پرلوک" کہتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم نہایت سرکشی کرے اور اپنے فرائض کو پورا نہ کرے تو خدا اس سے وہ نعمت چھین لیتا ہے۔ غور سے سنو!

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: "خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے عمل نہیں بدلتے۔"

(۳۸) ترجمہ: اور سوال کرتے ہیں تجھ سے حیض سے کہہ وہ ناپاکی ہے۔ پس کنارہ کرو عورتوں کو بیچ حیض کے اور مت نزدیک جاؤ ان کے یہاں تک کہ پاک ہوں۔ پس جب نہالیں پس جاؤ ان کے پاس اس

چلا ہے کہ حکم کیا تم کو اللہ نے بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں واسطے تمہارے۔ پس جاؤ کھیت اپنے میں جس طرح چاہو۔ تم کو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑتا۔ (آیت ۲۱۶، ۲۱۸)

(۳۸) **محقق:** ایام حیض میں مجامعت نہ کرنے کا حکم تو اچھا ہے۔ لیکن عورت کو کھیت سے مشابہت دینا اور یہ کہنا کہ جس طرح چاہو۔ ان کے پاس جاؤ۔ انسان کی شہوت بھڑکانے کا موجب ہے۔ اگر خدا لغو قسم پر نہیں پکڑتا تو سب جھوٹ بولیں گے۔ قسم توڑیں گے۔ اس سے خدا جھوٹ کا اجراء کرنے والا ہو جائے گا۔

(۳۸) **مدقق:** کیسا مورکھ (بیوقوف) ہے وہ منش (آدمی) جو اپنا گھر شیشوں کا بنا کر دوسروں پر پتھر برساتا ہے۔ سماجیو! سوامی جی کیسے پکش پاتی متعصب ہیں۔ کہ جس قسم کا استعارہ وہ خود بولتے ہیں۔ اسی قسم کے استعارے والا کلام اگر قرآن میں ان کو نظر آ جاتا ہے۔ تو فوراً معترض ہوتے ہیں۔ سنو! اور غور سے سنو!

عورت مرد کو دھیان رکھنا چاہئے کہ ویرج (نطفہ) کو بے جا نہ کھوئیں جو کوئی اس بیش قیمت بیج (نطفہ) کو بیگانی عورت، رنڈی یا برے مردوں کی صحبت میں کھوتے ہیں وہ بڑے بے عقل ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسان یا مالی جاہل ہو کر بھی اپنے کھیت یا باغیچے کے سوائے اور کہیں بیج نہیں بوتے۔ جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا ایسا دستور ہے۔ تو جو شخص سب سے اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو برے کھیت میں کھوتا ہے وہ بھاری بیوقوف کہلاتا ہے کیونکہ اس کا پھل اس کو نہیں ملتا۔" (ستیارتھ صفحہ ۱۵۶، سمولاس ۴، نمبر ۱۳۲)

بتلایئے! اس عبارت میں کھیت کس کو کہا ہے اور درخت کس کو؟ کیوں جی! بیج ہے؟ ناپاک باطنوں کو علم نہیں ہوتا (بھوسکا صفحہ ۵۲)

ہاں اب یاد آیا کہ سوامی جی اس فقرہ پر "جاؤ اپنے کھیت میں جس طرح چاہو۔" کیوں ناراض ہیں۔ پنڈت جی نے تو عورت کو کھیتی اس درجہ تک کہا تھا کہ اگر مرد کے نطفہ میں کمزوری ہو تو دوسرے سے اولاد لیکر خاوند کی وارث کر سکتی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو۔ تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنے والی عورت تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر (سماجیو! عمل کرو تو جانیں) کیونکہ اب مجھ سے اولاد نہیں ہوسکے گی۔ تب عورت دوسرے سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے" ❶ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۳ سمولاس ۴ نمبر ۱۳۸)

قرآن شریف نے بڑا غضب کیا کہ سوامی جی کی اس ترقی کو روک کر صرف خاوندوں کو کھیتیوں میں جانے کی اجازت بخشی ہے اور یہ بڑا گناہ ہے۔

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں یہ خوبی یہ کام بھی ہیں

لغو قسم اس کو کہتے ہیں کہ کسی گذشتہ زمانہ کی بابت اپنے خیال میں واقعہ سچ سمجھ کر قسم کھائے حالانکہ وہ غلط ہو۔ مثلاً کہے قسم ہے اللہ کی زید کل آیا تھا۔ کیونکہ اس کے علم میں آیا تھا حالانکہ واقعہ میں وہ نہیں آیا۔ یا سبقت لسانی سے وہ منہ سے نکل جائے۔ جیسے بعض لوگ ہربات میں واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی قسموں پر جو غلطی سے زمانہ ماضی کے واقعہ پر کھاؤ یا سبقت لسانی سے تمہارے منہ سے نکل جائیں۔ مواخذہ نہیں۔ یعنی ایسی قسموں پر وہ کفارہ نہیں جو قسم کے توڑنے کی صورت میں لازم ہے۔ یعنی دس مسکینوں کو کھانا دینا یا تین روزے رکھنا۔ یا غلام آزاد کرنا۔ بتلایئے! کیا اعتراض ہے۔ ہاں پنڈت جی نے کیا ہی سچ کہا ہے۔

"بہت سے ایسے ضدی اور متعصب ہوتے ہیں کہ وہ متکلم کے خلاف منشاء تاویل کیا کرتے ہیں خصوصاً مذہب والے لوگ کیونکہ مذہب کے پاس خاطر سے ان کی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

(۳۹) ترجمہ: کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو اچھا۔ پس دگنا کرے اس کو واسطے اس کے۔ (آیت ۲۳۹)

(۳۹) محقق: بھلا خدا کو قرض لینے سے کیا؟ کیا جس نے ساری خلقت کو بنایا۔ وہ انسان سے قرض لیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا

❶ ویدوں [illegible] بیوی کی [illegible] کرنے میں [illegible] مرد کو بھی [illegible] عورت کی [illegible] بابت سوامی جی نے کچھ نہیں لکھا۔

تھا یا یہ سمجھ لیا جا سکتا ہے۔ کیا اس کا خزانہ خالی ہو گیا تھا؟ کیا اس کو ہنڈوی پرچہ سوداگری وغیرہ میں مصروف ہونے سے خسارہ پڑ گیا تھا جو قرض لینے لگا؟ اور ایک کا دو دو دینا قبول کرتا ہے کیا یہ دیوالیہ ساہوکاروں کا کام ہے ایسا کام تو دوالیوں یا فضول خرچیوں اور کم آمدنی والوں کو کرنا پڑتا ہے خدا کو نہیں۔

(۳۹) مدقق

سوامی جی کا یہ بیان بالکل سچ ہے۔

"انسان کو کامل علم کے لئے اس طرح وکیل کرنی چاہئے کہ اس منترا (یا آیت) کا مطلب کیا ہوگا؟ صرف منترا (یا آیت) کو محض وکیل (یعنی الفاظ) سے منتروں (یا آیتوں) کے معنی بیان کر دینا کافی نہیں۔ جب تک انسان مقدم و مؤخر کو سمجھنے کی لیاقت حاصل نہ کر لے اور منتروں (اور آیتوں) کے معنی کو اچھی طرح صاف نہ کر لیں اور اپنے ہم جنسوں میں بلحاظ مہارت علوم قابل تعریف اور اعلیٰ درجہ کا عالم نہ ہو جائے۔ تب تک وہ اچھی طرح توضیح و فکر کے ساتھ عمدہ وکیل سے وید (یا قرآن) کے معنی نہیں کر سکتا" (بھومکا صفحہ ۵۵ ملخص)

نیز یہ بھی سچ ہے۔

بعض ضدی لوگ خلاف منشاء متکلم کے تاویل کرتے ہیں۔ (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

پس اگر متکلم کے منشاء کے مطابق آگے پیچھے کو ملا کر معنی کرنے صحیح ہیں تو سنئے! قرآن مجید بتاتا ہے۔ کہ

إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

ترجمہ "خدا جسے چاہے رزق فراخ کرتا ہے اور جسے چاہے تنگ کرتا ہے۔"

یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آیت زیر بحث میں قرض سے وہ قرض مراد نہیں جو مخلوق میں ایک دوسرے سے لیا کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ خدا بندوں کو ترغیب دیتا ہے کہ تم نیکی کے کاموں میں اپنے خرچوں کو ضائع نہ سمجھو بلکہ یہ سمجھو کہ ہم کو قرض دیتے ہیں جو اس کا عوض کئی درجے بڑھ کر ہم کو عنایت کرے گا۔ میری اس تفسیر پر آپ بھومکا میں دستخط کر چکے ہیں۔ جہاں لکھتے ہیں۔

جہاں معنی میں غیر امکان پایا جاتا ہے۔ وہاں استعارہ (مجاز) ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی راست گو عالم کسی سے یہ کہے کہ چان (ہرن کا چمڑا) بولتے ہیں۔ یہاں یہ مراد لی جائے گی کہ چان پر بیٹھے ہوئے انسان بولتے ہیں۔ (صفحہ ۱۰)

پس جب قرآن شریف نے خود ہی بتلا دیا کہ خدا اب کا داتا ہے وہی مالک ہے وہی خالق ہے۔ تو قرض کے اصلی معنی ممکن نہ رہے۔ پھر آپ کا ان پر اعتراض کرنا آپ ہی قول کی تصدیق نہیں ہے؟ کہ "ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (دیکھو بھومکا صفحہ ۵۲)۔

(۴۰) ترجمہ: "ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا جو اللہ چاہتا ہے نہ لڑتے جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔" (آیت ۲۳۸)

(۴۰) محقق: کیا جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں وہ خدا ہی کی مرضی سے ہوتی ہیں کیا وہ ادھرم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو وہ خدا ہی نہیں کیونکہ نیک آدمیوں کا یہ کام نہیں کہ صلح توڑ کر لڑائی کرا دیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن نہ خدا کا بنایا اور نہ کسی دیندار عالم کا بنایا ہوا ہے۔

(۴۰) مدقق: سوامی جی! ہر ایک بات پر غور و فکر کرنا شرط ہے آپ نے رضا اور مشیت میں فرق نہیں سمجھا۔ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے۔ خدا کی مشیت (ارادہ) سے ہوتا ہے۔ مشیت اس کے قانون کا نام ہے۔ بسا اوقات شاہی قانون پر عمل کرنے سے رضا حاصل نہیں ہوتی۔ کیا آجکل ممالک مغربی و شمالی کے مسلمانوں کا اردو دفتر میں کارروائی کرنا میموریل پر میموریل دینا شاہی قانون کے مطابق نہیں؟ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کے منشاء سے ہیں۔ یعنی گورنمنٹ کے قانون کے مطابق ہیں۔ مگر جہاں تک ہمیں قرائن سے معلوم ہے کہ لیفٹیننٹ گورنر ممالک مذکورہ کی رضا اس میں نہیں یہ ایک مثال انسانی مشیت اور رضا کی ہے۔

یہ مثال بہت پرانی ہے جو پہلی طبع میں دی گئی۔ آجکل کی مثال سوراج کی طلب سمجھو جو کہ آئینی طریق سے انگریزی حکومت کے قانون سے ہے۔ مگر کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ اس پر راضی بھی ہے؟ خود نہ جانتے ہو تو کسی سیاست دان سے پوچھ دیکھنا۔

اب سنیئے خدائی قانون۔ ایک ظالم کسی مظلوم پر حملہ کر کے تمام مال و اسباب چھین لیتا ہے۔ کئی طرح کے ظلم کرتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ قانون خداوندی کے مطابق وہ فعل ہوتا ہے۔ یعنی خدائی قانون ہے کہ زبردست کمزور کو دبا سکے۔ خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔ پس کسی طاقتور کا کسی کمزور پر حملہ کر کے اس پر ظلم و ستم کرنا مطابق قانون خدا تو ہے۔ مگر کیا اس میں رضا خدا بھی ہے؟ سماجیو! سوچ کر جواب دینا۔

اور سنو جوان مرد جوان عورت جب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو دونوں کے دل میں جو جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ قانون قدرت کے ماتحت ہوتے ہیں اس کے بعد فریقین سے جو سرزد ہو جاتا ہے۔ جس کو ہر مذہب برا جانتا ہے۔ وہ بھی اسی قانون قدرت کے ماتحت ہوتا ہے۔ تو کیا قانون قدرت کا مالک (پرمیشور) ان افعال پر راضی ہے؟ سماجیو! نیوگ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لئے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

پس! آپ اس مختصر تقریر پر غور کریں اور آئندہ کو خدائی مشیت اور رضا میں فرق سمجھا کریں۔ پس اسی فقرہ کی کہ۔ کیا جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں خدا ہی کی مرضی سے ہوتی ہیں۔" یوں تصحیح کیجئے۔ "جتنی لڑائیاں ہوتی ہیں خدا ہی کی مشیت (قانون) سے ہوتی ہیں۔" جس کا جواب ہم دیں گے۔ "ہاں۔" "کیونکہ بغیر مشیت خداوندی کچھ نہیں ہو سکتا۔ "وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" کے بھی یہی معنی ہیں۔ قرآن کی آیت زیر بحث میں بھی يَشَآءُ کا لفظ ہے۔ جس کا دہاتو (مصدر) مشیت ہے۔ ورت مان کال (مضارع) يَشَآءُ فقرہ "جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔" کے بھی یہی معنی ہیں کہ جو اس کا قانون مخلوق کے متعلق ہے اسی کے مطابق کرتا ہے۔ جو ایک طرح سے آپ کی تائید تھی۔ کیونکہ آپ بھی سپر نیچرل (خلاف قانون قدرت) کو محال جانتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ اعتراضات کے شوق میں مست ہیں اس لئے اپنی تائید کی بھی تردید کرنے بیٹھ گئے۔ کیونکہ بقول آپ کے "ہٹ دھرم لوگ تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتے ہیں۔"

(دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

(۴۱) ترجمہ : "جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اس کے لئے ہے۔ چاہیے ● اس کی کرسی نے آسمان اور زمین کو سمایا ہے۔" (آیت ۲۵۵)

(۴۱) محقق : جو آسمان زمین پر چیزیں ہیں۔ وہ سب انسانوں کے واسطے خدا نے پیدا کی ہیں۔ اپنے واسطے نہیں کیونکہ اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ جب اس کی کرسی ہے تو وہ محدود المکان ہوا۔ جو محدود المکان ہے وہ خدا نہیں کہلاتا۔ کیونکہ خدا تو پاک اور محیط کل ہے۔

(۴۱) مدقق : ماراج دھن ماراج! حضرت جی بچارے بھی معذور ہیں۔ عربی سے واقف نہیں اردو فارسی سے آشنا نہیں۔ خدا معلوم اس بے علمی سے آپ نے کیا کیا دھوکے کھائے ہوں گے۔ جو ہم کا صفحہ ۵۲ کی عبارت ہم کئی دفعہ نقل کر چکے ہیں۔ جس میں آپ خود بھی قائل ہیں جب تک مہارت تامہ نہ ہو۔ کلام کے معنی نہیں سمجھے جاتے۔

سنئے! آیت زیر بحث یوں ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

عربی میں لام ملکیت کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں ھذا المال لزید یہ مال زید کا ہے پس آیت کے معنی صاف ہیں "اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔" چنانچہ شاہ عبد القادر صاحب نے بعینہٖ یہی ترجمہ کیا ہے (دیکھو ترجمہ خود)

کرسی کے معنی بھی آپ نے نہیں سمجھے شاہ ولی اللہ صاحب کا فارسی ترجمہ۔

"فرا گرفتہ است بادشاہی او آسمانہا و زمینہا

● "چاہیے" کا لفظ نقل کر کے چوہدری نے ہمارے دعوی کی تصدیق کر دی کہ آپ محاورۂ زبان سے واقف نہیں ہے۔ ناظرین ترجمہ قرآن کو دیکھیں تو "چاہیے" کا لفظ ان کو ملے گا۔ پھر ہماری تصدیق سے کیسے (اطلاع: یہ حاشیہ ان سے طبع اول کے بعد ان کو ...)

یعنی آسمان اور زمین پر اللہ ہی کی حکومت ہے۔ آج معلوم ہوا کہ شاہ صاحب موصوف نے اپنے صریح لفظوں میں کیوں ایسا ترجمہ کیا صرف آپکے سمجھانے کو۔

ہاں پرمیشور کے محیط کل ہونے کے معنی ذرہ آپ کے لفظوں میں بیان کر کے تھوڑا سا پرشن (سوال) کرنے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے۔

آپ ستیارتھ پرکاش میں ایشور کے جنم (تولد) نہ لینے کی دلیل لکھتے ہیں کہ۔

"اگر کوئی شخص اس لا محدود آکاش (خلا) کو کہے کہ حمل میں آگیا یا مٹھی میں رکھ لیا گیا تو ایسا قول بھی سچ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آکاش غیر متناہی اور محیط کل ہے اسی واسطے آکاش نہ باہر آتا ہے اور نہ اندر جاتا ہے۔ اسی طرح پرمیشور غیر متناہی اور محیط کل ہونے کی وجہ سے اس کا آنا جانا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کسی کا جانا اور آنا اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں وہ نہ ہو۔ کیا پرمیشور رحم میں نہیں تھا جو اندر سے نکلا؟ ایشور کے بارے میں ایسی بات علم سے بے بہرہ لوگوں کے سوائے اور کون کہہ اور مان سکتا ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۲۲۹ سملاس ۷ نمبر ۳۵)

ان معنی سے جو محیط کل کا ترجمہ پنڈت جی نے کیا ہے (اگر ہماری سمجھ غلط نہ ہو) تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سوامی جی پرمیشور کو ایسا جانتے ہیں کہ جیسے پانی میں کھانڈ ہوتی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ دور نہیں کہ ان کے خیال میں پرمیشور بھی مجسم (لمبائی، چوڑائی، گہرائی والا) ہے۔ پس جو چیز لمبائی چوڑائی والی ہوگی۔ وہ قابل انفصال بھی ہوگی اور یہ تو پنڈت جی بھی مانتے ہیں کہ قابل انفصال ایک وقت سے شروع ہو کر ایک وقت میں فنا ہو جایا کرتی ہے۔ (مفصل تقریر نمبر ۱۶ میں دیکھو اور نتیجہ پاؤ)

دوسرا سوال یہ ہے کہ سوامی جی کی اس تقریر کے مطابق خدا محدود اور متناہی ہو جائے گا اس لئے کہ مخلوق خواہ کتنی ہی ہماری گنتی میں ان گنت ہو تاہم واقع میں ان گنت نہیں کیونکہ اسمیں شک نہیں کہ موجودہ دنیا کا آغاز تو ضرور ہے اور پنڈت جی بھی اسکا شروع مانتے ہیں (ستیارتھ صفحہ ۲۸۷ سملاس ۸ نمبر ۲۸) (ہم تو اس کے سلسلے کے بھی نمبر ۱۶ میں آغاز ثابت کر آئے ہیں) پس ضرور ہے کہ ایک وقت سے اس کی ابتدا ہو اور یہ تو بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ پرمیشور نے ابتدا میں جو چیزیں پیدا کی تھیں وہ بھی محدود تھیں۔ ان پر ہر روز اور ہر گھڑی محدود ہی بڑھتی چلی آئیں۔ محدود پر محدود بڑھنے سے

محدود ہی رہے گا۔ آخر آج تک وہ سب کی سب محدود ہی ہیں۔ گو وہ ایسے درجہ تک پہنچ گئی ہوں کہ ہندسوں کا حساب اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ اس سے واقعی غیر محدود اور غیر متناہی نہیں ہو سکتیں۔ پس جب یہ کل دنیا ایک حد تک محدود ہے گو اس کی حد کو ہم نہ جانیں۔ پرمیشور بھی اس کی تحدید سے محدود ہو گا۔ کون نہیں جانتا کہ پانی جب گلاس میں محدود ہے تو گلاس بھی محدود ہو گی پس یا تو آپ پرمیشور کو محدود اور متناہی مانیں یا آپ اس دعوے کو کہ "پرمیشور غیر متناہی ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۵ سملاس ۷) واپس لیں۔

سائنس سے پہلے جھنڈا گاڑنے والے سماجیو! ان دلائل کو سوچ کر جواب دو یا قبول کرو۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۴۲) ترجمہ :

"اللہ آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے۔ بس تو مغرب سے لے آ۔ بس جو کافر حیران تھا تحقیق اللہ گناہ گاروں کو راہ نہیں دکھلاتا۔" (آیت ۲۵۳)

(۴۲) محقق :

دیکھئے یہ لاعلمی کی بات ہے۔ آفتاب نہ مشرق سے مغرب اور نہ مغرب سے مشرق بھی آتا جاتا ہے۔ وہ اپنی محور میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اس سے تحقیق جانا جاتا ہے کہ قرآن کے مصنف کو علم ہیئت اور جغرافیہ بھی نہیں آتا تھا۔ اگر گنہگاروں کو راہ نہیں بتلاتا۔ تو پرہیزگاروں کے لئے بھی مسلمانوں کے خدا کی ضرورت نہیں کیونکہ دھرماتما تو دھرم کی راہ میں ہوتے ہی ہیں۔ جو گمراہ ہیں۔ ان کو راستہ بتلانا چاہئے۔ اسلئے اس فرض کا ادا نہ کرنا قرآن کے مصنف کی بڑی غلطی ہے۔

(۴۲) مدقق :

سچ ہے۔ ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند ۔۔۔ چارپایہ برو کتابے چند

مشرق اور مغرب سے مراد اس مقام کا مشرق اور مغرب ہے۔ جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جن کا یہ کلام ہے۔ اگر کوئی کنارہ دنیا کا مشرق، مغرب نہیں تو آپ کی جغرافیہ دانی معلوم اگر ہم زمین کی حرکت کے قائل ہوں اور سورج کو اپنے محور پر متحرک سمجھیں تو بھی مشرق مغرب جو دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کے مطابق ہر ایک شخص خصوصاً ایسے احمق

کے سامنے جو خود ہی خدا بنتا ہو۔ جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخاطب نمرود تھا۔ جس کے جواب میں انھوں نے یہ فقرہ کہا تھا۔ ایسے مشاہدہ سے دلیل لائی جا سکتی ہے۔ سوامی جی کی بلا کو غرض ہے کہ آگے پیچھے کو دیکھیں اور غور کریں۔ انہیں تو فقرہ مذکورہ بھومکا صفحہ ۵۲ کی تصدیق منظور ہے کہ "جلد بازوں کو علم نہیں ہوتا۔"

سوامی جی! ہدایت دو قسم پر ہے۔ ایک ہدایت تو وہ ہے جسے راہ نمائی کہتے ہیں۔ یہ تو سب بندوں کو برابر ملتی ہے۔ ایک ہدایت وہ ہے جسے توفیق خیر کہتے ہیں۔ وہ خاص برگزیدوں کا حصہ ہے۔ اس مضمون کو آپ نے بھی ستیارتھ پرکاش کے کئی ایک مواقع میں ادا کیا ہے ایک موقع کے الفاظ یہ ہیں۔

جب آتما من (دل) کو اور من حواس کو کسی شے کے محسوس میں لگاتا ہے یا جس لمحہ میں آتما چوری وغیرہ برے یا رفاہ عام وغیرہ اچھے کام کرنا شروع کرتا ہے تو جیو کی خواہش اور علم وغیرہ چونکہ اسی وقت اسی خواہش کی ہوئی چیز کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اس لئے اس لمحہ میں جو آتما کے اندر برے کام کے کرنے میں خوف تامل اور شرم اور اچھے کاموں کے کرنے میں بے خوفی عدم تامل خوشی اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے وہ جیو آتما کی طرف سے نہیں بلکہ "پرماتما (خدا) کی طرف سے ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۵۵ سماس ۷ نمبر ۱۱)

اور سنئے!

"پاپ کرنے کی خواہش کے وقت شک اور شرم پیدا ہوتی ہے وہ انتریامی پرماتما (خدا) کی طرف سے ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۵۵)

پس ایک وقت انسان کی بدکاری کا وہ آتا ہے کہ یہ شک اور خوف گناہوں پر اس کو نہیں ہوتا اور وہ بے کھٹکے گناہ کرتا ہے۔ بلکہ اپنے افعال قبیحہ کو اچھا جانتا ہے اسی مضمون کو آپ نے بھی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بودھوں کی گمراہی کے سبب بیان کرتے ہوئے یوں ادا کیا ہے۔

انھوں (بودھوں) نے کس درجہ اودیا (جہالت) میں ترقی کی ہے جس کی نظیر ان کے سوا دوسری ہوئی نہیں سکتی۔ یقین تو یہی ہوتا ہے کہ وید اور ایشور سے مخالفت کرنے کا ان کو یہی نتیجہ ملا ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۵۴۰ باب ۱۲ نمبر ۲۷)

سنو! قرآن انسان کی فطری حالت بتلاتا ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ

بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ (یاد رکھو کہ ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ آدمی کے دل میں پردہ ہو جاتا ہے سمجھنے سے روک دیتا ہے)

سوامی جی! یہی وہ سوچ ہے جو آپ بھومکا صفحہ ۵۲ میں (جس کی عبارت ہم نے کئی دفعہ نقل کی ہے) لکھ چکے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔؟ "دگراں را نصیحت و خود را فضیحت۔"

(۳۳) ترجمہ :

کہا جانوروں سے لے ان کی صورت پہچان رکھ پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک ایک ٹکڑا رکھ دے۔ پھر ان کو بلا دوڑتے تیرے پاس چلے آئیں گے۔۔۔" (آیت ۲۶۶)

(۳۳) محقق :

واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل کر رہا ہے۔ کیا ایسی ہی باتوں سے خدا کی خدائی ظاہر ہوتی ہے عقلمند لوگ ایسے خدا کو خیرباد کہہ کر کنارہ کشی کریں گے اور جاہل لوگ پھنسیں گے۔ اس سے بھلائی کے عوض برائی اس کے پلے پڑے گی۔

(۳۳) مدقق :

اس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

اس آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "چار جانور لیکر ان کو اپنے ساتھ ہلاؤ۔ تم ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک پہاڑ پر رکھو۔" مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کی طرف سے کہا گیا تھا کہ تم چار جانور لیکر اپنے ساتھ ہلاؤ۔ پھر ان کو پہاڑوں پر رکھ کر اپنی طرف بلاؤ چونکہ وہ تم سے ہلے ہوں گے اس لئے تمہارے بلانے پر تمہارے پاس فوراً آئیں گے اس سے تم سمجھنا کہ خدا مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ وحشی جانور چند روزہ تمہاری موانست سے ایسے مانوس ہو گئے کہ تمہارے بلانے پر تمہارے پاس آئیں گے مخلوق تو ساری خدا سے فطری طور پہ مانوس ہے پھر کیا تعجب ہے کہ خدا کے بلانے پر وہ اس کے حکم کی تعمیل کریں۔ بلکہ نہ کریں تو تعجب ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن شریف کے اصلی الفاظ کے ترجمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

جو ہوتا ہے وہ الگ باتوں پر ہوتا ہے۔ جس کے قائل خود ذمہ دار ہیں۔ قرآن ذمہ دار نہیں۔

(۴۴) ترجمہ: جس کو چاہے حکمت دیتا ہے (آیت ۲۶۹)

(۴۴) محقق: اگر جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے تو جس کو نہیں چاہتا حکمت نہیں دیتا ہوگا یہ خدا کی بات نہیں۔ بلکہ جو طرف داری چھوڑ کر سب کو حکمت کی ہدایت کرتا ہے۔ وہی خدا اور سچا واعظ ہو سکتا ہے۔ دوسرا نہیں۔

(۴۴) مدقق: اس فقرہ کو جواب نمبر ۴۲ میں اور اس سے پہلے کئی دفعہ آچکا ہے۔ پنڈت جی کو نمبر شماری کا شوق چرا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے مشیت (مشاء) کے معنی نمبر (۳۰) میں ہم بتلا آئے ہیں۔

(۴۵) ترجمہ: وہ ❶ کہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا۔ جس کو چاہے عذاب دے گا۔ کیونکہ وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔ (آیت ۲۸۰)

(۴۵) محقق: کیا بخشش کے مستحق کو نہ بخشنا اور غیر مستحق کو بخشنا غیر منصف بادشاہ کا سا کام نہیں ہے؟ اگر خدا جس کو چاہتا ہے گنہگار یا دھرماتما بناتا ہے۔ تو روح کو گناہ و ثواب کرنے والا نہ کہنا چاہئے۔ جب خدا نے اس کو ویسا ہی کیا تو انسان کو تکلیف و راحت بھی نہ ہونی چاہئے۔ جیسے سپہ سالار کے حکم سے کسی نوکر نے کسی کو مارا تو اس کا ثمرہ حاصل کرنے والا وہ نہیں ہوتا ویسے ہی وہ بھی نہیں ہیں۔

---

❶ معلوم نہیں یہ کس آیت سے نقل کیا ہے۔ ایسا مفہوم ایک ہی جگہ نہیں ۔۔۔ کے ۱ کے ۔ دیکھیے ۔۔۔ پارہ میں آریوں نے اس کو بدل دیا ہے۔"

(۴۵) مدقق : بھولے سوامی! یہ کس لفظ کا مطلب ہے کہ مستحق کو خدا نہ بخشے گا اور غیر مستحق کو بخشے گا۔ مشیت دعاتو (مصدر) کے معنی جس سے بتاؤ ورت مان کال (مضارع) بنتا ہے۔ نمبر ۴۰ میں ہم بتلا آئے ہیں۔ علاوہ اس کے اس سے پہلے بھی ایک موقع میں اس کا ذکر ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں۔ کہ جو لوگ اس کی بخشش کے قانون کے پابند رہے ہونگے یعنی مستحق ہونگے۔ ان کو بخشے گا اور جو نہیں رہے ہونگے ان کو نہیں۔ مگر "ضدیوں کو علم کہا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲ دیکھو)

(۴۶) ترجمہ : "اس سے اچھی اور کیا پرہیزگاروں کو خبر دوں کہ اللہ کی طرف سے بہشتیں ہیں۔ جن میں نہریں چلتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہنے والی پاک بیبیاں ہیں۔" (سورہ آل عمران: آیت ۱۳)

(۴۶) محقق : بھلا یہ بہشت ہے یا طوائف خانہ؟ اس کو خدا کہنا یا استری (عورتوں) کا دلدادہ۔ کیا کوئی بھی عقلمند ایسی باتیں جس میں ہوں اس کو خدا کی بنائی ہوئی کتاب مان سکتا ہے؟ خدا طرفداری کیوں کرتا ہے؟ جو بیبیاں بہشت میں ہمیشہ سے رہتی ہیں۔ کیا وہ یہاں سے پیدا ہو کر وہاں گئی ہیں۔ یا وہیں پیدا ہوئی ہیں؟ اگر یہاں سے پیدا ہو کر وہاں گئی ہیں اور قیامت کی رات ✱ میں سب کا انصاف ہوگا۔ اس عہد کو کیوں توڑا؟ اگر وہیں پیدا ہوئی ہیں تو قیامت تک وہ کیونکر گزارہ کرتی ہیں؟ اگر ان کے واسطے آدمی بھی ہیں۔ یہاں سے بہشت میں جاتے مسلمانوں کو خدا بیبیاں کہاں سے دے گا؟ اور جیسے بیبیاں بہشت میں ہمیشہ رہنے والی بنائیں۔ ویسے مردوں کو وہاں ہمیشہ رہنے والے کیوں نہیں بنایا؟ اس واسطے مسلمانوں کا خدا بھی بے انصاف اور بے سمجھ ہے۔

(۴۶) مدقق : سوامی جی کا ترجمہ یوں تو تمام و کمال نور ہوتا ہے۔ مگر اس فقرے کے لفظوں نے تو ثابت کر دیا کہ سوامی جی کا

✱ یہ لفظ سوامی جی کو کسی ہندو استری نے ایسا سکھایا ہے کہ گویا کمال ہو گئیں۔

پرمان واقعی سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ "ہٹ دھرمی کو عقل پر پتھر۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷) اللہ اللہ جس شخص کو اتنی بھی خبر نہیں کہ مبتدا اور خبر میں تمیز کرسکے۔ معمولی اردو اور اردو سے ناگری کیا ہوا ترجمہ بھی صاف نقل نہیں ہو سکتا۔ تو ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے علم و عقل کے مہاتما نے کہاں تک قرآن شریف پر جس کو ہزار ہا ودوان (اہل علم) الہامی کتاب مانتے ہیں اور راہ نجات جانتے ہیں۔ غور و فکر کی ہوگی۔ ہم ہر فقرہ پر یہ شکایت کرتے تو ایسی شکایت ہی سے کتاب بھر جاتی۔ ناظرین خصوصاً ہمارے سماجی دوست اپنے چوتھے اصول کو یاد کرکے ذرا اپنے سوامی کا ترجمہ منقولہ خصوصاً جہاں ہم نے ترجمہ کی نقل پر اعتراض کئے ہیں۔ مترجم قرآنوں سے مقابلہ کریں۔

فقرہ نمبر ۹ میں بھی سوامی جی نے یہی اعتراض کیا ہے۔ پنڈت جی کو اعتراضات بڑھانے کا ایسا شوق چڑھا ہوا ہے کہ ایک ہی اعتراض کو کئی ایک مواقع پر کرکے سور کھوں میں نمبر شماری کراتے ہیں۔ قرآن شریف کا مطلب کسی عالم سے پوچھ لیا ہوتا؟؟ قرآن میں اہل بہشت کیلئے بیبیوں کا ہونا بیشک مذکور ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر سوامی جی کو کیا سوال ہے؟؟ اگر خدا کسی نیک آدمی کو نیک بیوی کو بہشت میں اس کے ساتھ ہی جگہ دے تو کیا قباحت ہے؟ ہاں جو نیک مرد بے نکاح مریں گے ان کو ملاپ ان عورتوں سے ہو گا جو ویسی ہی نیک اعمالی میں بے نکاح مریں گی یا خدا ان کے لئے بہشت میں ان کے مناسب عورتیں پیدا کردے گا یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اہل بہشت مردوں کو ایک عورت سے زیادہ کی خواہش ہوگی تو اور عورت وہاں کی پیدائش سے اس کو مل جائے گا۔ پنڈت جی نے چونکہ تمام عمر خلاف قانون قدرت تجرد میں گزاری ہے۔ اس لئے وہ جب سنتے ہیں کہ اہل بہشت کو بیبیاں ملیں گی تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ میں تو باوجود ایں ہمہ جد و جہد دنیا میں بھی بے نصیب رہا۔ مسلمان اس لوک (دنیا) کے علاوہ پرلوک (آخری زندگی) میں بھی کامیاب ہوئے جاتے ہیں۔ مگر یہ قصور کس کا؟؟ ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

باقی جواب نمبر ۹ میں ملاحظہ ہو۔

(۴۷) ترجمہ: "تحقیق اللہ کی طرف سے دین اسلام ہے۔"
(آیت ۱۶)

(۴۷) محقق: کیا اللہ مسلمانوں ہی کا ہے اوروں کا نہیں؟ کیا تیرہ سو برسوں سے پہلے خدا کا مذہب تھا ہی نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں بلکہ کسی متعصب کا بنایا ہوا ہے۔

(۴۷) مدقق: ایک شخص نے ایک طوطے کی پرورش کی اور اسے "دریں چہ شک۔" کا لفظ ایسا حفظ کرایا کہ ہر ایک بات کے جواب میں طوطا "دریں چہ شک" بیساختہ کہہ دیتا۔ آخر ایک دفعہ مالک اس کو بازار میں بیچنے کو لے گیا اور خریدار کے پوچھنے پر سو روپیہ سوال کیا۔ خریدار کی تکرار پر مالک نے کہا کہ طوطا مہاراج سے پوچھ لو۔ طوطا رام جی جھٹ بول اٹھے کہ "دریں چہ شک" خریدار نے سمجھا کہ ایسا طوطا کہاں سے ملے گا۔ جو کہ فارسی میں ہر بات کا جواب دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پنڈت جی کو یہ لفظ حفظ ہے۔ کہ "مسلمانوں ہی کا خدا ہے۔ اوروں کا نہیں۔" مگر جب اپنے پر گزرتی ہے تو صاف کہہ جاتے ہیں کہ "وید کا منکر ناستک (دہریہ ملحد) ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۳۴۷) اور

"اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ تمہارا کیا اعتقاد ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۲ سملاس ۷ نمبر ۸)

تیرہ سو برسوں سے پہلے کا جواب نمبر (۱) میں ملاحظہ ہو۔

(۴۸) ترجمہ: ہر ایک روح کو پورا دیا جائے گا۔ جو اس نے کمایا اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے۔ کہو یا اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے۔ جس کو چاہے دیتا ہے۔ جس سے چاہے چھینتا ہے۔ جس کو چاہے عزت دیتا ہے جس کو چاہے ذلت دیتا ہے۔ سب کچھ تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک چیز پر تو ہی قادر ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں بٹھاتا ہے۔ اور مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اور جس کو چاہے بیشمار رزق دیتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں سوائے مسلمانوں کے۔ پس جو کوئی یہ کرے پس وہ اللہ کی طرف سے نہیں۔ کہہ جو تم چاہتے ہو اللہ کو تو پیروی کرو میری۔ اللہ چاہے گا تم کو اور

تمہارے گناہ معاف کریگا۔ تحقیق بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورہ عمران: آیت ۲۱ تا ۲۷)

(۴۸) محقق: جب ہر روح کو اعمال کا پورا پورا ثمرہ دیا جائے گا تو گناہ معاف نہیں ہو سکیں گے اور اگر معاف ہو گئے تو پورا ثمرہ نہیں دیا جائے گا اور بے انصافی ہو گی اگر بلا نیک اعمال کے سلطنت دے گا۔ تو بھی غیر منصف ہو جائے گا۔ بھلا زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدا کا انتظام عمل اور لازوال ہے۔ کبھی اس میں تغیر تبدل نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھیے تعصب کی باتیں جو دین اسلام میں نہیں ہیں۔ ان کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ غیر مذہب کے نکوکاروں سے بھی دوستی نہ رکھنا اور بد مسلمانوں سے دوستی رکھنے کی تعلیم دینا خدا کے شایان نہیں۔ اس لئے یہ قرآن اور قرآن کا خدا اور مسلمان لوگ محض تعصب جہالت سے پر ہیں۔ اور مسلمان لوگ تاریکی میں ہیں اور دیکھیے محمدؐ صاحب کی لیلا کہ اگر تم میری طرف ہو گے تو خدا تمہاری طرف ہو گا۔ اگر تم تعصب سے گناہ کرو گے تو اس کی معافی بھی کریگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب کی نیت صاف نہ تھی۔ اور محمد صاحب نے اپنی مطلب برآری کے لئے یہ قرآن بنایا ہے۔

(۴۸) مدقق: "کیسے ہٹ دھرمی ہیں وہ لوگ جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو کھو بیٹھتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷) ہر ایک کام کا پورا بدلہ وہی ہوتا ہے جو حاکم نے مقرر کیا ہو۔ پس جن گنہگاروں کے نیک اعمال زیادہ اور بد اعمال کم ہو نگے ان کا بدلہ یہی ہے کہ وہ نجات یاب ہوں غور سے سنو!

اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ❷

پھر یہ بھی قانون مقرر ہے کہ ایسے گنہگاروں میں سے جو جہنم کے قابل ہو نگے اگر کوئی گناہگار خدا سے باغی یعنی مشرک نہیں تو کسی قدر سزا دیکر ان کو بھی نجات مل سکے گی۔

❶ جن کے نیک اعمال زیادہ ہو نگے وہ نجات پا جائیں گے۔
❷ جن کے نیک اعمال کم ہو نگے وہ جہنم میں جائیں گے۔

غور سے پڑھو اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ❶

پس آپ کے پہلے حصہ کا جواب آگیا۔ زندوں سے مردے اور مردوں سے زندہ ہر روز نکلتے ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ کیا جن مردوں کو آگ میں جلاتے ہو۔ وہ تم زندوں میں سے نہیں تھے؟ اور جو روز مردہ پیدا ہوتے ہیں وہ پہلے مردہ (بے جان مٹی) نہیں ہوتے؟

دیکھئے قرآن شریف اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ❷

سچ ہے۔

کامل علم کے لئے ہر بات کا مقدم مؤخر اور موقع مناسب دیکھنا اور سوچنا ضروری ہے اور غیر پاک باطن والے جاہلوں کو وہ حقیقی علم نہیں ہوتا۔ (بھومکا صفحہ ۵۲)

کافر کہنے کا جواب فقرہ نمبر ۲۰ میں آچکا ہے۔ آپ اپنی خو (تطویل بلا طائل) میں مجبور ہیں تو ہم بھی اپنی عادت (اختصار) پہ مجبور ہیں۔

نیز مذہب کے نیک لوگوں کے ملنے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ ان باطنی دشمنوں سے منع کیا۔ جن کا حال خود خدا نے بتایا ہے کان کھول کر سنو!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ❸

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

سماجیو! بھومکا صفحہ ۵۲ کو جس کی عبارت ہم نے کئی دفعہ لکھی ہے دیکھو اور قرآن کی داد دو جو ایسی حرکات ناانسانی سے کیسے سخت لفظوں میں منع کرتا ہے۔

---

❶ شرک کے سوا جس گناہ کو چاہے گا [illegible] بخش دے گا۔

❷ کیسے خدا سے منکر ہوتے ہو۔ حالانکہ تم بے جان بے حس تھے۔ پھر اس نے تم کو زندگی بخشی

❸ مسلمانو! غیر قوموں سے دوستی نہ کرو۔ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے تمہاری تکلیف سے خوش ہوتے ہیں۔ خود ان کے مونہوں سے [illegible] ظاہر ہو چکی ہے۔ [illegible] ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہم نے تم کو نشان بتا دیئے ہیں۔ اگر تم عقل سے کام لو۔

غور سے سنو!

لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (1)

ہاں! سوامی جی! اگر آپ ایسے ہی صلح کل اور نرم طبیعت تھے کہ غیر مذہب کے لوگوں کو اپنی طرح جانتے تھے تو ہمارے بے زبان بزرگوں پر کیوں ایسے خفا ہیں جو لکھتے ہیں:

"انہوں نے انگریز، مسلمان، چنڈال وغیرہ سے بھی کھانے پینے کی تمیز نہیں رکھی۔ انہوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ کھانے اور ذات کا امتیاز توڑنے سے ہم اور ہمارا ملک سدھر جائے گا۔ لیکن ایسی باتوں سے سدھار کہاں الٹا بگاڑ ہوتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۰ سملاس ۱۱ نمبر ۱۰۵) اور بھی سنئے! پنڈت جی یوں فرمان دیتے ہیں۔

"اب ادبار بخت آریوں کی سستی، غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے بلکہ خود آریہ ورت (ہند) میں بھی اس وقت آریوں کو کامل آزاد اور خود مختار اور بے خوف راج نہیں۔ جو کچھ ہے اس کو بھی غیر ملک والے پامال کر رہے ہیں۔ کچھ تھوڑے سے راجہ خود مختار ہیں۔ (2) جب برے دن آتے ہیں تب ملک کے رہنے والوں کو کئی طرح کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ کوئی کتنا ہی کرے لیکن جو اپنے ملک کا راج ہوتا ہے وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ لیکن غیر ملکوں کا راج پورا پورا آرام دہ نہیں ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۸ سملاس ۸ نمبر ۴۹)

گروکل اور آریہ کالج کے حامیو! سوامی جی کی جلی عبارت سے متفق ہو؟

پنڈت جی! مسلمان اور عیسائی خواہ کتنے ہی نیک ہوں ان کے ساتھ کھانا روا نہیں۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ وید کی پابندی کے سوا کوئی نیک کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ

"وید کا منکر ناستک (دہریہ) ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش سملاس)

---

(1) کیوں ایسی باتیں کہتے ہو، جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ اللہ کے ہاں یہ غضب کی بات ہے کہ تم کہو وہ جو نہ کرو۔

(2) سماجیو! آپ اب خود مختار ہیں۔ کیا کہتے ہو؟

کا فرکنے کا جواب نمبر ۳۰ میں دیکھو!

سوامی جی! یہیں؟ ایسی بے انصافی پر میشور سے کراتے ہو کر وید کے مت والوں کی سواء کوئی بھی آنند (قائل خدا) نہیں (تیرا)

(۴۹) ترجمہ: "جس وقت کہا فرشتوں نے کہ اے مریم تجھ کو اللہ نے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اوپر دنیا کی عورتوں کے۔" (سورہ آل عمران: آیت ۴۲)

(۴۹) محقق: بھلا جب آج کل خدا کے فرشتے اور خدا کسی سے باتیں کرنے کو نہیں آتے تو پہلے کیونکر آتے ہوں گے؟ اگر کہو کہ پہلے کے آدمی وید ار تھے آج کل کے نہیں تو یہ بات غلط ہے۔ جب عیسائی اور مسلمانوں کا مذہب چلا تھا۔ اس وقت ان ملکوں میں جنگلی اور جاہل آدمی زیادہ تھے۔ اسی واسطے ایسے خلاف از علم مذہب چل گئے۔ اب عالم و فاضل زیادہ ہیں۔ اس وجہ سے ایسا مذہب اب چل نہیں سکتا۔ بلکہ جو جو ایسے ردی مذہب ہیں۔ وہ معدوم ہوتے جاتے ہیں۔ ان کے ترقی پانے کی تو بات ہی کیا ہے۔

(۴۹) مدقق: بھلا جب آج کل کسی کو الہام نہیں ہوتا تو پہلے وید کیونکر الہام ہوئے ہوں گے؟ یا آج کل کوئی جوان آدمی پیدا نہیں ہوتا تو پہلے بھی کیونکر جوان جوان پیدا ہوئے ہوں گے؟ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴ سملاس ۸ نمبر ۳۲) اگر کہے کہ ان دنوں ضرورت تھی تو ٹھیک اسی طرح معجزہ کی ان دنوں ضرورت تھی اور یہ تو ظاہر ہے کہ ضرورت اور عدم ضرورت کا معلوم کرنا قادر کا کام ہے۔ ہم بسا اوقات بارش کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک نہیں ہوتی تو بارش بھی نہیں ہوتی۔ ہاں یہ خوب کہی کہ جب عیسائی اور مسلمانوں کا مذہب چلا تھا۔ اس وقت جہالت تھی۔ ٹھیک ہے۔ اس لئے کہ اس وقت وید پر ان لوگوں کا معمول تھا۔ کیونکہ وید تو ابتدائے پیدائش سے انسانوں کو یکے بعد دیگرے (وراثت میں) ملے تھے۔ (تیرا)

سا جیو! تمہاری کیا رائے ہے؟

(۵۰) ترجمہ: "اس کو کہتا ہے کہ ہو۔ بس ہو جاتا ہے۔ اور مکر کیا کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اللہ بہت مکر کرنے والا ہے۔" (سورہ عمران: آیت ۴۳٬۵۰)

(۵۰) محقق: جب مسلمان خدا کے سوائے دوسری کوئی چیز نہیں مانتے۔ تو خدا نے کس سے کہا اور اس کے کہنے سے کون ہو گیا۔ اس بات کا جواب مسلمان لوگ سات جنم میں بھی نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ علت کے بغیر معلول ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلا علت کے معلوم کہنا ایسی بات ہے جیسا کوئی کہے کہ بلا ہے والدین کے میرا جسم ہو گیا۔ جو دھوکا کھاتا ہے یا مکرو فریب کرتا ہے وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا تو در کنار شریف آدمی بھی ایسا کام نہیں کرتا ہے۔

(۵۰) مدقق: فقرہ ہذا میں حصہ اول مادہ سے متعلق ہے۔ جس کا جواب ہم فقرہ نمبر ۲۰ میں دے چکے ہیں۔ البتہ لفظ "مکر" میں پنڈت جی نے مکر کیا ہے۔ سو اگر جو مکا مصنف خود صفحہ ۵۲ پر عمل کرتے تو یہ غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی۔ مکر کے معنی لغت میں خفیہ حکم یا خفیہ تدبیر ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ کافروں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے میں خفیہ تدابیر کیں اور خدا نے اس کے بچانے کے خفیہ احکام جاری کیے اور خدا کی تدبیر سب پر غالب ہوتی ہے۔ چونکہ خدا کے سارے کام بندوں کی نظر سے غائب ہی ہوا کرتے ہیں ورنہ بتلا دیں کہ جان کنی کے وقت کیا خدا سامنے آکر تجھے مارتا ہے؟ نہیں بلکہ ایسے خفیہ اسباب ہوتے ہیں۔ جو اندر ہی اندر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا مَكَرُوا وَ مَكَرَ اللّٰهُ یہی معنی ہیں اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ[1] اور آیت زیر بحث کے۔

اصل یہ ہے کہ بعض الفاظ عربی کے عربی میں اتنی سختی نہیں رکھتے جتنی اردو میں دکھاتے ہیں۔ مثلاً جاہل جس کا ترجمہ نادان ہے یا احمق جس کا ترجمہ بھی نادان ہے عربی میں بعینہ اتنی ہی وزن رکھتے ہیں۔ جتنا اردو میں نادان رکھتا ہے۔ یعنی ایک معمولی سا اور

[1] سورۂ فجر رکوع ۱ کی آیت میں ہے

اردو میں یہ دونوں لفظ (جاہل اور احمق) جس قدر کراہت رکھتے ہیں اہل زبان سے مخفی نہیں یہی حال "مکر" کا ہے عربی میں خیر الماکرین کمینہ ستون اور مصطفیٰ کمال پاشا جیسے لائق پولیٹیشن احیان کو کہا جاتا ہے۔ نہ کہ ہر کہ و مہ کو۔ مگر ہندی زبان میں یہ لفظ "مکر" برے مکروہ معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس لئے آریوں کے گرو اور خود آریوں کو بھی مکروہ لگتا ہے۔ ورنہ اصل میں مکروہ نہیں۔ علاوہ اس کے سوامی جی کو بھی مسلم ہے کہ۔

"جہاں اصلی معنی نہ ہو سکیں وہاں استعارہ، و یا مجاز مراد ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

پھر کیا وجہ ہے کہ سوامی جی نے یہاں مجاز مراد نہ لی۔ کیونکہ دھوکا تو کمزور آدمی کیا کرتا ہے۔ خدا تو سب بندوں کا خالق و مالک داتا ہے۔ وہ خود کہتا ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ①

سوامی جی صاف معنی کیوں کرتے جبکہ اپنے قول کی تصدیق منظور تھی کہ۔

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

ترجمہ (۵۱): "کیا یہ کفایت نہ کریگا کہ مدد کرے تم کو ساتھ تین ہزار فرشتوں کے۔۔" (سورہ عمران: آیت ۱۸)

محقق (۵۱): اگر مسلمانوں کو تین ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد دیتا تھا تو اب جبکہ ان کی بادشاہت بہت سی برباد ہو گئی اور ہو رہی ہے کیوں مدد نہیں دیتا؟ اسی لئے جاہلوں کو لالچ دے کر پھنسانے کا ڈھکوسلا ہے۔

مدقق (۵۱): خوب کہی مگر سوامی جی! کیا وجہ ہے کہ ایشور کا وعدہ مندرجہ رگوید سلطان محمود غزنوی اور محمد غوری کے مقابلہ میں ظاہر نہ ہوا بلکہ آج تک بھی ویسا ہے۔

سنو! ایشور آپکا کیا حکم دیتا ہے۔

"تمہارے آیدھ (آتش گیر اسلحہ) اور تیر کمان وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تمہاری فوج جرار کارگزار اور فدائی کرنے والی ہو۔ تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔" (کبھی ہوئی بھی؟) رگ وید اشٹک ۱ ادھیائے ۳ ورگ ۱ منتر ۲۔

① خدا اپنے بندوں پر غالب ہے۔ ② مفصل جواب ہماری کتاب ترک اسلام بجواب ترک اسلام میں دیکھئے۔

اگر کہیں کہ وید میں یہ بھی مذکور ہے کہ۔

"جب تک لوگ دھرم پر چلتے رہتے ہیں تب تک سلطنت بڑھتی رہتی ہے اور جب وہ بدافعال ہو جاتے ہیں تو راج نیست و نابود ہو جاتا ہے۔" (منڈل ۱، سکت ۱۳، منتر ۴)

تو اسی کے وزن کا قرآنی فرمان بھی سنئے! اور غور سے سنئے!

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ①

پنڈت جی! کیا یہ سچ ہے کہ۔

"ہٹ دھرمی مذہب کی تاریکی میں پھنس کر حق کو زائل کر لیتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ)

(۵۲) ترجمہ:

"اور رعب ڈالیں گے ہم کو اوپر قوم کافروں کے بلکہ اللہ کارساز تمہارا ہے اور وہ بہتر ہے مدد کرنے والا اور اگر مارے جاؤ تم بیچ راہ اللہ کے یا مر جاؤ تم البتہ بخشش ہے طرف اللہ کے سے۔" (سورہ عمران، آیت ۱۲۲، ۱۴۵، ۱۵۱)

(۵۲) محقق:

دیکھئے مسلمانوں کی غلطی کہ جو اپنے مذہب کے نہیں ان کے لوٹنے کے واسطے خدا سے دعا کرتے ہیں کیا خدا سادہ لوح ہے جو ان کی بات مان لے گا اگر مسلمانوں کا کارساز اللہ ہی ہے تو پھر مسلمانوں کے کام کیوں برباد ہوتے ہیں اور خدا بھی مسلمانوں کے ساتھ جھوٹی محبت میں پھنسا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر خدا ایسا طرف دار ہے تو وہ دانا آدمیوں کی عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔

(۵۲) مدقق:

پنڈت جی! "پنڈت" کے معنی تو دانا کے تھے آپ پنڈت ہو کر ایسی باتیں کریں تو غیر کیا کرے گا؟؟

کنگلا کہوں تم ریاست میں بھی آپ سے نہیں   خدا ناخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

① تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان میں مضبوط ہو گے۔

قرآن نے تو کفار مقابلین پر مدد کی درخواست سکھائی ہے۔ مدد بھی کیسی یہ نہیں بلکہ ان کے دفع شر کی۔ یہ تو صرف آپ کے فہم قاصر کا نتیجہ ہے۔ ہاں ایشور کا پرمان سنئے!

"میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور آور، فاتح کل تمام دنیا کی کائنات کے پیدا کنندہ قادر مطلق اور سب کو قوت دینے والے پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بہادر بسر اطاعت خم کرتے ہیں اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنے والا اندر ہے ہر جنگ میں فتح پانے کے لئے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں۔" (یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۵۰)

مفصل نمبر ۲ میں ملاحظہ ہو۔ مسلمانوں کی بربادی کا جواب نمبر ۵۱ میں آ چکا ہے۔

(۵۳) ترجمہ:

"اور نہیں ہے اللہ کہ خبردار کرے۔ اوپر غیب کے۔ لیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں! اپنے میں سے۔ جس کو چاہے۔ پس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسولوں اس کے کے۔" (سورہ آل عمران: آیت ۱۷۹)

(۵۳) محقق:

جب مسلمان لوگ سوائے خدا کے کسی پر ایمان نہیں لاتے اور نہ کسی کو خدا کا شریک مانتے ہیں تو پیغمبر صاحب کو کیوں ایمان میں خدا کے ساتھ شریک کیا ہے؟ اللہ نے پیغمبر پر ایمان لانا لکھا ہے۔ اس لئے پیغمبر بھی شریک ہو گیا۔ پھر لاشریک کہنا ٹھیک نہ ہوا۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ محمد صاحب کے پیغمبر ہونے پر ایمان لانا چاہئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد صاحب کی کیا ضرورت ہے۔ اگر خدا بلا پیغمبر کے اپنی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتا تو ضرور خالی از قدرت ہوا۔

(۵۳) مدقق:

پنڈت جی کیا ہی سچ ہے۔

چو کہ دم ز حق زند بس غنیمت است

مشرکوں کی اولاد بلکہ خود مشرک ہو کر بھی شرک سے ڈریں تو کمال خوشی ہے۔ مسلمانوں پر تو آپ یہ بھی یقین ہے کہ دو دونے چار اور پانچ دونے دس بلکہ اور سچے واقعات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ پنڈت دیانند جی آریوں کے سوامی مہاراج ہیں بلکہ اور

سنئے!

وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ سوامی جی کے سوال نہایت معقول اور دویا سے خالی ہیں۔ بتلایئے! کتنے خداؤں کے قائل ہوئے۔ سچ ہے۔

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

آپ لکھتے ہیں کہ "مطلب اس کا یہ سمجھا جائے۔"""اگر مگر" کے کیا معنی؟ کوئی اور مطلب بھی ہے؟ یہی تو ہے کہ حضرت محمد، موسیٰ، عیسیٰ (علیہم السلام) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ ہاں یہ بڑا اوق سوال ہے کہ اگر خدا بلا پیغمبر کے اپنی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔ اوراق نمبر ۱۰۳ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ سوامی جی دل میں ویدوں سے منکر تھے۔ دیکھئے اور کان لگا کر ہمارے دعویٰ کی دلیل سنئے!

اس پرماتما کا خزانہ قدرت تینتیس دیوتاؤں سے مخفی ان میں قائم ہے پرماتما کے اس خزانہ قدرت کو جس کی دیوتا حفاظت کرتے ہیں۔ کون جان سکتا ہے۔" (اتھروید کانڈ ۱۰ پرپاٹھک ۲۳ انوواک ۴ منتر ۲۳)

اور سنئے!

تینتیس دیوتا اس پرماتما کے تقسیم کئے ہوئے فرائض کو پورا کر رہے ہیں (ایضاً منتر ۲۷)

اور سنئے! اگنی وایو وغیرہ ملہمان وید کے ملہم ہونے پر وشواس (یقین) کرنا چاہئے۔ یا نہیں؟ ٹھیک اسی طرح حضرات انبیاء خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام پر ہم کو یقین ہے۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

پنڈت جی! خدا کے کام جس قدر دنیا میں ہیں۔ وہ اسی قسم کے ہیں کہ خدا نے ان کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔ اسی طرح بندوں کی ہدایت کے لئے بھی اس نے یہ طریق قائم کیا ہوا ہے کہ حسب موقع و ضرورت اپنے بندوں میں سے جس کو اس عہدہ جلیلہ کے قابل سمجھتا ہے۔ (اگنی ❶ وایو، برہما ہوں یا موسیٰ، عیسیٰ، محمد علیہم السلام ہوں) مامور فرما دیتا ہے۔

❶ اگنی وایو وغیرہ ملہمان وید کی نسبت ہمیں یہ تو کچھ علم نہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ نیک [illegible] ہوں مگر یقینا نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کے حالات کا علم نہیں۔ [illegible] کا قول بھی یہی ہے۔

ناظرین! پنڈت جی اپنی خو میں مجبور ہیں۔ اس موقعہ پر ایک مقام کا حوالہ دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ آپ لوگوں کو یقین ہو جائے گا۔ ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

ستیارتھ پرکاش کے تیرھویں باب میں پنڈت جی نے عیسائیوں سے جنگ جاری کر رکھی ہے۔ اس میں سے نمبر ۲۸ کی عبارت ہم بعینہٖ نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین اس ہیرو (لیڈر قوم) کے انصاف کی داد دینے کے قابل ہو جائیں۔

"خداوند میرا خدا ابرہام کا خدا مبارک ہے جس نے میرے خاوند کو اپنی رحمت اور اپنی راستی سے خالی نہ چھوڑا۔ خداوند نے مجھے میرے خاوند کے بھائیوں کے گھر کی طرف راہ دکھائی۔"

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ایک نوکر کو اپنے بیٹے اسحاق کی شادی اپنی برادری میں کرنے کیلئے بھیجا اور پتہ بتایا چنانچہ وہ نوکر وہاں کامیاب ہوا اور یہ الفاظ بطور شکریہ اس نے کہے اس پر **محقق** صاحب (پنڈت جی) اور افشانی کرتے ہیں۔

"کیا وہ ابرہام ہی کا خدا تھا؟ اور جس طرح آج کل بیگاری یا رہبر رہنمائی کرتے ہیں ویسا ہی خدا نے بھی کیا ہوگا۔ لیکن آج کل راستہ کیوں نہیں دکھلاتا اور آدمیوں سے باتیں کیوں نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی باتیں خدا کی یا خدا کی کتاب کی کبھی نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ جنگلی آدمیوں کی ہیں۔" (نمبر ۲۸)

عیسائیو! کہاں ہو؟ دیکھا خدا نے سید الانبیاء (ﷺ) کا تم سے بدلہ لینے والا کیسا پیدا کیا۔ ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

(۵۳) ترجمہ :

"اے ایمان والو صبر کرو۔ باہم روکے رکھو اور لڑائی میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرو کہ تم چھٹکارا پاؤ۔" (سورہ آل عمران: آیت ۱۷۸)

(۵۲) محقق : یہ قرآن کا خدا اور پیغمبر دونوں لڑائی باز تھے۔ جو جنگ کا حکم دیتا ہے وہ امن میں خلل انداز ہوتا ہے۔ کیا برائے نام خدا سے ڈرنے پر رہائی ہو سکتی ہے؟ یا ادھرم کے جنگ وغیرہ کرنے کے ڈر سے۔ اگر پہلی بات درست ہے تو ڈرنا نہ ڈرنا برابر ہے اور اگر دوسری بات درست ہے تو ٹھیک ہے۔

(۵۳) مدقق : یہ وہی پاپی ہے وہ منش جس کا اپنا گھر شیشہ کا ہو اور دوسروں پر پتھر برسائے تکرار کیا کرے۔

"ہٹ دھرمی کی تاریکی میں بھنس کر عقل زائل ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

جہاد اور جنگ کا مفصل ذکر نمبر ۲ میں ہم کر آئے ہیں۔ یہاں پر صرف منوجی کا فرمان سناتے ہیں۔ جس کو سوامی جی نے بھی واجب التعمیل سمجھ کر نقل کیا ہے سنئے!

"جب معلوم ہو جائے کہ فوراً لڑائی کرنے سے کسی قدر تکلیف پہنچے گی اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری اور فتح ضرور ہوگی۔ تب دشمن سے میل کر کے وقت مناسب تک صبر کرے۔" (کیوں نہ ہو مطلب بری بلا ہے۔ مصنف)

"جب اپنی تمام رعایا یا فوج کو نہایت درجہ خوشحال ترقی پذیر سعادت مند جانے اور ویسا ہی اپنے کو بھی سمجھے تب دشمن سے جنگ کریں۔"

اور سنئے!

"جب اپنی مکمل طاقت یعنی فوج کو خوش رہنے اور آسودہ اور خوشحال دیکھے اور دشمن کی طاقت برخلاف اس کے کمزور ہو جائے۔ تب دشمن کی طرف جنگ کرنے کے واسطے کوچ کرے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۶، باب ۶ نمبر ۷۰)

ساجیو! منہ نہ چھپاؤ۔ صاف کہہ دو کہ ہو گیا۔ آخر سوامی جی اور منوجی آریہ سماج کے ایک ممبر تھے۔ جن سے غلطی ممکن ہے اگر تم یہ جواب دو گے تو ہم سے لکھوا لو کہ ہم تم کو فقرہ نمبر ۲ کی طرف کبھی بھی توجہ نہ دلائیں گے۔

خدا سے ڈرنے کے یہی معنی ہیں کہ اس کے حکموں کی تعمیل اور ممنوعات سے پرہیز کرو۔ خدا خود متقیوں کی تعریف کر کے بتلاتا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے کون ہیں سنئے!

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ ❶

مگر افسوس!

جو لوگ موقع و محل مناسب نہ دیکھیں نہ آگے کو پیچھے سے ربط دیں۔ ایسے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۵۵) ترجمہ: "یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو کوئی کہا مانے اللہ اور رسول اس کے کا۔ داخل کرے گا اس کو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ہمیشہ رہنے والی بیچ ان کے اور یہ ہے مراد پانا بڑا اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور گزر جائے حدوں اس کی سے داخل کریگا۔ اس کو آگ میں ہمیشہ رہنے والی بیچ اس کے اور واسطے اس کے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔" (النساء: آیت ۱۲، ۱۳)

(۵۵) محقق: خدا نے خود ہی محمد صاحب کو اپنا شریک بنالیا ہے اور خود قرآن ہی میں یہ بات لکھ دی ہے اور دیکھو خدا پیغمبر کے ساتھ کیسا پھنسا ہے کہ جس نے بہشت میں رسول کی شراکت کرلی ہے۔ کسی ایک بات میں بھی مسلمانوں کا خدا خود مختار نہیں تو لاشریک کہنا بے معنی ہے۔

---

❶ خدا سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو خدا پر اور پچھلے دن کی زندگی پر اور فرشتوں پر اور کتابِ الٰہی پر اور نبیوں پر ایمان لائیں اور اللہ کی محبت میں قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں محتاجوں مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور غلام آزاد کرانے میں خرچ کریں نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں اور سختیوں اور تکلیفوں میں اور جنگ کے موقع پر ثابت قدم رہیں یہی لوگ ایمان کے دعوے میں سچے اور یہی متقی ہیں۔

ایسی ایسی باتیں خدا کی بنائی ہوئی کتاب میں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

(۵۵) مدقق : کیسا پاپی اور عقل کا دشمن ہے وہ شخص جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی بتلاتا ہے (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷) اس میں تو لکھا ہے کہ سوامی جی کے پرمان پر عمل کریں۔

"بن پوچھے یا بے انصافی سے پوچھنے والے کو جو مکر و فریب سے پوچھتا ہو اس کو جواب نہ دیں۔

اسکے سامنے عقلمند آدمی بے حس شے کی طرح خاموش رہے۔" (منقول از منو سمرتی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۵۰ سملاس ۱۰ نمبر ۳)

مگر فرمان خداوندی وذکرِیہ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ❶ کے لحاظ سے ناظرین کو نمبر ۲۱ اور ۵۳ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

(۵۶) ترجمہ : "اور ذرہ کے برابر بھی اللہ ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہوگی دگنا کرے گا اس کو۔" (النساء ۴ آیت ۳۸)

(۵۶) محقق : اگر ایک ذرہ بھر خدا بے انصافی نہیں کرتا تو نیکی کا ثواب دگنا کیوں دیتا ہے؟ اور مسلمانوں کی طرفداری کیوں کرتا ہے؟ واقعی اعمال کا دگنا یا پورا ثمرہ دینے سے خدا غیر منصف ٹھہرتا ہے۔

(۵۶) مدقق : سوامی جی! آپ نے بڑی غلطی کھائی کہ میدان مناظرہ کو سماج مندر سمجھ گئے کہ جس طرح اناپ شناپ سماج میں کہہ دینے پر کوئی پوچھ نہیں اسی طرح میدان جنگ میں بھی نہ ہوگی۔ مگر یہ کبھی نہ سنا تھا کہ ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں سرتی ❷ صاحب یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں۔

---

❶ مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ ہو۔
❷ سوامی جی کا لقب ہے۔

کسی نیک دل مزدور کے اخلاص کے لحاظ سے مقررہ اجرت سے زیادہ دینا کس انصاف کے خلاف ہے؟ مفصل جواب فقرہ نمبر ۲۲ میں ملاحظہ ہو۔

نام کے مسلمانوں کی کوئی عزت نہیں بلکہ دھرمی کی عزت ہے۔ سنو!

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ❶

اور سنو!

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ❷

(۵۷) ترجمہ : "جب تیرے پاس سے باہر نکلتے ہیں مصلحت کرتے ہیں سوائے اس چیز کے کہ کہتا ہے تو اور اللہ لکھتا ہے جو مصلحت کرتے ہیں اور اللہ نے الٹا کیا اس کو بسبب اس چیز کے کہ کیا انہوں نے۔ کیا ارادہ کرتے ہو۔ تم یہ کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ۔ پس ہرگز نہ پاؤ گے تو واسطے اس کے راہ۔" (آیت ۸۷٬۹۷)

(۵۷) محقق : اگر خدا ایسی باتوں کا روزنامچہ رکھتا ہے تو وہ ہمہ دان نہیں ہے۔ اگر ہمہ دان ہے تو لکھنے کا کیا کام ہے۔ اور مسلمان کہتے ہیں۔ شیطان ہی سب کو بہکانے کی وجہ سے ملعون ہوا ہے تو جب خدا ہی انسانوں کو گمراہ کرتا ہے تو پھر خدا اور شیطان میں کیا فرق رہا؟ ہاں اتنا فرق کہہ سکتے ہیں کہ خدا بڑا شیطان اور وہ چھوٹا شیطان۔ کیونکہ مسلمانوں ہی کا قول ہے کہ جو بہکاتا ہے وہی شیطان ہے۔ تو اس اصول سے خدا کو بھی شیطان بنا دیا۔

(۵۷) مدقق : جس لفظ پر سوامی جی کو شبہ ہے وہ لفظ یہ ہیں۔
وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ

---

❶ مسلمانو! نجات نہ تمہاری خواہشوں پر موقوف ہے۔ نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر بلکہ جو کوئی برا کام کرے گا سزا پائے گا۔

❷ تم میں سے بڑا مکرم وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔

جس کا لفظی ترجمہ یہی ہے جو پنڈت جی نے نقل کیا ہے مگر ہم کئی جگہ بتلا آئے ہیں اور پنڈت جی کے دستخط بھی کرا آئے ہیں کہ "جہاں اصلی معنی محال ہوں وہاں مجازی ہوتے ہیں۔"

پس خدا کا فعل کیا معنی۔ یعنی وہ ان کو بدلہ دے گا۔ باقی شیطانی باتوں کا جواب فقرہ نمبر ۱۱ و نمبر ۳۲ میں دیا جا چکا ہے۔

(۵۸) ترجمہ: "اور نہ بند کریں ہاتھوں اپنے کو پس پکڑو ان کو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور مسلمان کا مسلمان کو مارنا واجب نہیں مگر انجانے جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو پس آزاد کرنا ہے۔ ایک گردن مسلمان کا اور خون بہا سونپی ہوئی طرف لوگوں اس کے مگر یہ کہ خیرات کر دیویں پس اگر ہووے اس قوم سے کہ دشمن ہیں واسطے تمہارے اور جو کوئی مسلمان کو جان کر مار ڈالے۔ پس وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور غضب اللہ کا اوپر اسکے اور لعنت ہے۔" (النساء: آیت ۸۹، ۹۰، ۹۱)

(۵۸) محقق: اب دیکھئے پرلے درجہ کی تعصب کی بات کہ جو مسلمان نہ ہو اس کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔ اور مسلمانوں کو نہ مارو۔ بھول سے بھی مسلمانوں کے مارنے میں دوزخ اور غیروں کے مارنے سے بہشت ملے گا۔ ایسی تعلیم کو کنوئیں میں ڈالنی چاہئے ایسی کتاب۔ ایسے پیغمبر اور ایسے مذہب سے سوائے نقصان کے فائدہ کچھ بھی نہیں ان کا نہ ہونا اچھا ہے۔ ایسے جاہلانہ مذہبوں سے عقلمندوں کو علیحدہ رہ کر وید وکت احکام کو تسلیم کرنا چاہئے کیونکہ ان میں جھوٹ ذرہ بھی نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ جو مسلمان کو مارے اس کو دوزخ ملے گا اور دوسرے مذہب والے کہتے ہیں کہ جو مسلمان کو مارے اس کو بہشت ملے گا۔ اب بتلاؤ کہ ان دونوں مذہبوں میں سے کس کو قبول اور کس کو ترک کریں۔ ایسے جاہلوں کے من گھڑت مذہبوں کو چھوڑ کر وید وکت مت ہی سب انسانوں کے قبول کرنے کے لائق ہے۔ جس میں آریہ مارگ یعنی نیک آدمیوں کی راہ پر چلنا اور بدوں کی راہ سے باز رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور وہی سب سے افضل ہے۔

(۵۸) مدقق : اس فقرہ میں تو پنڈت جی بڑے گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مہاراج! کہیر (خیر) تو ہے۔ ایسے کیوں گھبرائے۔ کیا سویرے سویرے کسی مسلمان کا منہ دیکھ لیا۔ مفصل جواب نمبر ۲ وغیرہ موقعوں پر ہم لکھ آئے ہیں۔ یہاں صرف سوامی جی کے اس فقرہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسی کتاب۔ ایسے خدا اور ایسے مذہب سے سوائے نقصان کے فائدہ کچھ بھی نہیں۔ سنئے! قرآن بھی آپ کی تصدیق کرتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ❶

سماجیو! آؤ ہم تمہیں سوامی کی بے سمجھی یا دروغ گوئی بتلائیں قرآن مجید کے ترجمہ میں وہ لفظ دیکھو۔ جس پر ہم نے خط دیدیا اور اپنے سوامی کے اعتراض میں بھی زیر خط لفظ کو دیکھنے ہو یا نہ سمجھتے ہو تو سنو! قرآن مجید میں مذکور ہے "جان کر مارے" اور سوامی جی کہتے ہیں "بھول کر بھی مار دے" "تو دوزخ ہے۔ کیا اب بھی اس میں کوئی شک ہے؟ کہ

ضدی اور متعصب ہو عقل کو کھو بیٹھتے ہیں۔ جھکم کے خلاف خدا و کلام کے معنی کیا کرتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

(۵۹) ترجمہ : "اور جو کوئی کرے برخلاف رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوں واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے ضرور ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔" (آیت ۱۱۳)

(۵۹) محقق : اب دیکھئے خدا اور رسول کے تعصب کی باتیں محمد صاحب وغیرہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم خدا کے نام سے ایسی باتیں نہ لکھیں گے تو اپنا مذہب ترقی نہ پائے گا۔ اور مال نہ ملے گا۔ عیش و عشرت نصیب

---

❶ ہم تو قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔

نہ ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی مطلب براری اور دوسروں کے کام بگاڑنے میں کامل استاد تھے۔ اسی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ جھوٹ کے ماننے اور جھوٹ پر چلنے والے ہوگئے۔ گو کار عالم ان کی باتوں کو مستند نہیں مان سکتے۔

(۵۹) مدقق : جو کوئی دوسرے مذہب کو جسے کروڑہا آدمی مانتے ہوں جھوٹ کے اس سے بڑا جھوٹا کون ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۷ باب ۱۲ نمبر ۷۲۳)

پنڈت جی!

کیسی پکش پاتیوں (متعصبوں) کی سی بات ہے کہ جو وید کو نہ مانے وہ ناستک (دہریہ) ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳۷، سماس ۱۰ نمبر ۲)

اور سنئے!

"جو کوئی پوچھے کہ تمہارا اعتقاد کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۷، سماس ۷، نمبر ۸۱)

مفصل جواب پہلے نمبروں میں کئی جگہ آچکا ہے۔

(۶۰) ترجمہ : "جو اللہ کے فرشتوں کتابوں، رسول اور قیامت کے ساتھ کفر کرے تحقیق وہ گمراہ ہے۔ تحقیق جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر زیادہ ہوئے کفر میں۔ ہرگز اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔ اور نہ راہ دکھلائے گا۔" (آیت ۱۳۴، ۱۳۵)

(۶۰) محقق : کیا اب بھی لاشریک رہ سکتا ہے؟ کیا لاشریک کہتے جانا اور اس کے ساتھ بہت سے شریک بھی مانتے جانا اجتماع ضدین نہیں۔ کیا تین بار معاف کرنے کے بعد خدا معاف نہیں کرتا؟ اور تین بار کفر کرنے پر راہ دکھلاتا ہے اور چوتھی بار سے آگے نہیں دکھلاتا اگر تمام آدمی چار چار بار بھی کفر کریں تو کفر بہت ہی بڑھ جائے۔

(۶۰) مدقق : سوامی جی کے شرک کا مفصل جواب نمبر ۱۲، ۵۳ و نمبر ۸۵ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ دوسرے حصہ میں بھی آپ سے جھوٹ کا صفحہ ۵۲ پر عمل نہیں کیا۔

"ہر کلام کیلئے موقع محل مناسب پہچاننا اور آگے پیچھے غور کرنا ضروری ہے۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

سنئے! اس آیت کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر خود کر دی ہے غور سے سنئے!

مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ

پس تین اور چار کی تعداد مراد نہیں بلکہ انجام کا لحاظ ہے تو مضمون صاف ہے۔

مگر اس کا علاج کیا ہو کہ بقول پنڈت جی مہاراج۔

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۶۱) ترجمہ: "تحقیق اللہ جمع کرنے والا ہے منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں تحقیق منافق فریب دینے والے ہیں اللہ کو اور وہ فریب دینے والا ہے۔ ان کو اے لوگو جو ایمان لائے ہو مسلمانوں کے سوائے کافروں کو دوست مت بناؤ۔" (آیت ۱۳۸ تا ۱۴۰)

(۶۱) محقق: مسلمانوں کے بہشت میں اور دیگر لوگوں کے دوزخ میں جانے کا کیا ثبوت ہے۔ واہ جی واہ اگر خدا منافقوں کے فریب میں آتا ہے اور دوسروں کو فریب دیتا ہے تو ایسا خدا ہم سے دور رہے۔ وہ دھوکے بازوں سے جا کر ملے اور دھوکے باز اس سے ملیں کیونکہ جیسے کو تیسا ملے تب ہی گزارہ ہوتا ہے۔ جس کا خدا دھوکے باز ہے اس کے معتقد دھوکے باز کیوں نہ ہوں؟ کیا بدکار مسلمانوں سے دوستی اور غیر مذہب کے اچھے لوگوں سے دشمنی کرنا کسی کو واجب ہے؟

(۶۱) مدقق: مسلمانوں کے جنتی ہونے کا وہی ثبوت ہے جو آپ کے اس فقرہ کا ثبوت ہے کہ۔

"جو کوئی پوچھے کہ تمہارا اعتقاد کیا ہے تو یہی جواب دینا چاہئے کہ ہمارا اعتقاد وید ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۲۷۲ سمالاس ۷ نمبر ۸)

اور سنئے! ایک بڑا بھاری ثبوت مسلمانوں کے جنت میں جانے کا یہ ہے کہ

مسلمانوں کے مذہب پر کوئی اعتراض نہیں آتا کیونکہ جو اعتراضات آتے تھے وہ یہی کل کائنات ہیں جو آپ نے کئے ہیں۔ جن کی آؤ بھگت آریوں نے دیکھ لی ہے۔ مفصل ثبوت دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ "الہامی کتاب" اور "تقابل ثلاثہ" توریت' انجیل اور قرآن کا مقابلہ غور سے پڑھو۔ خدا نہ تو کسی کے فریب میں آتا ہے اور نہ ہی کسی کو فریب دیتا ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ

"صرف منتروں یا آیت (شعر) یا محض دلیل سے منتروں (اور آیتوں) کے معنی بیان کر دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ ہر محل و موقع کے مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق و ربط کو دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

اور سنئے! "جہاں معنی میں غیر امکان پایا جاتا ہو وہاں استعارہ (یا مجاز) ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

پس آیت کے صاف معنی ہیں کہ منافق اظہار ایمان کر کے خدا کے رسول کو فریب دیتے ہیں۔ خدا ان کو اس فریب کی سزا دے گا۔

پہلے فقرہ میں ہم نے خدا کے لفظ سے خدا کا رسول مراد لیا ہے اسی کو عربی میں حذف مضاف کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مرکب لفظ سے بوجہ شہرت کے ایک جزو کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے آریہ سماج کی جگہ صرف سماج ہی بولا جاتا ہے۔ مگر ہاں ایسے استعمال کے لئے کوئی قرینہ ضروری ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں جیسے بعض ہٹ دھرمیوں ❶ نے غلط سمجھے ہیں کہ مضاف الیہ سے مراد مضاف ہے۔ نہیں بلکہ مضاف وہاں حذف ہوتا ہے۔ اس کی دوسری مثال عربی میں لینا چاہو تو سنو! جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ جس کا لفظی ترجمہ ہے "اللہ میں جہاد کرو۔" مگر اصل میں مضاف محذوف ہے یعنی فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ "اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔" پس ٹھیک اسی طرح آیت زیر بحث۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ۔ کے یہ معنی ہیں کہ منافق اللہ کے رسول کو فریب دیتے ہیں۔ قرینہ ان معنی کا یہ ہے کہ اور ایک مقام میں اللہ تعالیٰ نے اس فریب کا ذکر کیا ہے تو خاص پیغمبر صاحب کو فریب خوردہ بتلایا ہے۔ سنو!

❶ پنڈت لیکھرام مصنف تکذیب کی طرف اشارہ ہے۔ (منہ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ

ترجمہ "بعض لوگوں (منافقوں) کی باتیں دنیا میں بھلی معلوم ہوں اور وہ تیری محبت اور اخلاص پر اللہ کو گواہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سخت دشمن ہیں۔"

دوسرا قرینہ اس توجیہ کا وہ آیت ہے۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اس دھوکہ کے متعلق مسلمانوں کا ذکر کیا ہے اور رسول کا ذکر نہیں کیا بلکہ بجائے رسول کے خود اپنا نام لیا ہے۔ سنو! يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ خدا کو (یعنی خدا کے رسول کو) اور ایمانداروں کو دھوکا دیتے ہیں (اس لئے کہ جو معاملہ سفیر سے من حیث السفیر ہوتا ہے وہ حقیقت میں صاحب سفیر سے ہوتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ وہی مشیر ہے جو ایک ادنیٰ نائب السلطنت سے کوئی عہد و پیمان یا بغاوت کرے وہ بعینہٖ سلطنت اور والی سلطنت سے ہے گو اس عہد اور بغاوت کی اسے خبر بھی نہ ہو۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے جس پر متعصبین نے اپنے تعصب کا ثبوت دیا ہے کہ محمد صاحب کو آخر کار خدا بننے کا شوق ہوا تھا سنو وہ یہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

ترجمہ "جو لوگ تجھ سے (اے رسول) بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔"

خدا کی نسبت فریب کا لفظ بھی اسی طرح قابل تاویل ہے کیونکہ فریب جو کمزور زور آور سے کرتا ہے اس کا امکان خدا کی نسبت نہیں ہو سکتا ہے خدا خود فرماتا ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے) پس معلوم ہوا کہ فریب دینا جو کمزوری سے ہوتا ہے خدا کی نسبت صحیح نہیں لہٰذا اس کے معنی یہی صحیح ہیں کہ خدا ان کو اس کی سزا دے گا۔

سوامی جی! بھومکا صفحہ ۵۲ پر ہم نے عمل کیا یا تم نے اپنے پرکھوں کی عمل نہ کرنا کھو جی! کون دھرم ہے؟

مسلمانوں کی دوستی اور غیروں سے دشمنی کا جواب نمبر ۳۸ میں ملاحظہ ہو۔

(۶۲) **ترجمہ :** "اے لوگو تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر ساتھ حق کے پروردگار تمہارے سے پس ایمان لاؤ اللہ معبود اکیلا ہے..." (آیت ۱۶۹ ، ۱۶۷)

(۶۲) **محقق :** کیا جب پیغمبر پر ایمان لانا لکھا تو ایمان میں پیغمبر خدا کا شریک ہوا یا نہیں خدا محدود المکان ہے محیط کل نہیں تب ہی تو اس کے پاس سے پیغمبر آتے جاتے ہیں۔ ایسا تو خدا نہیں ہو سکتا کہیں محیط کل لکھتے ہیں کہیں محدود المکان۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن ایک شخص کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ بہت لوگوں نے بنایا ہے۔

(۶۲) **مدقق :** بڑا پاپی ہے وہ منش جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کرے۔ (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷)

مفصل کے لئے نمبر ۱۲ و نمبر ۵۳ و نمبر ۵۵ و نمبر ۱۳۲ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

(۶۳) **ترجمہ :** "تم پر حرام کیا گیا مردار 'لہو' سور کا گوشت 'جس پر اللہ کے سوائے کچھ اور پڑھا جائے۔ گلا گھونٹے 'لکڑی مارے 'اوپر سے گر پڑے۔ سینگ مارے اور درندہ کا کھایا ہوا۔"

(سورہ مائدہ: آیت ۳)

(۶۳) **محقق :** کیا اتنی ہی چیزیں حرام ہیں؟ اور بہت سے حیوان اور حشرات الارض وغیرہ مسلمانوں کیلئے حلال ہیں۔ یہ تمام باتیں انسان کی گھڑنت ہیں۔ خدا کی نہیں۔ اس لئے مستند ہی نہیں۔

(۶۳) **مدقق :** کیا ہی معقول سوال ہے؟ پنڈت جی! آپ بھی تو بتلایئے کہ سوائے ماس (گوشت) اور انڈوں جیسی لذیذ غذا کے آریوں پر کچھ اور چیز بھی حرام ہے؟ باقی نمبر ۳۳ میں ملاحظہ ہو۔

(۶۴) **ترجمہ :** "اور قرض دو تم اللہ کو اچھا البتہ میں تمہاری برائی دور کروں گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل کروں گا۔" (سورہ مائدہ: آیت ۱۱)

(۶۴) محقق : واہ جی واہ مسلمانوں کے خدا کے گھر میں کچھ بھی دولت نہیں رہی ہوگی اگر ہوتی تو قرض کیوں مانگتا؟ اور ان کو کیوں بہکاتا یہ کہہ کر کہ تمہاری برائی دور کر کے تم کو بہشت میں بھیجوں گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے نام سے محمد صاحب نے اپنا مطلب نکالا ہے۔

(۶۴) مدقق : جو لوگ آگے پیچھے موقع و محل مناسب کو نہ سمجھیں "ایسے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقفی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

مفصل نمبر ۳۰ میں ملاحظہ ہو۔

(۶۵) ترجمہ : "بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے اور عذاب کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور دیا تم کو جو کچھ نہ دیا کسی کو۔" (سورہ مائدہ آیت ۱۷، ۱۸)

(۶۵) محقق : جس طرح شیطان جس کو چاہتا ہے گنہگار بناتا ہے ویسے ہی مسلمانوں کا خدا بھی شیطان کا کام کرتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر بہشت اور دوزخ میں خدا ہی جائے۔ کیونکہ وہ گناہ و ثواب کا کرانے والا ہے اور جیو محتاج بالعموم ہیں۔ جس طرح کہ فوج اپنے سپہ سالار کے زیر حفاظت رہتی اور اس کے حکم سے کسی کو مارتی ہے تو اس حالت میں نیکی و بدی سپہ سالار کو ہوتی ہے۔ فوج کو نہیں۔

(۶۵) مدقق : مشیت اور رضا ہو کا جواب نمبر ۳۰ میں دے آئے ہیں۔ البتہ اس فقرہ کا کہ وہ (خدا) گناہ و ثواب کرانے والا ہے۔" جواب مختصر عرض کرتے ہیں۔

سوامی جی! سنئے!

پرمیشور پرمان دیتا ہے اور اس پرمان سے پہلے آپ تمہید لکھتے ہیں کہ۔

"اس ایشور کے ہدایت کئے ہوئے دھرم کو مانتا ہر انسان پر یکساں فرض ہے اور چونکہ اس کی مدد کے بغیر سچے دھرم کا گیان (علم) اور انشٹان (پابندی) اور پوری تکمیل و کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہر انسان کو ایشور سے اس

طرح مدد مانگنی چاہئے۔" (یجر وید کا صفحہ ۶)

اس سے آگے یجر وید کا منتر دعائیہ نقل ہے۔ جو ہم نے نمبر ۲۲ میں نقل کیا ہے۔

پس بتلایئے کہ جب ہدایت پر میشور ہی پر کار بند ہونا بغیر اس کی مدد کے نہیں ہو سکتا۔ تو گناہ و ثواب کرانے والا کون ہوا؟ وہی نرنکار پرماتما۔ سرب شکتی مان۔ وَحْدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تاہم ہم یہی کہیں گے کہ آپ نے مشیت الٰہی کے معنی ہی سے یہاں کا فعل یشاء۔ ور قرآن کا استمراری نکالا ہے نہیں سمجھے۔ نمبر ۳۰ پھر غور سے دیکھو:

(۶۶) ترجمہ : "اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسول کا۔" (سورہ مائدہ: آیت ۹۰)

(۶۶) محقق : دیکھئے! یہ بات خدا کے شریک ہونے کی ہے۔ پھر خدا کو لا شریک ماننا فضول ہے۔

(۶۶) مدقق : فضول باتوں کا جواب بار بار نہیں دیا جاتا نمبر ۱۲ و نمبر ۵۳ و نمبر ۵۵ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

(۶۷) ترجمہ : "معاف کیا اللہ نے اس چیز سے جو کہ گزر اور جو کچھ پھر کرے گا۔ پس بدلے گا اللہ اس سے۔" (سورہ مائدہ: آیت ۹۳)

(۶۷) محقق : کئے ہوئے گناہوں کا معاف کرنا گویا گناہوں کو کرنے کا حکم دے کر بڑھانا ہے گناہ معاف کرنے کا ذکر جس کتاب میں ہو وہ نہ تو خدا کا کلام ہے اور نہ کسی عالم کی تصنیف بلکہ گناہ بڑھانے کا موجب ہے۔ ہاں آئندہ گناہ سے بچنے کے لئے کسی سے دعا اور خود چھوڑنے کیلئے کوشش و توبہ کرنا واجب ہے لیکن اگر صرف توبہ ہی کرتا جائے اور چھوڑے نہیں تو بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔

(۶۷) مدقق : سوامی جی کو تو عادت ہے کہ ایک ہی بات کو بے فائدہ تکرار کرتے ہیں۔ توبہ کے متعلق مفصل جواب نمبر ۲۲ میں دیکھو۔

(۶۸) ترجمہ : "اور اس آدمی سے زیادہ گنہگار کون ہے جو اللہ پر بہتان باندھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میری طرف وحی کی گئی۔ لیکن وحی اس کی جانب نہیں کی گئی اور کہتا ہے کہ میں بھی اتاروں گا۔ جیسے اللہ اتارتا ہے۔" (سورہ انعام: آیت ۹۸)

(۶۸) محقق : اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب محمد صاحب کہتے تھے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے وحی اترتی ہے۔ تو کسی دوسرے نے بھی محمد صاحب کی طرح لیلا رچی ہوگی کہ میرے پاس بھی آیتیں اترتی ہیں۔ مجھ کو بھی پیغمبر مانو۔ اس کو ہٹانے اور اپنی عزت بڑھانے کے لئے محمد صاحب نے یہ تدبیر کی ہوگی۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۶۸) مدقق : چونکہ مسیلمہ کذاب نے کیانہ میں دعویٰ نبوت کیا تھا اور آپ اس وقت ہوتے تو نہیں بلکہ آپ کے حق سے عداوت ثابت ہے۔ اغلب گمان ہے کہ آپ مسیلمہ کذاب سے بڑھ کر مدعی نبوت ہوتے لیکن ہم آپکو اس وقت بھی یہی دوستانہ نصیحت کرتے کہ آپ کی کوشش فضول ہے۔

چراغ راکہ ایزد بر فروزد　　ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

مگر آیت کا مطلب یہ نہیں بلکہ آپ کے بھائی بند کفار عرب سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ اس کو وحی تو پہنچتی نہیں۔ یوں ہی اپنے پاس سے گھڑ لیتا ہے۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتری تھی۔ لیکن چونکہ آپ عربی پاٹ شالا میں وِدیار تھی (طالب علم) نہیں رہے۔ اس لئے آپ کو من گھڑت باتیں بنانی آتی ہیں کیوں نہ ہو۔

"ناپاک باطن والوں کو علم کہاں؟" (بھومکا صفحہ ۴۵)

(۶۹) ترجمہ : "تحقیق پیدا کیا ہم نے تم کو پھر صورتیں بنائیں ہم نے تمہاری اور کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے کہ آدم کو سجدہ کرو۔ پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ کہا جب میں نے تجھے حکم دیا۔ پھر کس نے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا۔ کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ تو

نے مجھ کو آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ کہا بس اتر اس میں سے۔ پس نہیں لائق واسطے تیرے یہ کہ تکبر کرے تو بیچ اس کے۔ بس باہر نکل تحقیق تو ذلیلوں سے ہے۔ کہا ڈھیل دے مجھ کو اس دن تک کہ قبروں سے اٹھائے جائیں۔ کہا تو ڈھیل دیے گیوں سے ہے۔ کہا پس قسم ہے اس کی کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو البتہ بیٹھوں گا میں واسطے ان کے تیرے سیدھے راہ پر اور اکثر تو ان کا شکر کرنے والا نہ پائے گا۔ اور کہا اس سے برے حال سے نکل راندہ ہوا البتہ جو کوئی پیروی کرے گا تیری ان میں سے۔ البتہ بھروں گا دوزخ کو تم سب سے۔" (سورہ اعراف: آیت ۹ تا ۱۵)

(۶۹) محقق : غور سے خدا اور شیطان کے جھگڑے سنئے! ایک فرشتہ جیسا کہ چپڑاسی ہوتا ہے ہوگا۔ وہ بھی خدا سے نہ دبا اور خدا اس کی روح کو پاک بھی نہ کر سکا پھر ایسے باغی کو جو سب کو گنہگار بنا کر غدر کرنے والا ہے۔ خدا نے چھوڑ دیا۔ خدا کی یہ سخت غلطی ہے کہ شیطان تو سب کو بہکانے والا اور خدا شیطان کو بہکانے والا ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کا شیطان خدا ہے کیونکہ شیطان منہ پر کہتا ہے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا۔ اس سے خدا میں پاکیزگی بھی نہیں پائی جاتی اور سب برائیوں کا موجد و باعث خدا ہوا۔ ایسا خدا مسلمانوں ہی کا ہو سکتا ہے دوسرے شریف عالموں کا نہیں اور مسلمانوں کا خدا فرشتوں سے انسان کی مانند گفتگو کرنے سے مجسم محدود الفعل بے انصاف ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے عالم لوگ مذہب اسلام کو پسند نہیں کرتے۔

(۶۹) مدقق : "باغی ہے وہ شخص جو حاکم کے خلاف منشاء سعی کرے۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷) مجرم کا حاکم کے سامنے عرض معروض کرنے کا نام جھگڑا رکھنا سوامی جی یا آگے پیچھے بڑے لیکھرام کی سمجھ کا نتیجہ ہے۔

سوامی جی! ابھی تو پچھلے نمبروں میں آپ توبہ قبول ہونے پر سخت ناراض ہیں یہاں کہتے ہیں کہ "خدا اس کی روح کو پاک نہ کر سکا۔" توبہ کی قبولیت تغیر پائی کیسی؟ کیا توبہ قبول ہو کر گناہوں کی معافی کے قائل ہو؟؟ اگر اسلامی قاعدہ پر سوال ہے تو بھی غلط کیونکہ

اسلامی قاعدہ کے مطابق پاک ہونے کے لئے توبہ اور ندامت شرط ہے جو شیطان نے نہیں کی۔ پس آپ ہی بتلائیں کہ متکلم کے خلاف منشاء ترجمہ کرنا ہٹ دھرمیوں کا کام ہے یا کسی اور کا؟

باقی شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۳۲ میں ملاحظہ ہو۔ ہاں یہ خوب کہی کہ مسلمانوں کا خدا فرشتوں سے انسان کی مانند گفتگو کرنے سے مجسم محدود العقل بے انصاف ثابت ہوتا ہے۔

سوامی جی! سنئے! ایشور پرمان دیتا ہے۔

"اے انسانو! جو شخص زمرۂ انسانی میں بالاتر جاہ و جلال رکھتا ہو۔" (اتھروید)

"اے ذی علم مدبران سلطنت و اہل رعایا۔ الخ" (یجروید)

اور سنئے! ایشور ہدایت فرماتا ہے کہ

"اے فرمانبردار لوگو! تمہارے اسلحہ آتشیں۔۔۔" الخ (رگوید منڈل ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۸۱ سماس ۶ نمبر ۵ تا ۷)

سوامی جی! یہاں پر پرمیشور اتنی باتیں بتانے سرکلر جاری کرنے سے بھی محدود العقل اور بے انصاف ثابت ہوا یا نہیں۔ (تمیز ز)

ناظرین! ہم سفارش کرتے ہیں کہ پنڈت جی کو ایسے معقول سوال کرنے میں معذور سمجھئے۔ آخر یہ بھی تو کچھ ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں دہد

خدائی کاموں کی بابت کہ کس طرح ہوتے ہیں نمبر ۵۳ میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

(۷۰) ترجمہ: "تحقیق پروردگار تمہارا اللہ ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا چھ دن میں پھر قرار پکڑا اس نے اوپر عرش کے پکارو پروردگار اپنے کو عاجزی سے۔" (سورہ اعراف: آیت ۵۰، ۵۱)

(۷۰) محقق: بھلا جو چھ دن میں دنیا کو بنائے۔ عرش میں تخت پر آرام کرے۔ وہ خدا قادر مطلق اور محیط کل بھی ہو سکتا ہے؟ ان صفات کے ہونے سے وہ خدا بھی نہیں کہلا سکتا۔ کیا تمہارا خدا بہرا ہے۔ جو پکارنے سے سنتا ہے؟ یہ سب باتیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں اس سے قرآن خدا کا بنایا

ہو نہیں سکتا۔ اگر چھ دن میں جہان بنایا اور ساتویں دن عرش پر آرام کیا تو تھک بھی گیا ہو گا اور اب سوتا یا جاگتا ہے؟ اگر جاگتا ہے تو اب کچھ کام کرتا ہے یا نکما بن کر اس پر پڑا ہوا اور عیش کرتا پھرتا ہے۔

(۷۰) مدقق سوامی جی! چھ مہینے میں کھیتی پکتی ہے تو مہینے میں پچھ ہیئت میں تغیر رہتا ہے تو سرب شکتی مان کبھی ہو سکتا ہے؟ کیسے ان صفات کے نہ ہونے سے وہ پرمیشور بھی کہلا سکتا ہے؟ ٹھیک اسی طرح خدا کے کام ہیں۔ افسوس کہ آپ اعتراض کرتے ہوئے نظام عالم پر غور نہیں کرتے۔

استوی علی العرش۔ کا لفظی ترجمہ پلنگ کی ہے۔ جو آپ نے کیا ہے لیکن:

"صرف آیت سن کر یا محض دلیل سے آیتوں کے معنی بیان کر دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ محل و موقع کے مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق کو دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

اور سنئے!

"جہاں معنی کا امکان نہ ہو وہاں مجازی معنی لئے جائیں گے۔" (بھومکا صفحہ ۰۰)

پس اب سنئے قرآن بتلاتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

ترجمہ "کیا یہ لوگ نہیں جانتے۔ کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا بھی نہیں وہ مردے زندہ نہیں کر سکتا؟۔"

اور سنئے! فرقان کہتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

ترجمہ "اس خدا کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔"

اور سنئے کتاب اللہ بتلاتی ہے۔

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

ترجمہ "نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند وہ آسمان و زمین کی حفاظت سے تھکتا نہیں اور وہ بہت بلند مرتبہ اور بڑی عظمت والا ہے۔"

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں بلکہ فقرہ (وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ) سے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کے ایک غلط فقرہ کی اصلاح منظور ہے۔ کیونکہ قرآن کی بابت خدا وند تعالیٰ نے مُهَيْمِنًا ① کا وصف بھی بتلایا ہے۔ وہ فقرہ خروج ۳۱ باب کی ۷ میں مذکور ہے۔

"چھ دن میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔"

پس اب آیت زیر بحث کا مطلب ہے کہ خدا نے چھ دن میں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کئے۔ پھر ان پر مناسب حکمرانی کرنی شروع کی۔ یعنی ان کی نگہداشت اور تباہی سے حفاظت کرتا ہے۔

سنو! قرآن بتلاتا ہے۔"

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا

ترجمہ "خدا آسمان اور زمینوں کو برباد ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔"

اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے معنی ہم نے نفذ احکامه على الخلق ② کے کئے ہیں اس لئے کہ جب کوئی بادشاہ زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ خواہ تخت پر بیٹھے یا نہ بیٹھے تو عربی اس موقع پر کہا کرتے ہیں۔ استوى الملك على العرش ③ دیکھو کتاب الاشارۃ الی الایجاز فی بعض انواع المجاز (صفحہ ۱۱۰) مطبوعہ قسطنطنیہ۔ ④

---

① نگہبان یا محافظ دیکھو نمبر ۵　② الفاطر: ۴۱ پارہ نمبر ۲۲
③ بادشاہ تخت پر
④ السادس عشر استوى على العرش وهو مجاز عن استيلاء وعلى ملكه وان لم يركبها وقال الشاعر

قد استوى البشر على العراق　من غير سيف و دم مهراق

وهو مجاز التمثيل فان الملوك يدبرون ممالكهم اذا جلسوا على اسرتهم. كتاب الاشارة صفحه ۱۱۰

اور اگر آیات قرآنی پر غور کریں تو بھی یہی معنی واضح طور پر سمجھ میں آتے ہیں۔ جس آیت کا ترجمہ پنڈت جی نے نقل کیا ہے۔ تمام آیت یوں ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

آیت موصوف کا اگر ترجمہ ہی بغور دیکھا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی حکومت عامہ کا بیان کرتا ہے۔ چنانچہ آیت کے خاتمہ پر أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (سن رکھو اسی کی خلق ہے اور اسی کا حکم ہے) انہی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ایک موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے استوی علی العرش کے متصل ایسے لفظ کو رکھا ہے جو حکومت کے معنی میں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ (خدا اوپر سے نیچے والوں کا انتظام کرتا ہے) پس ان قرائن اور نیز قرائن سابقہ سے یہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آیت زیر بحث کے معنی جو ہم نے کئے ہیں صحیح ہیں۔ هذا على مقتضى الزمان ولا فهو اعلم بذاته وصفاته تعالى الله عما يقوله الظالمون علوا كبيرا ہاں اگر یہ شبہ ہو کہ زمین و آسمان وغیرہ کے پیدا کرنے سے پہلے خدا کی حکومت نہ تھی تو فقرہ نمبر ۱۶ ملاحظہ کرو۔

خدا بہرہ نہیں بلکہ آپ دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحے پر کاربند ہیں۔ خدا تو صاف فرماتا ہے أَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (پوشیدہ پڑھو یا اونچے خدا تو سینوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے)

سوامی جی! بھومکا صفحہ ۵۲ کا مطلب غیروں کے لئے ہے۔ آپ کے لئے نہیں؟ خدا کے نکما ہونے کی بابت ایک تو آیت مندرجہ بالا يُدَبِّرُ الْأَمْرَ میں کافی جواب ہے۔ دوسری كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کو غور سے پڑھو۔

(۷) **ترجمہ**: "مت فساد کرتے پھرو زمین پر۔" (سورہ اعراف: آیت ۷۷)

(۷۱) محقق : یہ بات تو اچھی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف دوسرے مقاموں پر جہاد کرنا اور کافروں کو قتل کرنا بھی لکھا ہے۔ اب کہو اجتماع ضدین نہیں ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب محمدؐ صاحب مغلوب ہوئے ہوں گے تب انہوں نے یہ تدبیر نکالی ہو گی اور جب غالب ہوئے ہوں گے تب جھگڑا فساد برپا کیا ہو گا۔ اس لئے اجتماع ضدین کی وجہ سے دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

(۷۱) مدقق : ہٹ دھرمی آدمی کو کور باطن بنا دیتی ہے۔ ادھیائے ستیارتھ (صفحہ ۷) مفصل جواب فقرہ نمبر ۲ وغیرہ میں دیکھو۔

(۷۲) ترجمہ : "پس ڈال دیا عصا اپنا تو ناگہاں اور وہ اژدہا تھا ظاہر۔" (سورہ اعراف: آیت)

(۷۲) محقق : اس کے لکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایسی جھوٹی باتوں کو محمدؐ صاحب بھی مانتے تھے اگر ایسا ہے تو یہ دونوں عالم نہیں تھے۔ جیسا کہ آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے کے عمل کو کوئی خلاف نہیں کر سکتا۔ ویسے ہی عصا کا اژدہا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ شعبدہ بازوں کی باتیں ہیں۔

(۷۲) مدقق : معجزہ کے قائل سب دنیا کے لوگ ہیں۔ سوائے معدودے چند آریوں کے جن کا حساب انگلیوں پر ہو سکتا ہے۔ پس بتلایئے۔

"جو کوئی دوسرے مذہب کو نئے کروڑوں آدمی چاہتے ہوں جھوٹا کہے۔ اور آپ سچا بنے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹا کون ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۰۹ سملاس ۱۴ نمبر ۷۳) مفصل دیکھو فقرہ نمبر ۱۲، ۱۳۳

(۷۳) ترجمہ :

"پس ہم نے اس پر مینہ کا طوفان بھیجا۔ ٹڈی چیچڑے مینڈک اور لہو۔ پس ان سے ہم نے بدلہ لیا۔ اور اس کو ڈبو دیا دریا میں۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو پار اتار دیا تحقیق وہ دین جھوٹا ہے کہ جس میں ہیں اور ان کا کام بھی جھوٹا ہے۔" (سورہ اعراف:

آیت ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۵

(۷۳) محقق :

دیکھئے! جیسا کوئی پاکھنڈی کسی کو ڈرائے کہ ہم تجھ پر سانپوں کو مارنے کے واسطے چھوڑیں گے۔ ویسی ہی یہ بات ہے۔ بھلا جو ایسا متعصب ہے ایک قوم کو غرق کرے اور دوسری کو پار اتار دے وہ خدا ادھرمی کیوں نہیں؟ جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلائیں اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا مذہب کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ کسی مذہب میں سب آدمی برے اور بھلے نہیں ہو سکتے۔ یکطرفہ ڈگری دینا سخت جاہلوں کا ہی مذہب ہے۔ کیا توریت زبور کا دین جو کہ ان کا تھا جھوٹا ہو گیا؟ یا ان کا کوئی اور مذہب تھا کہ جس کو جھوٹا کہا اور اگر یہ مذہب کوئی اور تھا تو کونسا تھا بتلاؤ؟ کہ اس کا نام قرآن میں موجود ہے۔

(۷۳) مدقق :

اس فقرہ کا پچھلا حصہ پہلے کا کافی جواب ہے۔ ناظرین! زیر خط عبارت کو غور سے پڑھیں۔ پھر سماجیوں سے بلحاظ فقرہ ہذا کے پنڈت جی کے لئے کوئی مناسب عہدہ تجویز کرائیں۔ ہم بھی اسی پر دستخط کر دیں گے۔

سماجیو! بتلاؤ حضرت موسیٰ کے معجزات کو ماننے والے کروڑوں ہیں یا کم ہیں۔ یہودی عیسائی مسلمان تو خاص ان معجزات کے قائل ہیں۔ ہندو بھی اپنے بزرگوں کیلئے ان تینوں قوموں سے معجزات کی تسلیم میں کسی طرح کم نہیں۔ کیونکہ سوامی جی نے کسی دلیل پر بنا نہیں رکھی بلکہ صرف یہی فرمایا ہے کہ جس مذہب کے کروڑوں معتقد ہوں۔ ہاں یہ خوب کہی کہ۔

"جو ایسا متعصب ہے کہ ایک قوم کو غرق کر دے اور دوسری کو پار اتار دے وہ خدا ادھرمی کیوں نہیں۔"

پنڈت جی! پرمیشور کی آگیا سنو!

"اے انسانو! تمہارے آیدھ (آتش گیر) اسلحہ اور تیر و کمان وغیرہ ہتھیار میری عنایت

سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکرداروں دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تمہاری ناقابل تسخیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔ اور تمہارا حریف نابکار شکست پاوے ہو اور نیچا دیکھے۔ میں بدکار ظالموں کو آشیرباد (نیک دعا) نہیں دیتا۔" (رگوید اشٹک ۱، ادھیائے ۳، ورگ ۱۸، منتر ۳)

منتر مذکور میں کل انسان تو مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ خاص آریہ مراد ہیں کیونکہ کل انسان مراد ہوں تو ان کے دشمن کون ہوں گے۔ اس منتر نے کئی ایک مضامین میں فیصلہ دیا ہے۔ بڑا مشہور مضمون آریہ سماج کا قدامت وید ہے یعنی سماجی دعویٰ کرتے ہیں کہ وید ابتداء دنیا میں الہام ہوا تھا۔ اس سے پہلے دنیا میں آبادی نہ تھی بلکہ اس کے ملہم ہی ابتدا میں پیدا ہوئے تھے اور ان ہی پر وید الہام ہوئے تھے۔ منتر مذکور بتلا رہا ہے کہ اس کے بننے (یا بقول آریہ سماج اس کے نازل ہونے) کے وقت انسان مختلف تمدنی حالت میں تھے۔ ایسے کہ ایک دوسرے سے عداوت صداقت کی بھی نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ اس مسئلہ میں پورا ایک مستقل رسالہ حدوث وید ہے۔ ناظرین اسے مطالعہ کریں۔ ❶

سوامی جی! کیا اس انصاف سے بھی ایشور ادھرمی نہیں ہوتا۔ تو کس سے ہوگا۔ آریوں کا دشمن نابکار چاہے سچ پر بھی ہو۔ تاہم اس کو برباد کرنے پر ایشور کمربستہ ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ ہوا بھی نہیں۔ غازی محمود اور محمد غوری کے حالات پڑھنے والے ڈی۔ اے وی سکولز اور کالج کے طالب علمو! بتلاؤ ہم سچ کہتے ہیں یا نہیں۔

اصل یہ ہے کہ پنڈت جی کو قرآن شریف سے نہیں بلکہ حقانی تعلیم سے ایسی کچھ عداوت معلوم ہوتی ہے کہ قرآن شریف کے مقابلہ پر ایک اور ایک دو گنے سے بھی چڑ جاتے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ یہ اس موذی دشٹ پاپی (فرعون) کا حال ہے۔ جس نے بندگی سے چڑ کر الوہیت کا دعویٰ کیا اور جس اللہ کے بندے (حضرت موسیٰ) نے اس کو بندہ کہا اور بندہ کہلانے پر زور دیا اس کو اس ظالم نے یہ کہہ کر

---

❶ مجموعہ رسائل جلد اول، امرتسری۔

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ①

دھمکایا۔ اس پیچ کی سزا ملنے پر سوامی دیانند جی آریوں کے مرشد خدا کو دھری (ایسے ہیں ظالم) کہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ حق سے عداوت کرنے کی یہی معنی ہیں۔ ؎

جو نکلے جا زبان کا سچ کر جھوٹ سے
تو تم ڈال دو ناؤ اندر جھوٹ کے

سوامی جی! کا انصاف اور ایمانداری ظاہر کرنے کو ہم زیر بحث آیت کو تمام نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس بندہ خدا کو حق سے کس قدر نفرت تھی۔ وہی بت پرستی ہے۔ جس کی بیخ اکھاڑنے پر آپ کمر بستہ ہیں۔ مگر قرآن شریف میں جب اسی بت پرستی کا رد آتا ہے۔ تو آپ اس کی حمایت پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمام آیت یوں ہے:

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

غور سے سنو! خدا فرماتا ہے۔ ”ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایک بت پرست قوم پر گزرے ان کو دیکھ کر انہوں نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ جیسے ان کے معبود ہیں۔ ہمیں بھی ایک معبود بنا دے۔ حضرت موسیٰ نے کہا تم بڑے نادان ہو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں۔ سب کا سب ضائع ہے اور جس دین پر یہ ہیں (بت پرستی) وہ دین جھوٹا ہے۔ کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود بنا دوں۔ حالانکہ اس نے تم کو جہان پر بزرگی بخشی ہے۔“

سماجیو! سچ کہنا۔ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے کہنا کہ اس نمبر میں سوامی جی کی

① اے موسیٰ اگر تو میرے سوا کسی اور کو خدا کرے گا تو میں تجھے قید کر دوں گا

کی نقلی بت پرستی کی حمایت میں ہے یا نہیں۔ کیوں نہ ہو کچھ تو ویدک مت کی حمایت اور کچھ برادری کا قدیمی لحاظ آخر اتنا بھی نہ کریں تو کیا بالکل ہی چھوڑ دیں۔ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے تو نہیں جاتا۔ (وغیرہ)

(۷۳) ترجمہ: "پس البتہ دیکھ سکے گا تو مجھ کو پس جب تجلی کی پروردگار نے اس کی طرف پہاڑ کی۔ کیا ریزہ ریزہ اس کو اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش" (سورہ اعراف: آیت ۱۳۹)

(۷۳) محقق: جو دیکھنے میں آتا ہے وہ محیط کل نہیں ہو سکتا اور اگر ایسے معجزے کرتا پھرتا تھا تو خدا اس وقت ایسے معجزے کسی کو کیوں نہیں دکھلاتا۔ بالکل جھوٹ ہونے سے یہ بات قابل تسلیم نہیں۔

(۷۳) مدقق: سوامی جی! اگر سمجھ میں کوئی بات نہ آئے تو پوچھنے میں کیا کسر شان ہے؟ خصوصاً ایسی کہ جس کے انکار پر آخر ندامت ہو یا وہی بات ہے کہ:

"ہٹ دھرمی مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتے ہیں" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

ہم سوامی جی اور ان کے چیلوں کے لئے نہیں بلکہ عام ناظرین باانصاف کیلئے آیت زیر بحث کو تمام نقل کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس آیت سے خدا کا دیکھنا ثابت ہوتا ہے یا نہ دیکھ سکنا۔

فَلَمَّا جَاءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ
اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّ
خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا
اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی حضرت موسیٰ حسب وعدہ الٰہی پہاڑ پر جب آئے اور خدا نے ان سے کلام کیا۔ تو انہوں (موسیٰ) نے کہا خداوندا مجھے اپنی زیارت کرا کہ میں تجھے دیکھوں۔ خدا نے کہا

تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں پہاڑ پر نظر کر اگر وہ اپنی جگہ قرار رہا تو مجھے دیکھ سکے گا۔ پھر جب خدا نے پہاڑ پر روشنی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو بولے الٰہی ایسے سوال کرنے سے میں نے توبہ کی اور میں سب سے پہلے مانتا ہوں کہ تجھے ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا)

ناظرین! بتلایئے آیت موصوفہ سے کیا سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی توبہ تک تو مذکور ہے۔ تاہم سوامی جی اپنی کہتے چلے جائیں۔ لیکن آخر کیا کریں وہ تو اپنے قول کی تصدیق کرانے کی کوشش میں ہیں کہ۔

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

معجزہ کا ذکر پہلے کئی دفعہ آ چکا ہے۔ مفصل نمبر (۱۳-۲۳-۳۳) میں ملاحظہ ہو۔

(۷۵) ترجمہ: "اور یاد کر پروردگار اپنے کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر سے اور کم آواز سے صبح اور شام کو۔" (سورۃ اعراف: آیت ۱۸۹)

(۷۵) محقق: کہیں تو قرآن میں لکھا ہے کہ اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو۔ اور کہیں لکھا کہ دھیمی آواز سے خدا کی یاد کرو۔ اب کہئے کہ کونسی بات سچی اور کونسی جھوٹی ہے؟ ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بات سہو اختلاف نکل جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔

(۷۵) مدقق: سوامی جی! پاگل تو ایک طرح سے معذور بھی ہیں۔ لیکن (بقول آپ کے) ناپاک باطن والے جاہل جن کو موقع و محل مناسب کی سمجھ نہ ہو اور متکلم کے خلاف منشاء معنی کر کے تضیع اوقات کریں پاگلوں سے کہیں بڑھ کر پاگل ہوتے ہیں۔

سنو! قرآن بتلاتا ہے۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

(ترجمہ نمبر ۷۰ میں دیکھو)

سماجیو! اگر کوئی آیت قرآنی اس مضمون کی بتلاؤ کہ "اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو۔" تو بہ تفصیل ذیل ہم سے انعام لو:

اگر بتلانے والا ماس پارٹی کا ممبر ہو تو ڈی۔ اے وی کالج کے لئے مبلغ یک صد (۱۰۰) چہرہ دار اور اگر گھاس پارٹی کا مہاتما ہو تو یک صد (۱۰۰) روپیہ لیکھرام میموریل فنڈ کے لئے اور یک صد گروکل کے لئے سب سے پہلے ہم دیں گے اور کوئی شرط نہیں لگائیں گے۔ یہ بھی سن لو کہ یہ انعام سابقہ انعامات کے علاوہ ہے۔

دیانندیو! تمہیں چار سو کے انعام کے علاوہ اپنے گرو کی عزت رکھنی ہو ورنہ دنیا کیا کہے گی۔ نمبر ۶ میں سوامی جی کو جس آیت سے اونچے پکارنے کا شبہ ہوا ہے اور خدا کو بہرہ بتایا ہے۔ وہ بھی سن لو! وہ یہ ہے۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے اور چھپ کر)

بتلاؤ! یہ آیت اونچے پکارنے سے منع کرتی ہے یا حکم دیتی ہے۔

اصل میں سوامی جی بھی معذور ہیں۔ اردو میں لفظی ترجمہ کسی صاحب نے اُدْعُوا کا "پکارو" کر دیا تو سوامی جی کی بلا کو غرض تھی کہ خُفْيَةً کے لفظ کو بھی دیکھتے۔ پھر دیکھو چالاکی کہ خُفْيَةً کے لفظ کا ترجمہ ہی چھوڑ گئے اور "عاجزی سے" پہ فقرہ ختم کر دیا۔ دیکھو نمبر ۶ حالانکہ کل مترجم قرآنوں میں خُفْيَةً کا ترجمہ "چھپا کر" کیا ہوا موجود ہے۔ سچ ہے:

"ہٹ دھرمی خلاف منشاء متکلم کلام کے معنی کیا کرتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

اور سنئے!

"آگے پیچھے کی نہ کہنے والے بیانوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۵۲)

(۷۶) ترجمہ: "سوال کرتے ہیں تجھ کو لوٹوں سے کہہ لوٹیں واسطے اللہ کے اور رسول کے، پس ڈرو اللہ سے۔" (سورہ انفال۔ آیت ۱)

(۷۶) محقق: تعجب ہے کہ جو لوٹ چکا ہیں ڈاکو کے کام لیتے

کرائیں۔ وہ خدا، پیغمبر اور ایماندار کہلائیں۔ ساتھ ہی اللہ کا ڈر بتلاتے اور ڈاکہ مارتے جاتے ہیں پھر یہ کہتے شرم نہیں آتی کہ ہمارا مذہب اچھا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بری بات ہو سکتی ہے کہ تعصب کو چھوڑ کر سچے ویدک دھرم کو مسلمان قبول نہیں کرتے۔ مہاراج! بڑے پاپی ہیں!

(۷۶) مدقق:

اس نمبر کا مفصل جواب تو ہم نمبر ۲ میں دے آئے ہیں اور وعدہ بھی کر آئے تھے کہ آئندہ کو اسی نمبر ۲ کے حوالہ پر قناعت کریں گے۔ یہاں پر سوامی جی۔ اور ان کے چیلوں کی خاطر منوجی کا یہ مان ستیارتھ پرکاش سے سناتے ہیں۔ دل لگا کر سنو! منوجی پرمان دیتے ہیں۔

"اس آئین کو بھی نہ توڑے کہ لڑائی میں جس جس کا لازم یا افسر نے جو جو گاڑی گھوڑا، ہاتھی، بچھڑا، دولت، رتھ، گائے وغیرہ جانور نیز عورتیں ہیں سوامی جی! یہ کیا؟ اور دیگر قسم کا مال، دھن، اناج اور گھی وغیرہ ... اس کو ... آدمی بانٹ کی ... ان میں سے سولہواں حصہ راجہ کو دیں۔ (ستیارتھ پرکاش سملاس ۶ نمبر ۲۰۶)

سماجیو! یہ نہ سمجھنا کہ تم مجاز نہیں کہ منوجی کا کلام ہم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ تمہارے رشی بلکہ مہرشی نے جب اس کو معتبر اور مستند سمجھ کر نقل کیا ہے۔ تو تمہارا یہ حق ساقط۔

یہی وہ لوٹ ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ نہ یہ کہ جس کو ڈاکہ کہا کرتے ہیں۔ کیونکہ جس لفظ قرآنی کا یہ ترجمہ ہے۔ وہ انفال ہے اور انفال جمع نفل کی ہے۔ نفل لغت میں مال غنیمت کو جو لڑائی میں غالب کے ہاتھ آتا ہے کہتے ہیں۔ دیکھو صراح وغیرہ۔

جنگ بدر کی فتح کے بعد جو اسلام میں پہلی فتح تھی غنیمت کے مال کی تقسیم کے متعلق مسلمانوں میں باہمی تکرار ہوئی۔ اس پر یہ آیت اتری کہ مال غنیمت تمہاری رائے پر تقسیم نہ ہو گا بلکہ جس طرح اللہ اور اللہ کے بتلانے سے اس کا رسول حکم کریگا۔ اسی طرح کرو اور اس حکم کی مخالفت کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ چنانچہ تھوڑا آگے وہ حکم سنایا۔ جس کو سوامی جی نے نمبر ۷۷ میں ادھورا نقل کیا ہے۔ تمام یوں ہے سنو!

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ❶

پانچواں حصہ مستحقین و محتاجوں کے لئے نکال کر باقی سب جنگی فوج پر تقسیم ہو گا۔ ہاں سوامی جی آپ ہی بتلایئے کہ اس کے سوا اس مال کی تقسیم کرنے کی کوئی عمدہ صورت بھی ہے؟ مگر بتلاتے ہوئے منو جی کا فقرہ کو روپالا پر مان یاد رہے۔

ہاں یہ تو ہم مانتے ہیں کہ مسلمان واقعی بڑے پاپی ہیں کہ وید کے دھرم کے قائل نہیں ہوتے تاکہ نیوگ وغیرہ میں ان کو آسانی ہو۔ (اخیر زا)

(۷۷) ترجمہ: "اور کاٹنے پر کافروں کی۔ میں مدد دوں گا تم کو ساتھ ہزار فرشتوں کے پیچھے سے آنے والے۔ البتہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔ پس مارو اوپر گردنوں کے اور مارو ان میں سے ہر ایک کو پوری پر۔" (سورہ انفال: آیت ۷، ۹، ۱۲)

(۷۷) محقق: واہ جی واہ! خدا اور پیغمبر خوب رحم دل ہیں۔ جو لوگ مذہب اسلام میں نہیں۔ ان کافروں کی جڑ کاٹنے ان کی گردن مارنے اور ان کے جوڑوں کو کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور اس کام میں ان کا ممد و معاون بنتا ہے کیا یہ خدا اروں سے کچھ کم ہے؟ یہ سب فریب ❷ قرآن کے مصنف کا ہے۔ خدا کا نہیں اگر خدا کا ہو تو ایسا خدا ہم سے دور رہے اور ہم اس سے دور رہیں۔

(۷۷) مدقق: مفصل جواب نمبر ۲ وغیرہ میں ملے گا۔ ہاں خدا سے آپ کی دوری کی ہم بلکہ قرآن شریف تصدیق کرتا ہے سنو!

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ

❶ [illegible]

❷ [illegible]

ترجمہ "بیشک کافر اس روز دوزخ میں رکھے جائیں گے۔"

(۷۸) ترجمہ :

"اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو پکارنا قبول کرو۔ واسطے اللہ کے اور واسطے رسول کے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم خیانت مت کرو اللہ کی اور رسول کی اور مت خیانت کرو امانتوں اپنی کو اور مکر کرتا تھا اللہ اور نیک مکر کرنے والوں کا ہے۔" (سورۃ انفال: آیت ۱۹، ۲۳، ۲۶، ۲۹)

(۷۸) محقق :

کیا اللہ مسلمانوں کا طرفدار ہے؟ اگر ایسا ہے تو ادھرم کرتا ہے۔ خدا تو ساری مخلوق کا مالک ہے۔ کیا خدا پکارے بغیر نہیں سن سکتا؟ بہرہ ہے اس کے ساتھ رسول کو شریک کرنا بہت برا ہے۔ اللہ کا کونسا خزانہ بھرا ہے جو چرایا جا سکے۔ کیا رسول کی اور اپنی امانت کی خیانت چھوڑ کر اور سب کی خیانت کیا کریں؟ اس قسم کی تعلیم جاہل اور ادھرمیوں کی ہو سکتی ہے۔ بھلا اگر خدا مکر کرتا اور مکاروں کا ساتھی ہے تو پھر وہ خدا مکار فریبی اور ادھرمی کیوں نہیں؟ اس لئے یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ کسی مکار فریبی کا بنایا ہوا ہوگا۔ نہیں تو ایسی فضول باتیں کیوں لکھی ہوتیں؟ مگر ہمیں کیا ضرورت۔

(۷۸) مدقق :

نمبر ۲۱ و نمبر ۵۳ و نمبر ۷۵ و نمبر ۵۰ وغیرہ میں سب باتوں کا مفصل جواب آ چکا ہے۔ سوامی جی کو تو نمبر شماری کا شوق چرایا ہے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ اللہ کا کونسا خزانہ ہے۔ ہم کئی دفعہ کہہ آئے ہیں۔ کہ سوامی جی اگر کسی مولوی صاحب کے پاس تھوڑی مدت ٹھہر کر قرآن شریف پڑھ یا سن لیتے تو ایسے دھکے نہ کھاتے سوامی جی! قرآن امانت خداوندی کی تفسیر خود کرتا ہے سنو!

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

ترجمہ "ہم نے اپنے احکام آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر نازل کئے یعنی ان کو مناسب حال ان کے مامور کیا ان سب نے تعمیل

کی۔ مگر انسان نے اس امانت میں خیانت کی بیشک انسان بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔"

احکام خداوندی خدا کی امانت ہیں۔ پس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ احکام شریعت میں غفلت اور سستی نہ کرو۔ بتلایئے! بھومکا صفحہ ۵۲ کا مصداق کون ہے؟

ہاں یہ نئی منطق ہے کہ اپنی امانت کی خیانت چھوڑ کر اور سب کی خیانت کیا کریں؟ یہ بالکل اسی قسم کی تقریر ہے۔ جو کسی کج رو طالب علم نے کھڑے پانی میں پاخانہ کر دیا۔ دوسرے نے اس کو ٹوکا اور کہا کہ کھڑے پانی کے اندر بول کرنے سے منع آیا ہے تو نے یہ کیا کیا۔ کج رو بولا۔ بول کرنے سے منع ہے۔ پاخانہ سے تو منع نہیں۔ ورنہ لفظ دکھاؤ۔ ایسی بے سمجھی کی ہم بھی داد دیتے ہیں۔ سوامی جی کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں دوسری قوموں کے ساتھ دو طرح سے معاملہ ہوتا ہے۔ اگر وہ صلح سے ہیں تو صلح سے اور اگر برسرجنگ ہیں تو جنگ سے مصالحین کا حکم شریعت اسلام میں وہی ہے جو آپس میں مسلمانوں کا ہے۔ حربیوں (جنگیوں) کا حکم وہی ہے جو منوجی کا فرمان ہے۔ سنو!

"اس (دشمن) کے ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ۔ خوراک۔ پانی اور ایندھن کو تنگ و خراب کردیں۔" (مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۱ سملاس ۶ نمبر ۵۳)

مضمون تو صاف ہے۔ مگر اس کا کیا علاج ہوگا۔

"ناپاک باطن والوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۷۹) ترجمہ: "اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ یعنی غلبہ کفار کا اور ہووے دین تمام واسطے اللہ کے اور جانو تم یہ کہ جو کچھ لوٹ لو کسی چیز سے تحقیق واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اس کا اور واسطے رسول کے۔" (سورہ انفال: آیت ۳۸ تا ۴۰)

(۷۹) محقق: ایسی بے انصافی سے لڑنے والا مسلمانوں کے خدا کے سوائے امن میں خلل دوسرا کون ہوگا؟ اب دیکھئے یہ کیسا مذہب ہے کیا اللہ اور رسول کے نام پر سب جہان کو لوٹنا لٹوانا غارت گروں کا کام نہیں ہے؟ اور کیا خدا بھی لٹیرا ہے کہ لوٹ کے مال کا حصہ دار بنے گا؟ ایسے غارت گروں کی طرف دار بننے سے خدا اپنی خدائی میں بٹہ لگاتا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے

کہ ایسی کتاب ایسا خدا اور ایسا پیغمبر جہان میں ایسے جنگ و جدل کرانے اور امن عامہ میں رخنہ اندازی کر لوگوں کو تکلیف دینے کیلئے کہاں سے آ گئے ہیں؟! اگر ایسے مذہب دنیا میں جاری نہ ہوتے تو ساری دنیا شادان و فرحاں رہتی (مزے سے عیش ہوتے اور شراب کباب اڑاتے (ناقل))

(۷۹) مدقق: جہاد کے متعلق مفصل نمبر ۲۰ وغیرہ میں موجود ہے۔ غنیمت کے متعلق نمبر ۷۰ میں لکھ آئے ہیں۔

ہاں یہ خوب کہی کہ "ایسے مذہب دنیا میں جاری نہ ہوتے تو ساری دنیا شادان و فرحاں رہتی۔" مگر کیا کریں وید بھگوان نے بھی تو یہی بیان دیا کہ۔

تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر انہیں رو کر ہراساں اور پسپا کرو۔ تمہاری فوج جرار کار گزار اور رہائی گر رہی ہو۔ تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو اور تمہارا **حریف نابکار (بے مار اج!)** شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے۔ (رگوید اشٹک ۱، ادھیائے ۳، ورگ ۱۳ منتر ۲)

سوامی جی! آیت موصوفہ تو خود امن کا اظہار کر رہی ہے۔ دیکھئے کس وضاحت سے لکھا ہے اور آپ نے بھی بڑے جوش سے نقل کیا ہے کہ "لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ۔" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بغرض قیام امن لڑنا منظور ہے۔ کہئے! عقل بڑی یا بھینس؟

سوامی جی! آپ کی طرح بہت سے ریفارمروں نے یہ تعلیم دی یا ان کے ذمہ لگائی گئی کہ۔

جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے کرتے کو بھی اسے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجائے۔ اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ۔" (انجیل متی ۵ی ۳۰)

مگر ان احکام سے بجز زبان کی تری کے اور بھی کچھ حاصل ہے؟ اعتبار نہ ہو تو عیسائی قوموں کا حال دیکھ لو جنہوں نے خود ہی ایسے احکام کو ردی کے صندوق میں ڈال کر ثابت کر دیا کہ

این چنیں رقاص را باید وصول این چنیں

کیوں نہ ہو۔ قانون قدرت کا مقابلہ کوئی آسان کام نہیں۔ دشمنوں کی مدافعت فطرت انسانی میں ہے۔ مفصل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب تقابل ثلاثہ توریت، انجیل اور قرآن کا مقابلہ پڑھو یا الہامی کتاب مباحثہ آریہ پڑھو۔

(۸۰) ترجمہ: "اور کاش کہ دیکھے تو جس وقت کہ قبض کرتے ہیں روحیں ان لوگوں کی کہ کافر ہوئے فرشتے مارتے منہ ان کے اور پیٹھیں ان کی اور کہتے ہیں چکھو تم عذاب جلنے کا۔ پس ہلاک کیا ہم نے ان کو ساتھ گناہوں ان کے کے اور ڈبایا ہم نے قوم فرعون کو۔ اور تیاری کرو واسطے ان کے جو کچھ تم کر سکو۔" (سورہ انفال: آیت ۴۸، ۵۲، ۵۸)

(۸۰) محقق: کیوں جی آج کل تو روس نے روم کی اور انگلینڈ نے مصر کی خوب گت بنائی ہے۔ اب فرشتے کہاں سو گئے؟ پہلے خدا اپنے بندوں کے دشمنوں کو مار ڈالتا تھا۔ اگر یہ بات سچی ہو تو آج کل بھی ایسا کرے۔ چونکہ ایسا نہیں کرتا اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔ دیکھئے یہ کیسا برا حکم ہے کہ جو حتی الوسع غیر مذہب والوں کے لئے تکلیف دہ کام کیا کرو۔ ایسا حکم عالم و ودوان اور رحیم کا نہیں ہو سکتا۔ پھر لکھتے ہیں کہ خدا رحیم و عادل ہے۔ ایسی باتوں سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے خدا سے انصاف اور رحم وغیرہ نیک اوصاف دور بھاگتے ہیں۔

(۸۰) مدقق: اس کا جواب نمبر ۵ا میں مفصل دے آئے ہیں۔ ہاں یہ کہہ دینا ضرور ہے۔ گو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ سوامی جی نے اس آیت کو بالکل نہیں سمجھا۔ ایک تو یہ آیت کفار کی موت طبعی کے وقت سے متعلق ہے۔ جس کو سوامی جی نے جہاد کے متعلق بنا دیا۔ دوم یہ بھی غلطی ہے کہ "حتی الوسع غیر مذہب والوں کے لئے تکلیف دہ کام کیا کرو۔" بلکہ آیت کا مطلب صاف ہے۔ پہلے قرآنی الفاظ سنو!

اَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ

جس کا پورا ترجمہ اور اصل مطلب منوجی کے بیان میں ادا کرتا ہوں سنئے!

"ریاست ملکی کو بنانے والا اپنے ملک اور اپنی سلطنت تمام جنگی عمل میں اسی طرح اس کے معاون ہے متعلق لوگ اور دشمن زیادہ طاقتور نہ ہو

جائیں۔ (مندرجہ ستیارتھ صفحہ ۲۰۷)

یہی مطلب آیت موصوفہ کا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ کیلئے فوجی قواعد اور گھوڑ دوڑ وغیرہ لوازمات فوجی میں چست و چالاک رہو۔

پنڈت جی نے جس لفظی ترجمے سے آیت کا ترجمہ نقل کیا ہے اس میں بھی یوں لکھا ہوا موجود ہے "اور تیاری کرو واسطے ان کے جو کچھ کرسکو تم قوت سے اور باندھنے گھوڑوں سے۔" جس کا مطلب اردو محاورے میں وہی ہے جو ہم نے بتلایا۔

(۸۱) ترجمہ: "اے نبی کفایت تجھ کو اللہ اور ان کو جنہوں نے پیروی کی تیری مسلمانوں میں سے اے نبی رغبت دے مسلمانوں کو اوپر لڑائی کے۔ اگر ہوں تم میں سے بیس صبر کرنے والے غالب آئیں۔ دو سو پر۔ پس کھاؤ اس چیز سے کہ غنیمت کیا ہے تم نے حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۔" (سورہ انفال: آیت ۶۲' ۶۳' ۶۵)

(۸۱) محقق: بھلا یہ کون سے انصاف' علمیت اور دھرم کی بات ہے جو اپنی پیروی کرے اور خواہ بے انصافی ہی کیوں نہ ہو اس کی طرف داری کریں اور فائدہ پہنچائیں اور جو رعایا کے امن میں خلل انداز ہو کر جنگ کرے اور کرائے اور لوٹ کے مال کو حلال بتادے۔ اُسے بخشندہ اور مہربان ناموں سے موسوم کیا جائے یہ تعلیم خدا کی تو کیا بلکہ کسی شریف آدمی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی ایسی باتوں سے قرآن خدا کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۸۱) مدقق: مفصل جواب پہلے کئی دفعہ لکھا جا چکا ہے۔ بالخصوص نمبر ۲۰ و نمبر ۶۱ ملاحظہ ہو۔ سو ایسی ہی یہ بھی قرآن شریف کا اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ جیسے لائق ودوان (عالم) کو قرآن شریف پر اعتراض کرنے کی سوجھی اعتبار نہ ہو تو قرآن مجید کی آیت کو غور سے سنو!

كَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

ترجمہ: "اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنوں اور انسانوں میں گمراہ لوگوں کو دشمن بنایا ہے۔ جو ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب کی باتیں

سناتے رہتے ہیں۔"

سماجیو! اس آیت کو خوب سمجھ کر ہماری داد دو۔

(۸۲) ترجمہ: "ہمیشہ رہیں گے بیچ اس کے تحقیق اللہ نزدیک ان کے ہے ثواب بڑا۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ مت پکڑو باپوں اپنے کو اور بھائیوں اپنے کو دوست اگر دوست رکھیں کفر کو اوپر ایمان کے۔ پھر اتاری اللہ نے تسکین اپنی اوپر رسول اپنے کے اور اوپر مسلمانوں کے اور اتارے لشکر نہیں دیکھا تم نے اور عذاب کیا ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر پھرا ہے گا اللہ پیچھے ان کے اوپر اور لڑائی کرو۔ ان لوگوں سے کہ جو ایمان نہیں لاتے۔" (سورہ توبہ: آیت ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۵ تا ۲۹)

(۸۲) محقق: بھلا جو بہشت والوں کے نزدیک اللہ رہتا ہے تو محیط کل کیسے ہو سکتا ہے اگر محیط کل نہیں تو دنیا کا بنانے والا اور عادل نہیں ہو سکتا۔ اور لوگوں کو اپنے ماں باپ بھائی اور دوست سے جدا کرانا صرف بے انصافی کی بات ہے۔ ہاں اگر وہ بری تعلیم دیں تو نہ ماننی چاہیے۔ لیکن ان کی خدمت ہمیشہ کرنی چاہیے پہلے خدا مسلمانوں پر مہربان تھا اور ان کی مدد کے لیے لشکر اتارتا تھا۔ اگر یہ بات سچ ہوتی تو اب ایسا کیوں نہیں کرتا؟ اور اگر پہلے کافروں کو سزا دیتا تھا اور پھر ان پر رحمت کرتا تھا تو اب کہاں گیا ہے؟ کیا خدا لڑائی کے بغیر ایمان قائم نہیں کر سکتا۔ ایسے خدا کو ہماری طرف سے ہمیشہ تلانجلی ہے۔ خدا کیا ہے ایک تماشہ گر ہے۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۸۲) مدقق: سوامی جی کا یہ مان بالکل سچ اور سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ آگے پیچھے کو نہ دیکھ کر انگل پچو من گھڑت کلام کے معنی کرنے والے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔ (بھومکا صفحہ ۵۲)

سوامی جی کو پہلے آیت کا صحیح ترجمہ بتلاتے ہیں۔ امید ہے کہ ترجمہ سنتے ہی آپ کو اپنے سوالوں کی قدر معلوم ہو جائے گی۔ آپ نے شاہ رفیع الدین صاحب کا لفظی ترجمہ

مدنظر رکھا ہے۔ مگر افسوس کہ اسے بھی نہیں سمجھا گو وہ ترجمہ بوجہ عربی کے لفظی ترجمہ ہونے اور دونوں زبانوں (عربی) اور (اردو) کے محاوروں کی مغائرت کے مطلب خیز نہیں۔ تاہم چونکہ آپ نے اسی کو پیش نظر رکھا ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اسی میں سے نقل کر کے سماجیوں سے آپ کی سمجھ اور دیانت داری کی داد دلوائیں۔ پس سماجیو! سنو! اصل آیت یہ ہے۔

لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

ترجمہ "واسطے ان کے بیچ اس کے نعمت ہے پائدار ہمیشہ رہیں گے بیچ اس کے ہمیشہ تحقیق اللہ نزدیک اس کے ہے ثواب بڑا۔"

سوامی جی نے اس میں کیا کمال کیا ہے۔ ایک تو "اس کے" لفظ کو "ان کے" سے بدلا۔ دوم اس سارے کو پہلے کلام سے ملا دیا۔ سوم "ثواب بڑا" کا لفظ بے تعلق چھوڑ دیا۔ معلوم نہیں مبتدا ہے یا خبر چہارم آیت کا شروع ہی ہضم۔ پھر بتلایئے مطلب کیوں نہ بگڑے۔ سچ ہے۔

لطف ہے لطف ہی ادا میں میرے یار کے یار
حاء حطی سے کدح لکھتا ہے ہوز سے ہمار

آیت کا بامحاورہ ترجمہ ہے۔ "اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔" (دیکھو ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب)

سماجیو! قرآن مترجم کو دیکھو اور سوامی کی محنت اور دیانت کی داد دو۔

ماں باپ کو چھوڑنے کے وہی معنی ہیں۔ جن پر آپ نے بھی دستخط کیے ہیں۔ یعنی ان کی بری تعلیم کو نہ ماننا اور باقی امور میں ان سے سلوک کرنا واجب ہے۔ سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے۔

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

ترجمہ "اگر ماں باپ تجھے مجھ سے (یعنی خدا سے) شرک کرانا چاہیں تو ان کی نہ مان اور دنیاوی باتوں میں ان سے سلوک کرتا رہ۔"

سوامی جی! بتلائے (بھومکا صفحہ ۵۲) ہاتھی دانت ہیں یا کچھ اور؟
کافروں کی باتوں کا جواب نمبر ۲۰ و نمبر ۵۱ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۸۳) ترجمہ: "اور ہم منتظر ہیں واسطے تمہارے یہ کہ پہنچائے تم کو اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔" (سورۃ توبہ: آیت ۵۲)

(۸۳) محقق: کیا مسلمان ہی خدا کی پولیس بن گئے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے یا مسلمانوں کے ہاتھ سے غیر مذہب والوں کو گرفتار کرتا ہے؟ کیا دوسرے کروڑوں آدمی خدا کو ناپسند ہیں؟ اور مسلمانوں کے گناہگار بھی پسند ہیں؟ اگر ایسا حال ہے تو اندھیر نگری چوپٹ راجا کی مثال صادق آئے گی۔ تعجب ہے کہ عقلمند مسلمان بھی اس بے بنیاد اور نامعقول مذہب کے قائل ہیں۔

(۸۳) مدقق: مفصل جواب نمبر ۲ وغیرہ میں آچکا ہے۔ سوامی جی! ایک بات کو بے مطلب بار بار کہتے جانا پانی بلونا ہوتا ہے۔ تعجب ہے عقلمند آریہ ایسے بے بنیاد اور نامعقول اعتراضات کو سن کر بھی سوامی جی کو لیڈر مانتے ہیں اور نیوگ جیسی غلط اور ناجائز تعلیم کو سن کر بھی وید وید کئے جاتے ہیں اور شرماتے نہیں۔ افسوس!! افسوس!! افسوس!!!

(۸۴) ترجمہ: "وعدہ کیا ہے اللہ نے ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے اور گھر پاکیزہ بیچ بہشتوں کے اور رضامندی طرف اللہ کی سے بہت بڑی ہے یہ وہ ہے مراد پانا پس ٹھٹھا کرتے ہیں ان سے ٹھٹھا کرتا ہے اللہ ان سے۔" (سورۃ توبہ: آیت ۷۲)

(۸۴) محقق: یہ خدا کے نام سے مرد و زن کو اپنے مطلب کے لئے لالچ دینا ہے کیونکہ اگر ایسا لالچ نہ دیتے تو کوئی محمد صاحب کے دام میں نہ پھنستا۔ ایسا ہی اور مذہب والے بھی کیا کرتے ہیں۔ آدمی تو باہم ٹھٹھا کیا کرتے ہیں۔ لیکن خدا کو کسی سے ٹھٹھا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ قرآن کیا ہے ...

کھیلی ہے۔

(۸۴) مدقق : نمبر ۲ اور نمبر ۱۳ میں کئی ایک جگہ اس کا جواب مل سکے گا۔ سوامی جی ہمیشہ بھو مکا صفحہ ۱۰ کو بھول جاتے ہیں۔

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں استعارہ (مجاز) ہوتا ہے۔"

پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ خدا ان کو ٹھٹھے کی سزا دے گا۔ یا ذلیل کریگا۔ کیوں جس لفظ کا یہ (ٹھٹھا) ترجمہ ہے وہ "استہزاء" ہے۔ جس کے معنی لغت میں حقارت کے بھی ہیں اور ٹھٹھے میں ایک قسم کی حقارت ہوتی ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ اللہ ان کو ذلیل کریگا۔ مفصل نمبر ۱۶ میں ملاحظہ ہو۔

(۸۵) ترجمہ : "لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ساتھ اس کے جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنے کے اور یہ لوگ واسطے انہیں کے ہیں۔ بھلائیاں اور مہر رکھی اللہ نے اوپر دلوں ان کے پس وے نہیں جانتے۔" (سورہ توبہ: آیت ۸۴۔۸۹)

(۸۵) محقق : اب دیکھئے خود غرضی کی بات کہ وہی اچھے ہیں کہ جو محمد صاحب پر ایمان لائے اور جو نہیں آئے وہ برے ہیں۔ کیا یہ بات تعصب اور جہالت سے بھری ہوئی نہیں ہے؟ جب خدا نے مہر لگا دی تو ان کا قصور گناہ کرنے میں کوئی بھی نہیں۔ بلکہ خدا ہی کا قصور ہے۔ کیونکہ ان بیچاروں کو بھلائی کرنے سے دلوں پر مہر لگا کر روک دیا یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے۔

(۸۵) مدقق : نمبر ۳، ۴ اور نمبر ۶۵ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

(۸۶) ترجمہ : "لے مال ان کے سے خیرات کہ پاک کرے تو ان کو یعنی ظاہر اور پاکیزہ کرے تو ان کو ساتھ اس کے یعنی باطن میں۔ تحقیق اللہ نے مول لی ہیں۔ مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال ان کے بدلے اس کے واسطے ان کے بہشت ہے۔ لڑیں گے بیچ راہ اللہ کے۔ پس ماریں گے اور مارے جائیں گے۔" (سورہ توبہ: آیت ۹۹۔۱۰۷)

(۸۶) محقق: واہ جی واہ! محمد صاحب آپ نے تو گویا گسائیوں کی ہمسری کرلی۔ کیونکہ جن کا مال لینا انہیں کو پاک کرتا گسائیوں کا کام ہے۔ واہ اللہ میاں آپ نے اچھی سوداگری جاری کی کہ مسلمانوں کی معرفت غریبوں کی جانیں لینا ہی نفع سمجھ رکھا ہے اور یتیموں کو مروانے اور ظالموں کو بہشت دینے سے مسلمانوں کا خدا بے رحم اور غیر منصف ہو کر اپنی خدائی میں بٹہ لگا بیٹھا ہے اور عقل مند شریفوں کے نزدیک قابل نفرت ہو گیا ہے۔

(۸۶) مدقق: اوہو! اوہو!! پنڈت جی! آپ نے بھی تو نہ ہوں کی ہمسری کرلی کہ متکلم کے خلاف منشاء و مخالف مراد معنی لیکر عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہو (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

سوامی جی! یہ مال کہاں خرچ ہو گا؟ جہاں منوجی پرمان (حکم) دیں گے۔ غور سے سنو!

"بڑھے ہوئے سرمایہ کو وید دان قرآن کی تعلیم اور دھرم کی اشاعت طالب علم اور داعظان طریقت وید قرآن اور محتاجوں یتیموں کی پرورش میں صرف کریں"

(منو ۲۹۹ بحوالہ ستیارتھ صفحہ ۱۹۸ سملاس ۶ نمبر ۳۳)

اگر اعتبار نہ ہو تو قرآن میں دیکھ لو۔ اس مال کا مصرف کیا بتلایا ہے۔ پڑھو۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: "صدقات صرف فقیروں مسکینوں اور جمع کرنے والوں اور اسلام سے محبت کرنے والوں کے لئے ہیں اور غلام آزاد کرانے کیلئے ہیں اور قرضداروں کیلئے اور فوج کی تیاری کے لئے اور مسافروں کے لئے یہ خدا کا مقرر ہے (اس کے خلاف نہ ہو) اور خدا سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے۔"

سماجیو! بتلاؤ منوجی کے پرمان سے یہ مصارف ضروری اور مفصل ہیں یا نہیں؟ سوامی جی نے خیال کیا ہو گا کہ یہ مال پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صرف میں لاتے

ہو گئے مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ اپنی ذات خاص کے علاوہ اپنی کل اولاد بلکہ کل کنبہ بلکہ چچوں کی اولاد تک بھی اس مال میں سے ایک حبہ تک کا بھی روا نہیں رکھا۔ بلکہ ہمیشہ انہی لوگوں کو دیتے رہے۔ جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے مگر۔

"محل و موقع مخاطب نہ دیکھ کر صرف منتر (یا آیت) کا ترجمہ لفظی ہی کر اعتراض کرنے والے جاہلوں کو علم کہاں۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

باقی حصہ کا جواب نمبر ۶ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۸۷) ترجمہ: "اے لوگ جو ایمان لائے ہو۔ لڑو لوگوں سے جو پاس تمہارے ہیں کافروں میں سے اور چاہئے پائیں بیچ تمہارے سختی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ وہ بلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں بیچ ہر برس کے ایک بار یا دو بار۔ پھر نہیں توبہ کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔"

(سورہ توبہ: آیت ۱۱۹-۱۲۲)

(۸۷) محقق: دیکھئے محسن کشی کی تعلیم خدا مسلمانوں کو سکھلاتا ہے کہ پڑوسیوں اور غلاموں سے لڑائی کرو۔ اور موقع پاکر لڑو یا قتل کرو۔ ایسی باتیں مسلمانوں سے بہت چھلی ہیں۔ گویا اسی قرآن کی تحریر سے اب تو مسلمان سمجھ کر قرآن کی ان برائیوں کو چھوڑ دیں تو بہت اچھا ہے۔

(۸۷) مدقق: "سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست" آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر جہاد کی نوبت آئے اور جو شرائط جہاد کی ہیں (جن کا کسی قدر ذکر نمبر ۲ میں ہو چکا ہے) متحقق ہو جائیں تو نزدیک والے دشمنوں سے جو ملک کی حدود سے متصل ہوں پہلے لڑنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ان کو بغلی گھونسہ چھوڑ کر دور دراز والوں سے لڑنے جاؤ۔ اسی کے مطابق منو جی کا فرمان سنو!

"جس طرف لڑائی ہو رہی ہو۔ اسی طرف فوج کا سامنا کرے۔ لیکن دوسری طرف پختہ انتظام رکھے ورنہ پیچھے سے یا بغل میں سے دشمنوں کی گھات ہونا ممکن ہے۔"

(مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۱ سملاس ۶ نمبر ۵۲)

سماجیو! ایسی فاش غلطیاں دیکھ کر سوامی جی کی ستیارتھ پرکاش کو بند کر دو تو اچھا ہے ورنہ پچھتاؤ گے مگر کام نہ آئے گا۔

"مضمون تو صاف ہے لیکن ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقفی علم کہاں۔" (بھومکا صفحہ ۲۵)

(۸۸) ترجمہ: "تحقیق پروردگار تمہارا اللہ ہے۔ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بیچ چھ دن کے پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے۔ تدبیر کرتا ہے کام کی۔" (سورہ یونس: آیت ۳)

(۸۸) محقق: آسمان یعنی آکاش ایک غیر مرکب ازلی شے ہے۔ اس کی پیدائش لکھنے سے تحقیق ہوا کہ مصنف قرآن علم طبعیات کو بھی نہیں جانتا تھا۔ کیا خدا کو دنیا چھ دن تک بنانی پڑتی ہے؟ قرآن میں جب لکھا ہے کہ ہو جا اور اتنا کہنے سے دنیا ہو گئی تو پھر چھ دن لگنا جھوٹ ہے اگر وہ محیط کل ہوتا تو آسمان پر کیوں قرار پکڑتا اور جب کام کی تدبیر کرتا ہے تو گویا تمہارا خدا مثل انسان کے ہے کیونکہ اگر ہمہ دان ہوتا تو بیٹھا بیٹھا کیوں سوچتا؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو نہ جاننے والے وحشی لوگوں نے یہ کتاب بنائی ہو گی۔

(۸۸) مدقق: کیسا احمق ہے وہ شخص جو شیشوں کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برسائے سماجیو! پرمیشور کی آگیا سنو!

"اس پرمیشور کے تپ یعنی وچار یا غور و فکر کرنے والی قدرت سے چاند پیدا ہوا اور چکشو یعنی پر نور قدرت سے سورج ظاہر ہوا اور شروتر یعنی اکاش صورت قدرت سے **اکاش (آسمان) پیدا ہوا۔**" (یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۱۲)

سوامی جی کا بیان بھی سنو!

"پرماتما نے پہلے اکاش (آسمان) کیا، اس آکاش سے وایو۔ وایو سے اگنی۔ اگنی سے جل۔ جل سے پرتھوی۔ پرتھوی سے اناج، اناج سے ویرج، ویرج سے انسان پیدا کئے۔"
(ایڈیشن ہجری صفحہ ۵۹)

اور سنو!

"اکاش اور پرماتما کا ادھار آدھیہ سمبندھ ہے۔ یعنی پرکرتی کے سمان ساہے اکاش ہے۔" (ایضاً صفحہ ۸۵)

پس ہم سوامی جی کے فقرے دہرا کر سماجیوں سے پوچھتے ہیں۔

"اکاش ایک غیر مرکب ازلی شے ہے۔ اس کی پیدائش لکھنے سے تحقیق ہوا کہ وید

مصنف اور مفسر سوامی جی تو وید وغیرہ (علم طبیعیات) کو بھی نہیں جانتا تھا۔ (تمیز)

سماجیو! اس کا کچھ جواب دے سکتے ہو؟! (مزید توضیح نمبر ۱۳۹ میں دیکھو)

چونکہ آپ نے آسمان کے انکار کی کوئی دلیل نہیں بتلائی۔ اس لئے ہماری طرف سے سردست اتنا ہی کافی ہے اگر کوئی آپ کا چیلہ دلیل بتلائے گا تو ہم بڑی خوشی سے سنیں گے اور معقول جواب ❶ دیں گے۔ آپ کی طرح صرف اتنے پر قناعت نہیں کریں گے کہ۔

"جب وید کہتا ہے تو دوسرے ملک والوں کی من گھڑت باتوں کو عقل مند لوگ بھی نہیں مان سکتے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۷)

سماجیو! دلیل بتلاتے ہوئے کسی پروفیسر کا قول بلا دلیل نہ لکھ دینا یاد رہے کہ یہ میدان مناظرہ ہے۔ سماج مندر نہیں۔ ؎

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں سر جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

خدا کے کاموں میں آپ کو ہمیشہ شبہ ہوتا ہے۔ کیا چھ مہینوں میں کھیت پکتے ہیں تو مہینوں میں تو تربوز اور گھوما پکتی ہے۔ خدا کو سال بھر تک بچہ بنانا پڑتا ہے۔ توبہ توبہ! سوامی صاحب! قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ "ہوجا" کہنے سے دنیا ہوگئی۔ اگر کوئی آپ کا چیلہ وہ مقام ہمیں بتلا دے۔ تو ہم سے مبلغ یکصد چہرہ دار انعام پائے ❷ وہ یوں ہے کہ جب خدا کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کو صرف "ہوجا" کہتا ہے تو وہ یوں ہو جاتی ہے۔ اس مقام کو چھ دن والے مقام سے کوئی اختلاف نہیں۔ دنیا کی مختلف کیفیتیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ جب کسی کیفیت کو حسب اقتضاء حکمت پیدا کرنا چاہا "ہوجا" کہا وہ کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ نے اگر بچے کی پیدائش پر غور کیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ بظاہر تو بچے کی پیدائش میں نو ماہ لگ جاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں اس کی ان گنت کیفیات ہوتی ہیں کہ ہر آن بدلتی ہیں اور ہر آن خدا اپنے قانون قدرت سے "ہوجا" کہتا ہے اور وہ ہوتی جاتی ہیں۔ پس دونوں آیتوں کا مطلب بالکل متفق ہے فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے۔ (اسے خوب سمجھ لیجئے مزید توضیح کسی اور مقام پر بھی ملے گی)

---

❶ چنانچہ حسب وعدہ جواب ترتیب وار [illegible] میں دیا ہے۔
❷ آج تک یہ انعام کسی نے [illegible] نہیں لیا۔ (مصنف)

خدا کے تدبیر کرنے کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ وہ تدبیر نہیں جو آئندہ کے نفع نقصان سوچنے کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی صحیح اور کبھی غلط بھی ہو جاتی ہے کیونکہ۔

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں مجاز ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قرآن عالم الغیب ہونا بھی بتلاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ تدبیر کے معنی سوچ بچار کے ہوں۔

(۸۹) ترجمہ: "اور ہدایت اور رحمت واسطے مسلمانوں کے۔" (سورہ یونس: آیت ۵۵)

(۸۹) محقق: "کیا خدا مسلمانوں ہی کا ہے؟ دوسروں کا نہیں؟ اور کیا وہ طرف دار ہے کہ مسلمانوں ہی پر رحم کرتا ہے اور دوسروں پر نہیں۔ اگر مسلمانوں سے غرض ایماندار ہیں تو ان کے لئے ہدایت کی ضرورت ہی نہیں اور اگر مسلمانوں کے سوائے دوسروں کو ہدایت نہیں کرتا تو خدا کا علم بے فائدہ ہے۔

(۸۹) مدقق: مفصل جواب نمبر ۵ و نمبر ۷۴ وغیرہ نمبروں میں آچکا ہے۔ یہاں پر صرف سوامی کے پرمان پر قناعت کی جاتی ہے۔ پس سنو!

ان چودہ سماسوں کو جو شخص تعصب چھوڑ کر انصاف کی نظر سے دیکھے گا اس کے آتما (دل) میں بے معنوں کی روشنی سے راحت پیدا ہو گی اور جو شخص ضد اور تعصب سے دیکھے گا۔ اس پر اس کتاب کا مطلب ٹھیک ٹھیک واضح ہونا بہت مشکل ہے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۹۳ سمالس ۱۰ نمبر ۳۵)

جس طرح آپ کی کتاب سب لوگ دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں بھی اس وقت دیکھ رہا ہوں اور واقعی مجھے اس سے بہت کچھ فائدہ بھی ہوا ہے کہ میں قرآن کا سچی الٰہی کتاب ہونا اس میں بھی گویا لکھا ہوا پاتا ہوں۔ لیکن تاہم مطلب یابی میں لوگ مختلف ہیں۔ جس طرح آپکے حسب منشاء بہت کم لوگ نصیحت پاتے ہیں۔ جن کا نام آپ نے غیر متعصب رکھا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کیلئے قرآن رحمت ہے اور ایسے ہی غیر متعصبوں کو قرآن مجید کے محاورے میں مسلمان کہتے ہیں۔ مفصل نمبر ۵ میں ملاحظہ ہو۔

(۹۰) ترجمہ: "آزمائے تم کو کون تم میں سے بہتر ہے عمل میں اور اگر کہے تو البتہ اٹھائے جاؤ گے پیچھے موت کے۔" (سورہ ہود آیت ۷)

(۹۰) محقق: جب خدا اعمالوں کی آزمائش کرتا ہے تو وہ ہمہ دان نہیں ہے اور اگر وہ موت کے بعد اٹھاتا ہے تو کیا وہ روزہ پرور رکھتا ہے اور خدا کا مردوں کو زندہ کرنا اس کے قاعدہ کے خلاف ہے اپنا قاعدہ بدلنے سے کیا وہ اپنے آپ کو بٹہ لگا سکتا ہے؟

(۹۰) مدقق: اس نمبر میں بھی وہی لطف ہے جو ناظرین نمبر ۸۲ میں اٹھا چکے ہیں کہ۔ ؎

لطف پہ لطف ہی املا میں میرے یار کے یار
جاہ جلی سے کرج لکھتا ہے ہوز کے ہمار

دیکھئے "اگر کہے" لکھ کر اس کی جزا کو ہضم کر گئے بلکہ اس کو پہلے سے ملا دیا جو اس سے بے تعلق ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی نے قرآن میں کہاں تک غور سے کام لیا ہوگا۔ جس کی بابت بھومکا صفحہ ۵۲ میں تاکید فرماتے ہیں۔ سچ ہے۔ ؎

پنڈت مہمن مشالچی سارے اکو جھچ
اوروں کریں اوجاولے آپ اور ہیرے وچ

قیامت کا ذکر نمبر ۱۵ وغیرہ میں آچکا ہے۔ خدا کے آزمانے کے معنی یہ ہیں کہ اس امر کو لوگوں پر ظاہر کر دیں۔ کیونکہ آزمائش جو بغرض تحصیل علم ہوتی ہے خدا کی نسبت ممکن نہیں۔ اس لئے قرآن شریف نے خدا کی نسبت صاف بتلایا ہے۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ

ترجمہ "خدا کے نزدیک برابر ہے کوئی آہستہ بولے یا اونچی پکار دے اور کوئی رات کو چھپ کر چلے۔ یا دن میں ظاہر ہو کر چلے۔"

اور یہ تو بدیہی ہے۔

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو وہاں مجاز ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

www.onlyoneormany.com

پس آپ کا مہاراج ادھار و پروٹوٹ گیا ۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

یہ آج سنا کر مردوں کو زندہ کرنا خدا کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ سوامی جی سے کوئی دلیل تو کیوں پوچھنے لگا تھا اور وہ بھی کیوں بتانے لگے جبکہ سماج میں چاروں طرف چیلے چانٹوں نے گھیرا ڈالا ہو۔ پوچھتے تو کون پوچھتے

شاید پنڈت جی سمجھتے ہوں کہ آج تک ہم نے تو کبھی دیکھا نہیں کہ مردے زندہ ہوں تو گزارش ہے کہ مہاراج! آج تک ہم نے کبھی باوجود دو ارب سال گزرنے کے "پرلے" ❶ نہیں دیکھا اور اس کے بعد پرمیشور اگنی۔ وایو وغیرہ کو خلاف قاعدہ جوان جوان پیدا کر کے دنیا کی آبادی چلائے گا اور آئندہ کو پھر شیر خوار پیدا کریگا۔ سوامی جی جس طرح "پرلے" کا آنا کئی ارب سال کے بعد آپ مانتے ہیں یا جس طرح کوئی دمدار ستارہ سالہا سال بعد نکلا کرتا ہے۔ اسی طرح مردوں کے زندہ ہونے کا بھی ایک وقت ہے۔ جس کو خلاف قاعدہ کہنا آپ جیسے ودوانوں (علم داروں) سے بعید ہے باقی نمبر ۱۵ میں ملاحظہ ہو۔

(۹۱) ترجمہ :

"اور کہا گیا اے زمین نگل جا پانی اپنا اور اے آسمان بس کر اور پانی خشک ہو گیا اور اے قوم یہ ہے اونٹنی اللہ کے واسطے تمہارے نشانی۔ بس چھوڑ دو اس کو کہ کھاتی پھرے بیچ زمین کے اللہ کی۔" (سورہ ہود: آیت ۴۳۔۶۳)

(۹۱) محقق :

کیا طفولیت کی بات ہے۔ زمین اور آسمان بھی بات سن سکتے ہیں؟ واہ جی واہ! خدا کی اگر اونٹنی ہے تو اونٹ بھی ہو گا پھر ہاتھی گھوڑے گدھے وغیرہ بھی ہوں گے اور خدا کا اونٹنی سے کھیت کھلانا کیا اچھی بات ہے۔ کیا اونٹنی پر چڑھتا بھی ہے؟ اگر ایسی باتیں ہیں تو توانگری سی [illegible] خدا کے گھر میں بھی ہے۔

❶ باقی ص۔

(۹۱) **مدقق :** کیسی بچپنے کی باتیں ہیں۔
"تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست۔"

سوامی جی! آیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین اور آسمان کو حکم دیا۔ رہا یہ کہ کس طرح دیا۔ جس طرح اور احکام خداوندی ان کے متعلق دیئے جاتے ہیں۔ اوپر سے پانی برسنا نیچے سے انگوریوں کا پیدا ہونا کیا بلا حکم خداوندی ہوتے ہیں؟ ٹھیک اسی طرح سمجھو اور اگر اپنے مذاق پر سمجھنا چاہو تو سنو!

"پچھلے جنم کے کئے ہوئے پاپ اور پن کے مطابق سزا یا جزا پانے والا جیو پچھلے جسم کو چھوڑ کر ہوا۔ پانی، نباتات وغیرہ وغیرہ اشیاء میں داخل ہو کر اپنے پاپ اور پن کے مطابق کسی جون میں پڑتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۱۳)

پس جس طرح ہوا وغیرہ میں جیو گھس جاتا ہے۔ اسی طرح زمین میں گھس جاتا ہوگا مگر نہ کسی منش (آدمی) کا بلکہ اسی زمین کا۔

آپ نے قرآن نہیں پڑھا جبکہ قرآن سب دنیا کی چیزوں کو خدا کی ملک بتلاتا ہے سنو!

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى

(ترجمہ) "جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور ان دونوں کے درمیان میں اور جو کچھ مٹی سے نیچے ہے سب اللہ ہی کا ہے۔"

تو اونٹنی کو اللہ کی اونٹنی سن کر آپ کیوں تعجب کرتے ہیں سنئے! میں آپ کو ایک اور تعجب کی بات سناؤں۔ جس پر تعجب کریں تو واقعی بجا ہوگا۔ کہ آپ بھی اللہ ہی کے ہیں بلکہ آپ کی بیوی بھی ہوتی تو وہ بھی اللہ کی ہوتی۔ پس جس طرح اور چیزیں اللہ کی ہیں۔ اسی طرح وہ اونٹنی بھی اللہ کی تھی۔ ہاں یہ امر کہ اس بات کا اظہار کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت صالح (علیہ السلام) پیغمبر کی دعا سے خدا نے پیدا کی تھی۔ اس لئے ناقۃ اللہ کہلائی۔

(۹۲) **ترجمہ :** "اور ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے جب تک رہیں آسمان اور زمین اور جو لوگ کہ نیک بخت کئے گئے

ہیں۔ پس بیچ بہشت کے ہیں۔ ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے جب تک رہیں آسمان اور زمین۔" (سورہ ہود: آیت ۱۰۶ تا ۱۰۷)

(۹۲) محقق: جب دوزخ اور بہشت میں قیامت کے بعد سب لوگ جائیں گے تو پھر آسمان اور زمین کس لئے قائم رہیں گے؟ اور جب دوزخ اور بہشت کے قیام کی میعاد آسمان اور زمین کے قیام تک ہوئی تو بہشت یا دوزخ میں ہمیشہ تک رہیں گے یہ بات جھوٹی ہو گئی۔ ایسی باتیں جاہلوں کی ہوتی ہیں خدا اور عالموں کی نہیں۔

(۹۲) مدقق: سوامی جی ہم سے پوچھ لیتے کہ جنت اور دوزخ کہاں ہوں گے تو ہم ان کو بتلا دیتے کہ زمین پر۔ سنو! قرآن خود بتلاتا ہے۔

Www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ

ترجمہ: "(جنتی کہیں گے) سب تعریفیں خدا ہی کو ہیں جس نے ہم کو اس زمین کا مالک بنایا کہ جنت میں ہم جہاں چاہیں رہیں۔"

سوامی جی! یہی زمین یہی آسمان تھوڑی سی تبدیلی سے موجود ہوں گے۔ سنو!

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ترجمہ: "جس دن (یعنی بروز قیامت) زمین اور آسمان میں تبدیلی کی جائے گی اور سب لوگ خدا اکیلے طاقتور کے سامنے نکلیں گے۔"

"ہمیشہ تک" تب غلط ہو جب آپ کسی آیت سے آسمان و زمین کا فنا (بعد حشر ہو جانے کے) ہونا ثابت کریں۔ ورنہ یہ بچوں کی سی باتیں چھوڑ دیں۔ جس طرح جنتی جنت میں بیٹھے رہیں گے اسی طرح آسمان و زمین بھی بیٹھے رہیں گے۔

(۹۳) ترجمہ: "جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ میرے میں نے ایک خواب میں دیکھا۔" (سورہ یوسف: آیت ۴)

(۹۳) محقق: اس سورت میں باپ بیٹے کے درمیان مکالمہ کی صورت میں قصہ و کہانی درج ہے۔ اس لئے قرآن خدا کا بنایا ہوا نہیں ہے کسی شخص نے آدمیوں کی تواریخ لکھ دی ہے۔

(۹۳) مدقق: "یہ منہ اور مسور کی دال ہمیشہ سے آریہ سماج کو یہی خیال رہا ہے کہ الہامی کتاب میں کسی زمانہ ماضی کا ذکر نہ ہونا چاہئے۔ مگر افسوس کہ اس کتاب میں ہم نے کئی ایک مواقع پر وید کے منتروں سے ثابت کیا ہے کہ وید میں بھی اور تھوڑے سے قصے یا قصوں کی طرف اشارے ہیں۔ ہمارا رسالہ حدوث وید دیکھو۔

(۹۴) ترجمہ: "اللہ ہے وہ شخص کہ جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے۔ دیکھتے ہو تم اس کو پھر قرار پکڑا اوپر عرش کی اور مسخر کیا سورج اور چاند کو اور وہی ہے جس نے بچھایا زمین کو۔ اتارا ہے اس نے آسمان سے پانی۔ پس بہے نالے ساتھ اندازے اپنے کے۔ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق کو واسطے جس کے چاہے اور تنگ کرتا۔" (سورہ رعد: آیت ۲، ۳، ۱۵، ۲۴)

(۹۴) محقق: مسلمانوں کا خدا علم طبعی کچھ بھی نہیں جانتا۔ اگر جانتا ہوتا تو آسمان کو جس میں کہ وزن نہیں ہے۔ ستون لگانے کا ذکر نہ لکھتا۔ اگر خدا کسی خاص مقام یعنی عرش پر رہتا ہے تو وہ قادر مطلق اور محیط کل نہیں ہو سکتا اور اگر خدا بادلوں کا علم جانتا تو آسمان سے پانی اتارا اس کے ساتھ یہ کیوں نہ لکھتا کہ زمین سے پانی اس پر چڑھایا۔ اس سے تحقیق ہوا کہ قرآن کا مصنف بادلوں کے علم کو بھی نہیں جانتا تھا اور اگر نیک و بد اعمال کے بغیر رنج و راحت کو دیتا ہے تو وہ طرف دار غیر منصف اور جاہل مطلق ہے۔

(۹۴) مدقق: بڑا ہی پاپی ہے وہ آدمی جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کرے (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ے)

عرش کا مفصل جواب نمبر ۷۰ میں ملے گا۔ آسمان کے وجود کا جواب نمبر ۸۸، ۱۲۹ میں مرقوم ہے۔ البتہ آسمان سے بارش اتارنے کا مضمون سوامی جی کو سمجھانا باقی ہے

اگر بھومکا صفحہ ۵۲ پر عمل کرتے تو آج ہمیں یہ وقت اور ان کو یہ ذلت نہ ہوتی۔

پس سنو! عربی میں آسمان کے معنی بلندی اور اوپر کی چیز کے آتے ہیں اس لئے کبھی تو یہ نیلگوں سقف مراد ہوتی ہے اور کبھی بادل یا جو کچھ ہو سکے کیونکہ۔

"ہمیشہ محل وموقع کے مناسب آگے اور پیچھے کے تعلق و ربط کو دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

قرآن شریف بارش کے نزول کی کیفیت خود بتلاتا ہے۔ سنو!

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ

Www.onlyfor3.com
www.onlyoneorthree.com

ترجمہ "کیا تو (دیکھنے والے) نہیں دیکھتا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو جوڑتا ہے پھر ایک تہ لگاتا ہے پھر تو بارش کو اس میں سے نکلتی دیکھتا ہے اور اوپر سے بڑے بڑے تھپے اتارتا ہے ان میں نہایت ٹھنڈک ہوتی ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر لیتا ہے۔"

ان آیتوں کا صرف ترجمہ سننے ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اور آسمان سے مراد اونچی چیز یعنی بادل ہیں۔ نیک و بد اعمال کا جواب کئی نمبروں میں آچکا ہے۔ جب تک آریہ سماج اور سماج کے بانی تناسخ کو ثابت نہ کرلیں اور ہمارے اعتراضات اس پر سے نہ اٹھالیں۔ اس مسئلہ کو بے بنیاد بنانے کے مجاز نہیں۔ (دیکھو بحث تناسخ والہامی کتاب مصنف خاکسار)

(۹۵) ترجمہ: "کہ تحقیق اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے طرف اپنی اس شخص کو کہ رجوع کرتا ہے۔" (سورہ رعد: آیت ۲۳)

(۹۵) محقق: جب خدا گمراہ کرتا ہے تو خدا اور شیطان میں کیا فرق ہوا؟ جبکہ شیطان دوسروں کو گمراہ کرنے سے برا کہلاتا

ہے تو خدا بھی ویسا ہی کام کرنے سے بڑا شیطان کیوں نہیں؟ اور بہکانے کے گناہ کے عوض اس کو دوزخ کیوں نہیں ملنا چاہئے۔

(۹۵) مدقق: نمبر ۹ نمبر ۱ میں مفصل جواب آچکا ہے۔

(۹۶) ترجمہ: "اسی طرح اتارا ہے ہم نے اس قرآن کو عربی اور اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کی پیچھے اس چیز کے کہ آئے تیرے پاس علم سے۔ پس سوائے اس کے نہیں کہ اوپر تیرے پیغام پہنچانا ہے اور اوپر ہمارے حساب لینا۔" (سورۂ رعد۔ آیت ۳۳-۳۵)

(۹۶) محقق: قرآن کس طرف سے اتارا؟ کیا خدا اوپر رہتا ہے؟ اگر یہ بات راست ہے تو وہ محدود المکان ہونے سے خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا محیط کل ہے پیغام پہنچانا ہرکارہ کا کام ہے اور ہرکارہ کی ضرورت اسی کو ہوتی ہے جو مثل انسان محدود المکان ہو اور حساب لینا دینا بھی انسان کا کام ہے۔ خدا کا نہیں۔ کیونکہ وہ ہمہ دان ہے۔ یہ تحقیق ہوتا ہے کہ قرآن کسی محدود العقل آدمی کا بنایا ہوا ہے۔

(۹۶) مدقق: قرآن اس طرف سے اترا ہے۔ جس طرف سے وید اترا ہے۔

سماجیو! سنو! سوامی جی کیا کہتے ہیں:

"جس طرح کہ خدا نے سنسکرت میں ویدوں کو نازل کیا ہے ایسے ہی قرآن کو نازل کرتا۔" (صفحہ ۶۷۳ ستیارتھ پرکاش)

خدا کے محیط کل ہونے کا ذکر نمبر ۱۴ میں آچکا ہے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ

"پیغمبر ہرکارہ ہے اور ہرکارہ کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو محدود المکان ہو۔"

یہ تو سچ ہے کہ پیغمبر ہرکارہ (علم رساں) ہوتے ہیں مگر کس کے؟ سرب شکتی مان، نراکار، جگدیشور، وحدہ لاشریک کے لیکن دوسرا فقرہ غلط ہے ورنہ اگنی وایو وغیرہ ملہمان وید کی کیا ضرورت ورنہ ثابت ہو گا کہ پرمیشور محدود المکان ہے۔

سماجیو! تم ہی بتاؤ ٹھیک ہے؟ حساب لینے سے مراد جزا و سزا کا دینا ہے۔ جس کی وجہ سے پرمیشور بہت سے بدکاروں کو مختلف قسم کی جونوں میں بھیجتا ہے کیونکہ وہ سندھیا (عبادت) نہیں کرتے۔ یہی خدائی حساب ہے۔

(۹۷) ترجمہ: "اور کیا سورج اور چاند کو ہمیشہ پھرنے والے۔ تحقیق انسان البتہ ظلم کرنے والا ہے اور کفر کرنے والا۔" (سورہ ابراہیم: آیت ۲۶، ۲۷)

(۹۷) محقق: کیا چاند اور سورج ہمیشہ گھومتے ہیں اور زمین نہیں گھومتی۔ اگر زمین نہ گھومے تو دن رات کئی برسوں کا ہو۔ اگر انسان سچ مچ ظلم اور کفر ہی کرنے والا ہے تو قرآن کے ذریعہ ہدایت دینا فضول ہے کیونکہ جن کی فطرت گناہ کرنے کی ہے۔ تو وہ ثواب کرنے کی بھی نہ ہو سکے گی۔ لیکن دنیا میں نیک و بد دونوں قسم کے آدمی موجود ہیں۔ اس لئے ایسی باتیں خدا کی بنائی ہوئی کتاب کی نہیں ہو سکتیں۔

(۹۷) مدقق:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

سوامی جی نمبر ۳۲ میں خود ہی سورج کو اپنے محور میں گھومتا ہوا مان آئے ہیں۔ پس اسی طرح چاند بھی گھومتا ہے۔ یہاں زمین کی حرکت اور عدم حرکت کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ علاوہ اس کے بلا سے کسی دلیل سے زمین کی حرکت کا ثبوت بھی دیا ہوتا۔

سوامی جی! اگر عربی منطق سے آگاہ ہوتے تو ہمیں بڑی آسانی تھی۔ کہ ہم ان سے اتنا عرض کر دیتے کہ انسان کو جس لفظ میں کافر اور ظالم کہا گیا ہے وہ یہ ہے۔

إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ①

ایسے فقرہ کو اہل منطق قضیہ مہملہ کہتے ہیں کلیہ نہیں جس کے اردو میں یہ معنی ہیں کہ مجمل طریق سے بعض افراد انسانی پر حکم ہے کہ وہ اپنی خصلت میں ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے آپ بھی لکھتے ہیں۔

① بے شک انسان بڑا ظالم کافر نعمت ہے۔

بھی بن پوچھے یا بے انصافی سے پوچھنے والے کو یعنی جو فریب سے پوچھتا ہو اس کو جواب نہ دیں ان کے سامنے عقلمند آدمی بے حس شے کی طرح خاموش رہے۔ البتہ جو فریب سے خالی اور متلاشی حق ہو ان کو بن پوچھے بھی اپدیش کرے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۵۰)

پس ایسے لوگوں کے حق میں ویدوں کا الہام ہونا ہی فضول ہے۔

سوامی جی! اسی طرح قرآن کی آیت کا مطلب ہے کہ بعض لوگ اپنی بد عملی یا بد بختی سے ایسے ضدی اور متمرد ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ قابل خطاب نہیں سمجھے جاتے۔ فطرت تو سب کی یکساں ہے۔

(۹۸) ترجمہ :

"پس جب درست کر لوں میں اس کو اور پھونک دوں بیچ اس کے روح اپنی سے۔ پس گر پڑو واسطے اس کے سجدہ کرتے ہوئے۔ کہا اے رب میرے بسبب اس کے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو البتہ زینت دوں گا میں واسطے ان کے بیچ زمین کے اور گمراہ کروں گا۔" (سورہ حجر: آیت ۲۷، ۲۸، ۳۰ تا آیت ۳۶)

(۹۸) محقق :

اگر خدا نے اپنی روح آدم صاحب میں ڈالی تھی تو وہ بھی خدا ہوا اور اگر وہ خدا نہ تھا تو سجدہ کرنے میں اپنا شریک کیوں کیا؟ جب شیطان کو گمراہ کرنے والا خدا ہے تو وہ شیطان کا بھی شیطان بڑا بھائی اوستاد کیوں نہیں کیونکہ تم لوگ بہکانے والے کو شیطان مانتے ہو۔ تو خدا نے شیطان کو بہکایا اور صاف شیطان نے کہا کہ میں گمراہ کروں گا۔ پھر اس کو سزا دیکر قید کیوں نہ کیا اور مار کیوں نہ ڈالا؟

(۹۸) مدقق :

"ہر کے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است۔" سوامی جی۔ کسی چیز کی دوسری چیز کی طرف اضافت کئی قسم پر ہوتی ہے۔ کبھی جزو کی کل کی طرف جیسے میرا منہ۔ اس کی ناک وغیرہ کبھی مملوک کی مالک کی طرف۔ جیسے میری چھڑی۔ میرا مکان وغیرہ۔ کبھی مصنوع کی صانع کی طرف جیسے لاذرس کا چاقو وغیرہ۔ کبھی کسی طرح کبھی کسی طرح۔ یہاں پر کیونکر آپ نے سمجھ لیا کہ روح کی اضافت اللہ کی طرف جزو اور کل کی قسم سے ہے بلکہ ہم آپ کو بتلاتے ہیں

کہ یہ اضافت بھی مملوک کی مالک کی طرف ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ "میں جب آدم میں اپنی مخلوقہ روح ڈالوں۔" ہاں اس صورت میں یہ سوال ہو گا۔ کہ جب ساری روحیں خدا کی مخلوق ہیں۔ تو پھر اس اضافت سے کیا فائدہ سو اس اضافت سے فائدہ اس روح کی بزرگی کا بیان کرنا ہے۔ جیسے باپ اپنے فرمانبردار لڑکے کو اپنی طرف نسبت کر کے کہا کرتا ہے یہ میرا بیٹا ہے یہ تقریر خصوصاً اس وقت زیادہ دلچسپ ہوتی ہے۔ جب ہم بھومکا صفحہ ۱۰ کو ملحوظ رکھیں کہ "جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں مجاز ہوتا ہے۔" غیر امکان ہوتے اصلی معنی کا (بشرطیکہ اضافت روح کی اضافت الجزء الی الکل کی قسم سے ہو) قرینہ یہ ہے کہ آدم کو خدا تعالیٰ نے ذرہ سی غلطی پر وہ سزا دی کہ شائد باید وباؤ۔ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ پس اگر آدم میں اللہ کی روح ہوتی جس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ آدم خود خدا ہوتا۔ تو سزا کون دیتا۔ خدا کی شان تو یہ ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ

ترجمہ "خدا سے کوئی سوال نہیں کر سکتا اور وہ سب کو پوچھے گا۔"

ہاں یہ خوب کہی!

"اگر وہ خدا نہ تھا تو سجدہ کرنے میں شریک کیوں کیا؟"

سوامی جی یہاں بھی بھومکا صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۵۲ کو بھول گئے۔ آدم کو سجدہ عبادت نہ کرایا گیا تھا۔ کیونکہ سجدہ عبادت سوائے خدا کے کسی کے حق میں جائز نہیں سنو!

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

ترجمہ "اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

مسلمانوں کا کلمہ (جو آج تک خدا کے فضل سے نشان محمدی کی طرح مسلمانوں کے چہروں پر چمک رہا ہے) عبادت غیر کی جڑ کاٹ رہا ہے۔ سنو! اور سمجھو!!

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ "خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا رسول ہے۔"

پس سجدہ سے مراد سلام ونیاز ہے جو عموماً ماتحت افسروں سے کیا کرتے ہیں۔ یہ

سجدہ بمعنٰی انہی معنی کی پوجا ہے۔ جو آپ نے لکھی ہے:

"آپ باپ ' ماتا اور استاد اور اتیتھی (اور درویش) ان سب کی پوجن کرنے کی ہدایت ہے ای طرح منوجی مہاراج نے بھی لکھا ہے کہ استری کی پوجا کرنی چاہیے۔" (اپدیش منجری صفحہ ۲۸)

پس جس طرح یہاں پر آپ نے پوجا کے معنی خاطر تواضع کے لئے ہیں۔ اگر یہی شبد (لفظ) پرمیشور کی نسبت آئے تو وہاں عبادت کے لیتے ہیں۔ اسی طرح آیت میں سمجھئے کیونکہ۔

ہر ایک مقام کا مطلب موقع و محل مناسب دیکھ کر ترجمہ کرنا چاہیے۔ (بھومکا صفحہ ۵۲) باقی شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۹ ' ۱۱ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۹۹) ترجمہ: "اور البتہ تحقیق بھیجے ہیں ہم نے بیچ ہر ایک امت کے پیغمبر۔ جب ارادہ کرتے ہیں ہم اس کو یہ کہتے ہیں ہم اس کو ہو پس ہو جاتی ہے۔" (سورہ نحل: آیت ۳۳-۳۸)

(۹۹) محقق: اگر سب قوموں کیلئے پیغمبر بھیجے ہیں تو وہ سب لوگ جو کہ پیغمبر کی راہ پر چلتے ہیں وہ کافر کیوں ہیں؟ کیا سوائے تمہارے پیغمبر کے اور کسی پیغمبر کی عزت نہیں یہ بالکل طرف داری کی بات ہے اگر سب ملکوں میں پیغمبر بھیجے تو آریہ ورت میں کون بھیجا؟ اس لئے یہ بات ماننے کے لائق نہیں ہے۔ جب خدا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے؟ کہ اے زمین ہو جا تو وہ بیجان کیسے سن سکتی ہے؟ خدا کا محض حکم کیونکر دنیا بنا سکتا ہے؟ اور مسلمان سوائے خدا کے دوسری چیز نہیں مانتے۔ تو کس نے سنا اور کون ہو گیا؟ یہ سب لاعلمی کی باتیں ہیں۔ ایسی باتوں کو انجان لوگ مان لیتے ہیں۔

(۹۹) مدقق: اور قوموں کو کافر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ دین محمدی یعنی قرآن سے جو مھیمن (محافظ) ہو کر اور سب نبیوں کی تعلیم کا لب لباب بتلانے والا آیا ہے۔ منکر ہیں باقی سب لوگوں نے اپنے بزرگوں کی تعلیم کو بگاڑ کر ستیاناس کر دیا۔ دیکھو تو ہندوؤں نے کیا کیا کہ وید کی (بقول آپ کے) توحید کی تعلیم کو کیا بت پرستی سے بدلا پھر بجائے تسلیم کرنے کے الٹا آریوں سے لڑنے

مرنے پر تلے بیٹھے ہیں بلکہ اگر ان کا بیان سچ ہو تو دیا نندیوں کو بھاگتے ہوئے راہ نہیں ملتی۔ یہی حال عیسائیوں کا ہے کہ ایک سے تین اور تین سے ایک تو آپ نے بھی نے ہوگئے۔ پس اسی وجہ سے غیر قومیں کافر ہیں اور کافر کے لفظ سے برا ماننے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ دیکھو نمبر ۲۸ ہندوستان کے نبیوں کا نام قرآن میں نہیں آیا۔ صرف اتنا ہے۔

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

ترجمہ "بعض رسول ہم نے تجھے بتلائے ہیں اور بعض نہیں بتلائے۔"

پس ہم بھی مجملاً جانتے ہیں کہ بحکم

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

ترجمہ "ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی خدا کے عذاب سے ڈرانے والا گزرا ہے۔"

ہندوستانی میں بھی کئی ایک رسول آئے ہیں۔ مگر نام سے ہمیں اطلاع نہیں دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی اور مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہم۔

خدا کے کن (ہو جا) کہنے کی بحث نمبر ۲ میں مذکور ہے۔ سوائے خدا کے دوسری چیز نہ ماننے کا مفصل جواب اسی نمبر میں ملاحظہ ہو۔

(۱۰۰) ترجمہ: "اور مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیٹیاں پاکی ہے اس کو اور واسطے اس کے ہے جو کچھ کہ چاہے۔ قسم ہے اللہ کی تحقیق بھیجے ہم نے پیغمبر۔۔۔" (سورہ نحل: آیت ۵۷٬۵۶)

(۱۰۰) محقق: اللہ بیٹیوں سے کیا کرے گا؟ بیٹیاں تو کسی آدمی کو چاہئیں بیٹے کیوں نہیں مقرر کیے جاتے؟ اور بیٹیاں مقرر کی جاتی ہیں۔ اس کا کیا باعث ہے؟ بتلایئے! قسم کھانا جھوٹوں کا کام ہے نہ کہ خدا کا۔ کیونکہ اکثر دنیا میں ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ جو جھوٹا ہوتا ہے وہی قسم کھاتا ہے۔ راست گو کیوں قسم کھائے۔

(۱۰۰) مدقق: فقرہ نمبر ۸۲ وغیرہ میں کہیں ہم ایک شعر لکھ آئے ہیں۔ اگر ہمیں یہ خوف نہ ہوتا کہ سوامی جی کے بار بار ایک ہی قسم کے سوالوں کی طرح ہمارا اس کے لکھنے کے قابل شعر بھی بد مزہ ہو جائے گا تو ہم

یہاں بھی اس شعر کو دہرائے۔ لہٰذا ہم سابقہ نمبروں کا حوالہ دینے ہی پر قناعت کرتے ہیں۔

سوامی جی نے مثل سابق یہاں بھی ترجمہ میں "ایجاد بندہ" سے کام لیا ہے۔ اس فقرہ میں کہ "واسطے اس کے جو چاہے" بیجا تصرف کیا ہے۔ اصل لفظ آیت کے یہ ہیں۔

وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ

شاہ رفیع الدین صاحب جن کے ترجمہ پر پنڈت جی نے بنیاد قائم کی ہوئی ہے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

واسطے ان کے ہے جو کچھ کہ چاہیں

کیونکہ لَهُمْ میں ضمیر جمع کی ہے۔ جو مشرکوں کی طرف پھرتی ہے۔ مگر سوامی جی کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضمیر جمع کی اللہ کی طرف پھرتی ہے۔ یہ ہے سوامی جی کی لیاقت اور یہ ہے ان کی دیانت۔ سچ ہے ؎

بے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

چیلوں کی چالاکی:

سوامی دیانند نے جو قرآن مجید سے برتاؤ کیا وہ تو ناظرین دیکھتے آئے ہیں۔ ان کے اثر سے ان کے چیلوں نے جو کیا اس کا نمونہ بھی قابل دید ہے۔ جب انہوں نے حق پرکاش میں سوامی جی کی ایسی فاش غلطیاں دیکھیں تو ستیارتھ پرکاش کے اردو طبع اول کے بعد بعض جگہ اس کی اصلاح بھی کی۔ چنانچہ اس ترجمہ قرآنی کی اصلاح یوں کی۔

مقرر کرتے ہیں واسطے اللہ کے بیٹیاں پاکیزگی ہے اس کو اور مقرر کرتے ہیں واسطے اپنے دیکھنا جو کچھ چاہیں۔ (ستیارتھ اردو طبع چہارم صفحہ ۵۹۹)

ناظرین! اس تعلیم یافتہ پارٹی کی حالت زار کا اندازہ کیجئے کہ غیر مذہب کی کتاب کو کیا بگاڑتے ہیں اور دنیا ساری کو اندھا جانتے ہیں یا حقیقت میں خود اندھے ہیں۔ سچ ہے ؎

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

رہا اعتراض سو اس کا جواب دینے کو جی نہیں چاہتا ہے بلکہ ناظرین کی خاطر بامحاورہ صرف ترجمہ ہی کر دینا کافی ہے۔ پس سنو!

"یہ لوگ یعنی مکہ کے مشرک (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ سبحان اللہ خدا کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے من مانے بیٹے۔"

پس ناظرین انصاف کریں کہ اس ترجمہ اور مطلب پر سوامی جی مہاراج ہم مسلمانوں سے کیا سوال کرتے ہیں۔ سوامی جی سمجھے کہ مسلمان خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ وہ انہی کے بھائی بند مشرکین عرب تھے۔ جن کو اس عقیدے پر الزام دیا گیا ہے۔ مگر افسوس سے

Www.only1or3.com
Www.onlyoneorthree.com

پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے

قسم کی بابت خوب فلاسفی نکالی کہ جو جھوٹا ہوتا ہے وہی قسم کھاتا ہے۔ کچہریوں میں تو جج صاحب گواہوں سے اپنی تسلی کیلئے پہلے قسم دلاتے ہیں اور گواہوں کو حسب ضابطہ حلف اٹھانی پڑتی ہے۔ جس سے حاکم کو ان کی گواہی پر اعتبار ہوتا ہے۔ مگر سوامی جی کی تو بھی الگ ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جھوٹے بھی قسم کھایا کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ قسم کھانا جھوٹ کی علامت یا دلیل ہے بلکہ جھوٹے لوگ جھوٹ کو قسم کے لباس میں چھپاتے ہیں نہ کہ قسم کھا کر جھوٹ کا ثبوت دیتے ہیں۔ فافہم و تدبر

سماجیو! اگر تمہیں عدالت میں شہادت دینے کی نوبت آئے تو جج کے حلف دینے پر صاف کہہ دینا کہ ہمارے سوامی جی کا فرمان ہے کہ راست گو قسم نہیں کھاتے۔ پھر دیکھنا کہ ستیارتھ پرکاش کا پاٹھک بھی کئی روز کیلئے قسم کے جدا رہتا ہے کہ نہیں۔

سوامی جی! عام محاورات میں قسم وہی معنی دیتی ہے جو "باتحقیق" دیتا ہے جو یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۶۸ میں مذکور ہے۔ جس کے متعلق آپ نے بھی بھومکا صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ "لفظ باتحقیق یقین دلانے کے لئے آیا ہے۔" اگر کوئی سوال کرے کہ یقین دلانا تو جھوٹوں کا کام ہے۔ اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ جھوٹے آدمی یقین دلایا کرتے ہیں۔ تو کہئے آپ کیا جواب دیں گے؟ امید جلد جواب عنایت ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔

(۱۰۱) ترجمہ: "یہ لوگ وہ ہیں کہ مہر لگا دی اللہ نے اوپر دلوں ان کے اور کانوں ان کے اور آنکھوں ان کی کے اور یہ لوگ وہی ہیں بے خبر اور پورا دیا جائے گا ہر روح کو جو کچھ کہ کیا ہے اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے۔" (سورہ نحل: آیت ۱۰۲-۱۰۶)

(۱۰۱) محقق: جب خدا ہی نے مہر لگا دی تو وہ بیچارے بلا قصور ہی مارے گئے۔ کیونکہ ان کو محتاج بالغیر کر دیا یہ کتنا بڑا قصور ہے اور پھر کہتے ہیں کہ جس نے جتنا کیا ہے اتنا ہی اس کو دیا جائے گا کم و بیش نہیں۔ جب انہوں نے خود مختاری سے گناہ کئے ہی نہیں بلکہ خدا کے کرانے سے کئے تو ان کا کیا قصور ہے؟ ان کو ثمرہ نہ ملنا چاہئے اس کا ثمرہ تو خدا کو ملنا چاہئے اور اگر ثمرہ اعمال پورا دیا جاتا ہے تو بخشش کس بات کی کی جاتی ہے اور اگر بخشش کی جاتی ہے تو انصاف کہاں رہ سکتا ہے ایسی اندھا دھند کارروائی خدا کی بھی ہو سکتی ہے البتہ بے عقل چھوکروں کی ہوا کرتی ہے۔

(۱۰۱) مدقق: نمبر ۹ نمبر ۲۲ و نمبر ۶۵ میں مفصل جواب ہو چکا ہے۔ علاوہ اس کے یہاں پر اسی آیت سے پہلے اس کا جواب خود موجود ہے۔ سنو!

ذَالِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

ترجمہ: "انہوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دی ہے اور اس لئے کہ خدا کافروں کو توفیق خیر نہیں دیتا یہی ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر خدا نے مہر کی ہوئی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔"

کہئے سوامی جی! مضمون صاف ہے یا نہیں؟ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۳۱ سمولاس ۱۲ نمبر ۲۸ میں بودھوں کی گمراہی کا مضمون دیکھ کر جواب دینا۔ مفصل نمبر ۹ میں ملاحظہ کر کے تصدیق کریں گے۔

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۱۰۲) ترجمہ :

"اور کیا ہم نے دوزخ کو واسطے کافروں کے قید خانہ اور ہر آدمی کو لگا دیا ہم نے اس کو عمل نامہ اس کا بیچ گردن اس کی کے اور نکالیں گے ہم واسطے اس کے دن قیامت کے ایک کتاب کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی اور بہت ہلاک کیے ہم نے قرنوں سے پیچھے نوح کے۔" (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۸، ۱۳، ۱۴، ۱۷)

(۱۰۲) محقق :

اگر کافر وہی ہیں کہ جو قرآن پیغمبر اور قرآن کے ہوئے خدا۔ ساتویں آسمان اور نماز وغیرہ کو نہیں مانتے اور انہیں کے واسطے دوزخ ہے۔ تو یہ بات محض طرف داری کی ہے۔ کیا قرآن ہی کے ماننے والے سب اچھے اور باقی سب برے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ تو لڑکپن کی بات ہے کہ ہر ایک کی گردن میں عمل نامہ ہو ہم تو کسی ایک کی گردن میں نہیں دیکھتے۔ اگر اس سے مراد اعمال کا بدلہ دینا ہے تو پھر انسانوں کے دلوں آنکھوں وغیرہ پر مہر لگانا اور گناہوں کا معاف کرنا کیا کھیل کی باتیں ہیں؟ قیامت کی رات کو خدا کتاب نکالے گا۔ تو اب وہ کتاب کہاں ہے؟ کیا دکانداروں کے روزنامچہ کی مانند خدا لکھتا رہتا ہے؟ یہاں پر غور کرنا چاہئے کہ اگر پہلا جنم ہی نہیں ہے تو روحوں کے اعمال کہاں سے آ گئے اور اعمال نامہ کہاں سے بن سکے گا؟ اور اگر بغیر اعمال کے لکھا گیا تو خدا نے ان پر ظلم کیا۔ نیک و بد اعمال کے بغیر ان کو رنج و راحت کیوں دیا؟ اگر کہو کہ خدا کی مرضی تو بھی ان سے ظلم کیا بے انصافی اسی کو کہتے ہیں کہ بلا لحاظ نیک و بد اعمال کے دکھ سکھ کام وغیرہ دینا اور کیا اس وقت خدا ہی کتاب پڑھے گا یا کوئی سررشتہ دار سنا دے گا۔ اگر خدا ہی نے مدت کی پڑی ہوئی روحوں کو بلا قصور ہلاک کر دیا تو وہ ظالم ہو گیا۔ جو ظالم ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۰۲) مدقق :

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

کیا کریں ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ ایک ہی سوال کو پیش کیا جاتا ہے۔

ہاں سوامی جی مہاراج! وہی کافر ہیں جو قرآن سے منکر ہیں۔ جیسے وہی ناستک (ملحد) ہیں جو وید سے منکر ہیں (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳۲ سمولاس ۱۰ نمبر ۸) یا وہی گمراہ ہیں جو وید کا خلاف کرتے ہیں ایضاً صفحہ ۱۳۵' مفصل نمبر ۳۰ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

عربی کا محاورہ تو بھلا دور کی بات تھی افسوس کہ پنڈت جی اردو کے محاورہ سے بھی ناواقف ہیں۔

سماجیو! اگر اردو سے نفرت نہیں تو سنو! "تیرے احسان سے میری گردن وحق ہے۔" جیسے یہاں گردن سے مراد خود متکلم مراد ہے اسی طرح آیت قرآنی میں عنق (گردن) سے مراد خود صاحب گردن ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک مجرم کے گناہ اسی کی گردن پر لاد دیئے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی کسی کا ضامن یا کفارہ ہو سکے۔ جیسا عیسائیوں کا خیال ہے سنو!

قرآن اپنی آپ تفسیر کرتا ہے۔ جس آیت کو سوامی جی نے نقل کیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

ترجمہ "جو کوئی ہدایت پر آتا ہے وہ صرف اپنے ہی لئے آتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی کچھ کھوتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔"

کہئے سوامی جی! آگے پیچھے موقع محل مناسب دیکھنے کے بغیر معنی کرنا کن لوگوں کا کام ہے؟ بھومکا صفحہ ۸۲ دیکھ کر جواب دیں۔

منہ جنم (تناسخ) کا جواب پہلے کئی دفعہ آ چکا ہے۔ افسوس آیت میں صاف لفظ موجود ہے۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

ترجمہ "تو اپنی نوشت خود ہی پڑھ لے تو ہی حساب کیلئے کافی ہے۔"

پھر بھی سوامی جی پوچھتے ہیں خدا پڑھے گا یا کوئی سررشتہ دار سنائے گا۔ سچ ہے "ہٹ دھرمی ہمیشہ متکلم کے خلاف منشاء معنی کیا کرتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

بلا قصور گناہ کا لکھنا تو ظلم ہے قرآن کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم خدا کی عادت نہیں۔ البتہ وید کی تعلیم کا منشاء ہے کہ ایسا نہ ہو کہ سب بندے نیک چلن ہو جائیں ورنہ پرمیشور کو بیروزگاری کا سامنا ہوگا (دیکھو الہامی کتاب صفحہ ۱۵، ۱۶)

(۱۰۳) ترجمہ: "اور روک ہم نے شور کو او نٹنی دلیل۔ اور بہکا جس کو بہکا سکے۔ جس دن بلائیں گے ہم سب کو ساتھ پیشواؤں ان کے پس جو کوئی دیا گیا عمل نامہ بیچ داہنے ہاتھ اپنے کے۔" (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۵۷، ۶۳، ۶۸)

(۱۰۳) محقق: واہ جی واہ! جتنے حیرت انگیز نشان ہیں۔ ان میں سے ایک اونٹنی بھی خدا کے ہونے میں دلیل کا کام دیتی ہے۔ اگر خدا نے شیطان کو بہکانے کا حکم دیا ہے تو خدا ہی شیطان کا سردار اور سب کو گناہ کرانے والا ہوا۔ ایسے کو خدا کہنا صرف کم سمجھ آدمیوں کی باتیں ہیں اور اگر قیامت کے دن انصاف کیلئے پیغمبر اور اس کے معتقدوں کو خدا بلائے گا تو جب تک قیامت نہ ہوگی۔ تب تک کیا دورہ سپرد رہیں گے تو یہ کہ ان کو دورہ سپرد کر کے تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ بلکہ فوراً ان کا انصاف کیا جائے اور یہی منصف کا اعلیٰ فرض ہے۔ یہ تو پوپاں بائی کا انصاف ہو گیا۔ مثلاً کوئی عادل کہے کہ جب تک پچاس برس کے چور اور ساہوکار اکٹھے نہ ہوں گے تب تک ان کو جزا یا سزا نہ دی جائے گی۔ یہ کس قسم کا انصاف ہے کہ ایک شخص تو پچاس برس تک دورہ سپرد ہے اور دوسرے کا آج ہی فیصلہ ہو جائے۔ ایسا انصاف کا طریق نہیں ہو سکتا۔ انصاف کیلئے تو وید اور منو سمرتی دیکھو جس میں لکھا ہے کہ لمحہ بھر بھی توقف نہیں ہوتا اور جیو اپنے اپنے اعمال کے مطابق سزا یا جزا ہمیشہ پاتے رہتے ہیں اور پیغمبروں کو گواہی میں رکھنے سے خدا کی ہمہ دانی میں فرق آجائے گا۔ بھلا ایسی کتاب خدا کی بنائی ہوئی اور ایسی کتاب کا ہدایت کرنے والا خدا بھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۱۰۳) مدقق: اوہو! اوہو!! سوامی جی اونٹنی کو کیا کم نشانی سمجھتے ہیں۔ سنئے! قرآن بتلاتا ہے۔

وَاِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

ترجمہ "مشرک اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا ہے۔"

مفصل بحث اونٹنی کی نمبر ۱۹ میں ملاحظہ ہو۔ سوامی جی کو افسوس اتنی خبر بھی نہیں کہ صیغہ امر کا کئی معنوں کیلئے آتا ہے۔ کسی کام کرانے کیلئے جو متکلم کے حسب منشا ہو اور کبھی جھڑک اور ناپسندی کیلئے جیسے افسر اعلیٰ ماتحت کو کہیں "ہمارے سامنے سے چلے جاؤ۔" اسی طرح اور بھی کئی ایک معنی میں امر کا صیغہ آتا ہے۔ پنڈت جی نے ان دونوں معنی میں تمیز نہیں کی۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ یہاں پر امر کن معنی سے ہے شیطان کو خدا کا حکم دینا ان معنی سے ہے جن سے افسر اعلیٰ در صورت خفگی کہا کرتا ہے کہ "جاؤ جھک مارو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔" اس کلام کے یہ معنی سمجھے کہ افسر جھک مارنے کا حکم دیتا ہے۔ سوامی جی جیسے علم داروں کا کام نہیں نئے! قرآن خود بتلاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ

ترجمہ "کچھ شک نہیں کہ خدا انصاف اور احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور ناجائز حرکات اور ظلم اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔"

خاص شیطان کے حق میں یہ حکم موجود ہے۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○

ترجمہ "اے شیطان تجھے اور تیری چال پر چلنے والوں کو جہنم میں ڈالوں گا۔"

اسی آیت سے آگے جس کو پنڈت جی نے نقل کیا ہے۔ صاف مذکور ہے۔ سنو!

وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا

ترجمہ "اے شیطان بیشک تو لوگوں کو وعدہ دے۔ بیشک شیطان کے وعدے سراسر دھوکا و فریب کے ہیں۔"

سوامی جی کا یہ مان بالکل حق ہے۔

"آگے پیچھے موقع و محل مناسب کو نہ دیکھ کر معنی کرنے والے ناپاک باطن والے

جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

قیامت کا مضمون نمبر ۱۵ وغیرہ میں مفصل مرقوم ہے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ انصاف کیلئے لمحہ بھر توقف نہیں ہوتا۔ "سوامی جی! اس جون میں اگر کسی مجرم ڈاکو کی عمر تین چار سو برس کی ہو جائے۔ یا تین نہ سہی سو سال کی عمر کے تو اب بھی موجود ہیں تو ان کے برے عملوں کی جزا سزا تو دوسرے جنم میں ملے گی۔ پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ لمحہ بھر توقف نہیں ہوتا یہ عجیب بات ہے کہ آنکھ کسی کی تو آج پھوڑی اور سزا سو سال بعد وہ بھی ایسے حال اور ہوش میں کہ مجرم کو خبر بھی نہیں کہ یہ سزا کس جرم کی پاداش میں ہے۔ حالانکہ خود ہی لکھتے ہیں:

"سزا دینے سے مدعا یہ ہے کہ لوگ برے کاموں سے باز آنے کے لئے ڈر جائیں۔" (ستیارتھ صفحہ ۲۳۳)

لیکن جب مجرم کو علم ہی نہیں تو آئندہ کو ایسے جرم سے کیونکر بچ سکتا ہے۔ (مفصل رسالہ بحث تناسخ مصنفہ فقیر میں دیکھو)

پیغمبروں کی شہادت بھی مجرموں کو قائل کرنے کے لئے ہوگی نہ کہ خدا کو علم جتانے کے لئے کیونکہ خدا تو عالم الغیب والشہادت ہے۔ سنو!

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَھَرَ بِهٖ وَمَنْ ھُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّھَارِ

ترجمہ "خدا غیب اور حاضر سب کو جانتا ہے۔ بڑی بزرگی والا بہت بلند مرتبہ برابر ہے کوئی تم میں سے اونچے بولے یا چپکے۔ اور جو رات کو چھپا ہوا اور جو دن میں چل رہا ہو۔ اسے سب معلوم ہے۔

پس جہاں معنی میں غیر امکان ہو وہاں استعارہ (یا مجاز) ہوگا۔ (بھومکا صفحہ ۱۰)

(۱۰۳) ترجمہ: "یہ لوگ واسطے ان کے ہیں باغ ہمیشہ رہنے کے چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں۔ گہنا پہنائے جاؤ گے بیچ ان کے کنگن سونے کے سے اور پوشاک پہنیں گے کپڑے۔ سبز لاہی کے سے اور تافتے تکیہ لگے ہوئے بیچ اس کے اوپر تختوں کے اچھا ہے ثواب اور اچھی ہے بہشت فائدہ

اٹھائے ہیں۔۔۔" (سورہ کہف: آیت ۳۰)

(۱۰۴) **محقق :** واہ جی واہ کیا قرآن کی بہشت ہے۔۔ جس میں باغ زیور کپڑے، گدے، تکیے آرام کے واسطے ہیں۔
کوئی عقلمند یہاں پر غور کرے تو معلوم ہو گا کہ یہاں سے وہاں یعنی مسلمانوں کے بہشت میں زیادتی کچھ بھی نہیں ہے۔ سوائے بے انصافی کے اور وہ یہ ہے کہ اعمال تو ان کے محدود ہیں اور ثمرہ ان کا لامحدود۔ اگر میٹھا ہی روز کھایا جائے تو تھوڑے دن میں زہر کی مانند معلوم ہونے لگتا ہے۔ جب وہ ہمیشہ سکھ بھوگیں گے تو ان کے لئے سکھ ہی بشکل دکھ ہو جائے گا۔ اس لئے مہا کلپ تک مکتی (نجات) سکھ بھوگ کر دوبارہ جنم پانا ہی سچا مسئلہ ہے۔

(۱۰۴) **مدقق :** بیشک یہی مسلمانوں کی بہشت ہے اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ ان کو ملے گی اور اسی سے کافر محروم کئے جائیں گے مفصل نمبر ۵ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔
ہاں یہ خوب کہی کہ ہمیشہ سکھ بھوگیں گے تو ان کے لئے سکھ بھی بہ شکل دکھ ہو جائے گا۔
سماجیو! تمام عمر آرام نہ کیا کرو۔ بلکہ کبھی کبھی بے آرامی اور بے چینی میں بھی قصداً پڑا کرو بلکہ بڑے گھر کی سیر بھی کیا کرو۔ ورنہ گرو کی تکذیب تم کو لازم آئے گی جو ہمیں بھی کسی طرح منظور نہیں۔

(۱۰۵) **ترجمہ :** "اور یہ بستیاں کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو جب ظلم کیا انہوں نے اور کیا ہم نے واسطے ہلاک ان کے وعدہ گاہ۔" (سورہ کہف: آیت ۵۷)

(۱۰۵) **محقق :** بھلا کیا تمام بستی کے رہنے والے گنہگار ہو سکتے ہیں؟ اور پیچھے وعدہ کرنے سے معلوم ہوا کہ خدا ہمہ دان نہیں ہے۔ کیونکہ جب ان کا ظلم دیکھا۔ تو وعدہ کیا۔ کیا پہلے نہیں جانتا تھا۔ ان باتوں سے بے رحم ہی ثابت ہوا۔

(۱۰۵) مدقق: "سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست" سوامی جی! آپ کی تشریف آوری سے پہلے تمام ہندو بت پرست تھے یا نہیں۔ یا غازی محمود غزنوی کی فوج اور سارا ملک دشت تھے یا نہیں؟ پھر ایسا سوال کرنا کہ تمام بستی لگے رہنے والے گنہگار ہو سکتے ہیں؟ کیسا دعویٰ ہے۔ علاوہ اس کے جو لوگ ان بستیوں میں نیک ہوتے تھے ان کو بچایا جاتا تھا۔ سورہ ہود میں انبیاء کے مجمل قصے آپ نے پڑھے ہوتے۔ تو آپ کو معلوم ہوتا کہ جو لوگ نبیوں کے تابع ہوتے ان کو نبیوں کے ساتھ بچایا جاتا تھا۔ مگر چونکہ ان کی تعداد بھی اسی قدر ہوتی تھی۔ جتنی کہ سماجیوں کی سناتن دھرمی ہندوؤں کے مقابلہ میں بالخصوص آپ کی زندگی میں تھی۔ اس لئے عموماً کل بستی کی ہلاکت بتلائی گئی۔ یہ تو ایک معمولی شکایت ہے کہ آپ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے اصل لفظ یہ ہیں سنو!

یعنی پہلے پہل لوگوں کو جنہوں نے سرکشی اختیار کی ہم نے تباہ کیا اور ان مکہ کے مشرکوں کی تباہی کا بھی ایک وقت معین ہے۔ پچھلے جملہ کو سوامی جی نے پہلے لوگوں سے متعلق سمجھا اور اگر پہلے لوگوں سے بھی ہو تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ پیچھے وعدہ کیا گیا؟ کیا یہ کلام صحیح نہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کیا اور ان کی تباہی کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس سے تو خدا کی ہمہ دانی معلوم ہوتی ہے نہ کچھ اور۔ مگر اس کا کیا علاج ہو کہ۔

"بعض ہٹ دھرمی مذہب کی بزرگی میں عقل کو زائل کر لیتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

(۱۰۶) ترجمہ: "اور وہ جو لڑکا پس تھے ماں باپ اس کے ایمان والے۔ پس ڈرے ہم یہ کہ گرفتار کرے ان کو سرکشی اور کفر میں۔ یہاں تک کہ جب پہنچا جگہ ڈوبنے سورج کے۔ پس پایا اس کو ڈوبتا تھا بیچ چشمے کیچڑ کے۔ کہا انہوں نے اے ذوالقرنین تحقیق یاجوج اور ماجوج فساد کرنے والے ہیں زمین پر۔" (سورہ کہف: آیت ۷۹، ۸۴، ۹۱)

(۱۰۶) محقق: بھلا یہ خدا کی کتنی نادانی ہے۔ اسے یہ شک ہوا کہ کہیں لڑکوں کے ماں باپ مجھ سے باغی نہ کر دیئے جائیں۔ یہ ہرگز خدا کی بات نہیں اور لاعلمی کی بات دیکھئے کہ اس کتاب کا مصنف سورج کو ایک

جھیل میں رات کے وقت ڈوبتا ہوا دیکھتا ہے اور یہ کہ صبح کو پھر نکل آتا ہے۔ سورج تو زمین سے بہت بڑا ہے وہ کسی ندی یا جھیل یا سمندر میں کس طرح ڈوب سکتا ہے؟؟ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ قرآن کے مصنف کو جغرافیہ یا علم ہیئت نہیں آتا تھا۔ اگر آتا تو ایسی خلاف از علم باتیں کیوں لکھ دیتا۔ اس کتاب کے معتقد بھی بے علم ہیں۔ اگر صاحب علم ہوتے تو ایسی جھوٹی باتوں سے پر کتاب کو کیوں مانتے؟؟ اور دیکھئے خدا کا انصاف خود ہی تو زمین کا بنانے والا بادشاہ اور عادل ہے اور خود ہی یاجوج اور ماجوج کو زمین پر فساد کرنے دیتا ہے یہ اس کی خدائی کے شایان نہیں۔ ایسی کتاب کو وحشی لوگ ہی مان سکتے ہیں عالم نہیں مانتے۔

(۱۰۶) مدقق: کسی پنڈت جی نے ایک آریہ سماجی سے کہا۔ بھائی! سندھیا کیا کر۔ سماجی بولا۔ صاحب! آپ نے دعوت کی تھی نمک زائد ڈالا تھا۔ پنڈت جی بولے اس کو یہاں کیا تعلق۔ سماجی نے کہا بات سے بات نکل آتی ہے۔

یہی حال ہمارے پنڈت جی سوامی مہرشی جی اور کیا نہیں کیا کا ہے۔ بات سے بات نکالنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مگر افسوس۔ ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

سوامی جی! نے یہ کلام خدا کا سمجھا حالانکہ حضرت خضر کا کلام منقول ہے۔ بس آپ کا تار و پود سب ٹوٹ گیا۔ بس ہمارا انصاف دیکھئے کہ ہم آپ کے کلام پر صاد کرتے ہیں کہ یہ ہرگز خدا کی بات نہیں ہو سکتی۔

سماجیو! ہمارے انصاف کی داد دو اور تم بھی ایسے ہی انصاف کے خوگر ہو۔

سوامی جی! اس فقرہ میں بڑے ناراج (ناراض) معلوم ہوتے ہیں۔ مہاراج کھیر (خیر) تو ہے؟؟ اتنا تو سمجھئے کہ جس مذہب کو کروڑوں آدمی مانتے ہیں۔ اس کو جھوٹا کہنے والا کون ہے؟ (ستیارتھ پرکاش دیکھ کر جواب عنایت ہو) لیجئے صاحب ہم آپ کو راجی (راضی) کر لیتے ہیں۔ کفا (خفا) ہونے کی کوئی بات نہیں۔

جس لفظ کا یہاں پر ترجمہ "پایا" کیا گیا ہے وہ قرآن میں وَجَدَ کا لفظ ہے عربی

گرامر کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں اس لفظ کو افعال قلوب سے لکھا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس (اسکندر یا ذوالقرنین کیونکہ اس مقام پر اسی کا قصہ مذکور ہے) نے جب وہ سمندر کے کنارہ پر پہنچا تو اپنے جی میں سورج کو سمندر کے پانی میں ڈوبتا سمجھا یعنی اس کے خیال میں یوں سمایا کہ سورج اس پانی میں ڈوبتا ہے۔ چنانچہ سمندر کے کنارہ پر کھڑے ہونے والے آجکل بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس کلام کی تصدیق خدا کی طرف سے کوئی نہیں ہوئی کہ ہاں واقعی سورج سمندر میں ڈوبتا ہے۔

سماجیو! آگے پیچھے کو بن دیکھے کلام کے معنی کرنے والے کون ہوتے ہیں (بھومکا صفحہ ۵۲) کو دیکھ کر جواب دینا۔ یاجوج ماجوج کے فساد کو نہ روکنے کا جواب نمبر ۱۱ میں آچکا ہے۔ مختصر یہ کہ افعال اختیاریہ میں خدا جبر نہیں کرتا۔ ہمارے اس جواب پر آپ اپدیش منجری صفحہ ۹۰ پر دستخط کر چکے ہیں ورنہ بتلاؤ غازی محمود غزنوی کو آریہ ورت سے ایشور نے کیوں نہ روکا؟

(۱۰۷) ترجمہ:

"اور یاد کر بیچ کتاب کے مریم کو۔ جب جا پڑی لوگوں اپنے سے مکان شرقی میں۔ پس پکڑا ان سے ادھر پردہ۔ پس بھیجا ہم نے طرف اس کے روح اپنی کو پس صورت پکڑی واسطے اس کے آدمی تندرست کی۔ کہنے لگی تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمن کے تجھ سے اگر ہے تو پرہیزگار۔ کہنے لگا سوا اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار تیرے کا تاکہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ۔ کہا کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار۔ پس حاملہ ہوگئی ساتھ اس کے۔ پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دور میں یعنی جنگل میں۔" (سورہ مریم: آیت ۱۲ تا ۱۸)

(۱۰۷) محقق:

عقلمند غور کریں کہ اگر سب فرشتے خدا کی روح ہیں تو وہ خدا سے الگ وجود نہیں ہو سکتے اور یہ ظلم کہ اس مریم کنواری کے ہاں لڑکا ہوتا جو کہ کسی سے ہم بستر ہونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن خدا کے حکم سے فرشتہ نے اس کو حاملہ کیا خلاف از انصاف ہے۔ یہاں اور بھی شائستگی کے خلاف بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ ان کو تحریر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

(۱۰۷) مدقق : فرشتوں یا کسی اور چیز کا روح اللہ ہونا نمبر ۹۸ میں مفصل مذکور ہے۔ سوامی جی یہ علم کہ صدیقہ مریم کی نسبت یہ لکھ مارا کہ کسی سے جماع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایسا جھوٹ بولنا سادھوؤں کا کام ہے؟ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کوئی بات خلاف انصاف نہیں بلکہ خدا کی قدرت کا ظہور ہے کہ جس نے اگنی وایو وغیرہ کو جوان جوان پیدا کیا۔ وہ بے باپ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ افسوس اپنے باقی فحش کو آپ دبا گئے ورنہ وہ بھی دیکھ لیتے شاید نمبر ۱۱۱ دلا تو نہیں؟

عیسائیو! کہاں ہو؟

(۱۰۸) ترجمہ : "کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ بھیجا ہم نے شیطانوں کو اوپر کافروں کے بہکاتے ہیں ان کو بہکانے کر۔" (سورہ مریم: آیت ۸۳)

(۱۰۸) محقق : جب خدا ہی شیطانوں کو بہکانے کے لئے بھیجتا ہے تو بہک جانے والوں کا کچھ قصور نہیں ہو سکتا اور نہ ان کو سزا ہو سکتی ہے اور نہ شیطانوں کو کیونکہ یہ خدا کے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کا ثمرہ خدا کو ہونا چاہئے۔ اگر سچا عادل ہے تو اس کا ثمرہ یعنی دوزخ آپ ہی بھوگے اور اگر عدل کو ترک کر کے بے انصافی کرتا ہے تو وہ طرفدار ہو گیا اور طرفداری کو گنہگار کہتے ہیں۔

(۱۰۸) مدقق : نمبر ۹۶ ، ۹۵ وغیرہ میں مفصل جواب ہو چکا ہے۔ سوامی جی کو تو نمبر بڑھانے کی عادت ہے۔

(۱۰۹) ترجمہ : "اور تحقیق البتہ میں بخشنے والا ہوں واسطے اس شخص کے کہ توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کئے اچھے۔ پھر راہ پائی۔" (سورہ طٰہٰ: آیت ۷۶)

(۱۰۹) محقق : توبہ سے گناہ بخشے جانے کی بابت جو قرآن میں لکھی ہے وہ سب کو گنہگار بنانے والی ہے کیونکہ گنہگاروں کو اس گناہ کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اس لئے یہ کتاب اور اس کا مصنف گنہگاروں کو گناہ

کرنے میں حوصلہ دیتے ہیں۔ پس یہ کتاب کلام اللہ اور اس میں بیان کردہ خدا سچا خدا نہیں ہو سکتا۔

(۱۰۹) مدقق: توبہ کا مضمون نمبر ۲۲ میں مفصل مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔ سوامی جی کی طرح ایک ہی بات کو بار بار لکھ کر دانا ؤں کی نظر میں خفیف ہونا ہم نہیں چاہتے۔

(۱۱۰) ترجمہ: "اور کیے ہم نے بیچ زمین کے پہاڑ ایسا نہ ہو کہ ہل جاوے۔" (سورہ انبیاء، آیت ۳۱)

(۱۱۰) محقق: اگر مصنف قرآن زمین کی گردش وغیرہ کو جانتا تو یہ بات کبھی نہ کہتا کہ پہاڑوں کے رکھنے سے زمین نہیں ہلتی۔ شک ہوا کہ اگر پہاڑ نہ رکھتا تو ہل جاتی۔ پہاڑ رکھنے پر بھی زلزلے کے وقت کیوں ہل جاتی ہے؟

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۱۱۰) مدقق: البتہ یہ فقرہ سامعین کی توجہ کے قابل ہے گو ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ لکھیں گے تاہم اس موقعہ پر تو یہ لکھنا بالکل مناسب ہے

تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

سوامی جی! آیت کا مطلب ہے کہ زمین بوجہ کثرت پانی کے ہلتی تھی جیسے بے لوہا کے جہاز یا لکڑی کی بیڑی پانی پر بے طرح ہلتی ہے۔ پس خدا نے پہاڑوں کو مثل لوہے کی میخوں کے گاڑ دیا تو بے ڈول ہلنے سے ٹھہر گئی۔ ان معنی پر دلیل قرآن سے سننی چاہو تو سنو!

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا

ترجمہ: "ہم (خدا) نے زمین کو رہنے کیلئے مثل گہوارہ کے بنایا اور پہاڑوں کو اس کی میخیں۔"

پس اگر انگریزی علوم طبعی کے اصول کو مان کر (جن کے ماننے کیلئے ہمیں مذہب کی رو سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ بے تو علمی طریق سے ہے کہ دلیل قطعی نہیں رکھتے) بھی ہم گفتگو کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت موصوف ان کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ بیڑی کی حرکت بغیر لوہے کے جس طرح ڈانواڈول ہوتی ہے۔

اگر پہاڑ نہ ہوتے تو اسی طرح زمین کی حرکت ڈانوا ڈول ہوتی۔ پہاڑوں کے جمانے سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ زمین کی حرکت باقاعدہ ہو۔ پس جس حرکت کا ثبوت موجودہ علم سے ہوتا ہے اس کا رد اور انکار قرآن نے نہیں کیا ہے اور جس کا رد اور انکار کیا ہے وہ اس علم طبعی سے ثابت نہیں ہوتا۔

ہماری مذکورہ تقریر سے زلزلوں کا جواب بھی آ گیا۔ کیونکہ جس حرکت کا انتظام پہاڑوں سے قرآن نے بتلایا ہے وہ ایک غیر معمولی ڈانواں ڈول حرکت ہے۔ جیسے پانی پر ہلکی سی چیز کو عموماً ہوا کرتی ہے اور زلزلے اس قسم سے نہیں بلکہ یہ تو کسی خاص وقت میں کسی آتشیں معدن کی حرارت سے کسی خاص موقع کو حرکت ہوتی ہے۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ "مگر ناپاک باطن والے جاہلوں کو علم کہاں۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۱۱۱) ترجمہ: "اور ہدایت دی اس عورت کو کہ محافظت کی اس نے شرم گاہ اپنی کو۔ پس پھونک دیا ہم نے بیچ اس کے روح اپنی کو۔" (سورہ انبیاء: آیت ۸۰)

(۱۱۱) محقق: ایسی فحش باتیں خدا کی کتاب میں خدا کی تو کیا کسی شائستہ آدمی کی بھی نہیں ہو سکتیں۔ جبکہ انسان ایسی باتوں کا لکھنا اچھا نہیں سمجھتے تو خدا کے سامنے کیونکر اچھا ہو سکتا ہے؟ ایسی باتوں سے قرآن بدنام ہو گیا ہے۔ اگر اس میں اچھی باتیں ہوتیں تو اس کی بہت تعریف ہوتی جیسی کہ ویدوں ① کی ہوتی ہے۔

(۱۱۱) مدقق: سوامی جی! خیر تو ہے؟ کیسی فحش کی باتیں، ایک تو بتائی ہوتی۔ کیا نیوگ کا ذکر آ گیا؟ کہئے تو سہی۔ ہاں اب سمجھے کہ عورت کا ذکر آ گیا۔

سوامی جی! کہیں روح پھونک دینے کو تو فحش نہیں کہتے؟ نہیں ایسا کیوں کہنے لگے جب خود ہی ان باتوں کا ذکر کیا کرتے ہیں اور لوگوں کو ویدیں ان دھکا کر کرتے ہیں

① [illegible]

سماجیو! سنو!

حیض کے ظہور اور ہونے کے پانچویں دن سے لیکر سولہویں دن تک جو ہم بستری کا وقت ہے اس سے پہلے کے چار دن ترک کر دینے چاہئیں۔ باقی جو بارہ دن رہے۔ ان میں سے گیارہویں اور تیرہویں رات کو چھوڑ کر باقی دس راتوں میں حمل رہنا اچھا ہے۔ حیض کے ظہور ہونے کے دن سے لیکر سولہویں رات کے بعد ہم بستری نہیں کرنی چاہئے اور جب تک کہ دوبارہ وقت حیض ہم بستری کا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نہ آوے۔ تب تک نیز حمل ٹھہر جانے کے بعد ایک برس تک صحبت نہ کرے۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۴ نمبر شروع)

اور سنو!

بے اولاد بیوہ بیوے علاوہ نیوگ جس طرح بیاہ میں نیک اشخاص کی صلاح اور دولہن دولہا کی رضامندی ہوتی ہے ویسے نیوگ میں بھی ہونی چاہئے یعنی جب عورت مرد کا نیوگ (نیوگ کی تعریف نمبر ۲۸ میں دیکھو) ہونا ہو۔ تب اپنے خاندان میں مرد عورتوں کے سامنے ظاہر کریں۔ کہ ہم دونو نیوگ اولاد پیدا کرنے کی غرض سے کرتے ہیں۔ جب نیوگ کا مدعا پورا ہو جائے گا۔ تب ہمارا قطع تعلق ہوگا۔ اگر اس کے خلاف کریں تو گنہگار اور ذات برادری کی سزا کے مستوجب ہوں۔ مہینے میں ایک بار گربھا دان (جماع) (ہمیں معلوم اس لفظ کا ترجمہ سنسکرت لفظ میں کیوں کیا گیا) کا کام کریں گے (توبہ توبہ ایسا فحش؟ سوامی جی کہاں ہیں؟؟) حمل کے قیام کے ایک برس بعد تک جدا رہیں گے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۴ نمبر ۱۳۳)

آریہ سجنو! تم کہو گے سوامی جی کا کیا؟ وہ تو ایک غیر الہامی آدمی تھے۔ الہامی نوشتوں میں ایسا نہ ہونا چاہئے۔ تمہارا اگر یہ خیال ہو تو سنو! تمہارے الہامی نوشتے میں پرماتما کا قول ہے۔

"پرش (مرد) کا لنگ (ذکر) استری (عورت) کی یونی (فرج) میں گھسنے پر خصوصیت سے نطفہ چھوڑتا ہے۔" (یجروید باب ۱۹ منتر ۷۶)

سماجیو! بتلاؤ! جب انسان ایسی باتوں کا لکھنا اچھا نہیں سمجھتے تو خدا کیوں سمجھنے لگا یقین نہ ہو تو دونو عبارتیں (قرآن اور وید) کسی شریف ہندو وغیرہ کو سنا کر آزما لو۔

(۱۱۲) ترجمہ : "کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں واسطے اس کو جو کوئی بیچ آسمانوں اور زمین کے ہیں۔ سورج' چاند' تارے' پہاڑ' درخت اور جانور پہنائے جائیں گے۔ بیچ ان کے کنگن سونے سے اور موتی اور لباس ان کا بیچ اس کے ریشمی ہے اور پاک رکھ گھر میرے کو واسطے گرد پھرنے والوں کے اور کھڑے رہنے والوں کے پھر چاہئے کہ دور کریں میل اپنی اور پوری کریں نذریں اپنی اور گرد پھریں گھر قدیم کے تو کہ یاد کریں نام اللہ کا۔" (سورہ حج: آیت ۱۷'۲۱'۲۳'۲۶ے ۳۳'۲)

ناظرین! ترجمہ کا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو سوامی جی کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ جنہوں نے غت ربود کیا ہے۔

(۱۱۲) محقق : جو غیر ذی روح اشیاء ہیں وہ خدا کو جان ہی نہیں سکتیں تو پھر وہ اس کی عبادت کیونکر کرسکتی ہیں؟ اس لئے یہ کتاب کلام ربانی نہیں ہو سکتی۔ البتہ کسی گمراہ کی بنائی ہوئی معلوم دیتی ہے وہ بڑی اچھی بہشت ہے کہ جہاں سونے موتی کے زیورات اور ریشمی لباس پہننے کو ملتے ہیں۔ یہ بہشت تو یہاں کے راجاؤں کے گھر سے بڑھ کر نہیں ہے اور جب خدا کا گھر ہے تو وہ اس گھر میں رہتا بھی ہوگا پھر بت پرستی کیوں نہ ہوئی اور دوسرے بت پرستوں کی تردید کیوں کرتے ہو؟ جب خدا نذر لیتا ہے اور اپنے گھر کا طواف کرنے کا حکم دیتا اور جانوروں کو مروا کر کھلا سکتا ہے تو یہ خدا مندر والے بھیرو درگا کی مانند نہیں ہوا اور سخت بت پرستی کا باعث یہی ہے۔ بتوں سے مسجد بڑا بت ہے اس لئے خدا اور مسلمان بڑے بت پرست اور پرانی اور جینی چھوٹے بت پرست ہیں۔

(۱۱۲) مدقق : سوامی جی کی زبان بھی حجاج کی تلوار سے کم نہیں۔ مگر کیا پاپی ہے وہ منش جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر علم کے خلاف فتنا معنی کرتا ہے۔ (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

سوامی جی کی یہ عادت بڑی بیڈھب ہے کہ مختلف جگہوں سے مختلف مضامین کی آیات ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی اصلی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ قرآن

شریف کی بابت اپنے چیلوں کو بدگمان کریں۔ کہ اس میں مضامین ایسے گڑبڑ ہیں کہ کچھ سمجھ نہیں آتا مگر یہ نہیں جانتے کہ دن میں نابینا کو نظر نہ آنے سے دن کا قصور ثابت نہیں ہوتا۔

سوامی جی! سنئے! سجدہ کے معنی فرمانبرداری "فروتنی کے ہیں (دیکھو صراح) ہاں ہر چیز کی اطاعت اور فروتنی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ "زمین و آسمان کی سب چیزیں خدا کی فرمانبردار ہیں۔ جو جو کام ان کی سپرد ہیں وہ ان کی عمدہ طرح سے پورے کر رہی ہیں۔" قرآن سے شہادت ان معنی کی سنی ہو تو سنو! كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ (ہر ایک چیز خدا کی فرمانبردار ہے) بالکل سچ ہے۔ ؎

ابر و	باد و	مہ و	خورشید و فلک
زمیں	ناورد	تانہ	کوئی بیار

بہشت کا جواب پہلے کئی دفعہ آچکا ہے۔ یہاں پر اتنا ہی کافی ہے کہ سوامی جی! راجاؤں کے گھر بار سونے چاندی کے پلنگ وغیرہ بھی تو تناسخ کے قاعدہ سے نیک اعمال ہی کا نتیجہ ہیں (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۲) پھر آپ ہی بتلایئے کہ مسلمانوں کی بہشت میں اگر سب کو ایسے ہی عیش و عشرت ہوں تو کیا آپ کی بہشت سے کچھ کم ہیں۔ ہاں ایک بات زائد ہے وہ یہ کہ اس دنیا کی ایک تو زندگی ناپائدار ہے۔ دوم کوئی بھی ہو بحکم (نانک دکھیا سب سنسار) راجا کیا اور پرجا کیا اپنے اپنے حال میں سب دکھی ہیں۔ مگر بہشت والے ان سب بلاؤں سے بے خوف گذریں گے یقین نہ ہو تو سنو!

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ

(ترجمہ) "نہ بہشتیوں کو کسی قسم کی تکلیف ہوگی۔ نہ وہ بہشت سے نکالے جائیں گے۔"

سوامی جی! خدا کا گھر کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ بیت العتیق بے شک ہے جس کا ترجمہ ہے گھر قدیم یعنی پرانا مدت کا بنا ہوا آپ نے خود ہی نقل کیا ہے۔ سادھو ہو کر ایسی چالاکی تو مناسب نہیں۔ کہیں آپ وہی سادھو تو نہیں جو بالائی سمیت پیا کرتے ہیں؟

نذر پر بھی آپ نے اپنی نظر شفقت سے کام لیا ہے۔ مطلب آیت کا صاف ہے کہ جو جو کسی نے نذر و نیاز وغیرہ خیرات کرنے کی مانی ہو وہ پوری کرے۔ مگر آپ اس پر ایجاد بندہ سے کام لیں تو اس کا کیا علاج؟

بت پرستی کا جواب نمبر ۱۰۳ میں آچکا ہے۔

سوامی جی! بچارے ہندوؤں سے آپ کو اتنا رنج کیوں ہے کہ ہم گنہگاروں کو ان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آخر وہ بھی تو آپ کے بھائی ہیں وید کے بھگت ہیں۔ بلکہ وید بھگوان آپ سے دو چند مانتے ہیں۔ آپ نہ سہی آپ کے باپ دادا تو آخر وہی ہیں۔ شاید اسی مصلحت کو آپ نے تمام عمر اپنے باپ کا نام بھی نہ بتایا۔ جس سے ناحق مخالفوں کو بدگمانی پیدا ہوئی۔ (دیکھو سوانح عمری سوامی جی)

(۱۱۳) ترجمہ : "تحقیق دن قیامت کے اٹھائے جاؤ گے۔" (سورہ مومنون: آیت ۱۶)

(۱۱۳) محقق : کیا قیامت تک مردے قبروں میں رہیں گے یا کسی اور جگہ؟ اگر ان میں کھڑے رہیں گے تو سڑے ہوئے بدبودار جسموں میں رہ کر نیک آدمی بھی تکلیف اٹھائیں گے؟ یہ انصاف نہیں بلکہ ظلم ہے اور بدبو دار عفونت زیادہ پھیلا کر بیماری پیدا کرنے کے موجب ہونے سے خدا اور مسلمان پاپی ہوں گے۔

(۱۱۳) مدقق : سوامی جی آپ سے تو معقول سوال اس مشرک کا تھا جس نے کہا تھا۔

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (قرآن)

ترجمہ "کون مردہ اور گلی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔"

جس کا جواب اس کو اسی وقت ملا تھا کہ

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ

ترجمہ "تو اے محمد کہہ دے وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلے بنایا تھا وہ اپنی سب مخلوق کو خوب جانتا ہے۔"

جسموں کا سڑنا تو جب ہو کہ وہاں موجود بھی ہوں۔ یوں کہئے کہ ریزہ ریزہ ہوئے جسموں کو کیونکر خدا نیا بنائے گا۔ جس کا جواب اوپر کی آیت میں موجود ہے۔ پس مردے یعنی ان کی روحیں جسموں سے الگ ہو کر اپنی جگہ عالم ارواح میں رہتی ہیں۔ نیک بختوں کیلئے وہی جگہ ہے جہاں پر مکتی (نجات) یافتوں کا رہنا آپ بھی مانتے ہیں البتہ بدکاروں کے

لئے اسی کے مقابل پر جگہ ہے۔ پس کچھ وقت نہیں۔

(۱۱۴) ترجمہ: "اس دن گواہی دیں گے اس پر ان کی زبانیں اور ہاتھ ان کے اور پاؤں ان کے ساتھ اس چیز کے کہ تھے کرتے۔ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا مثال نور اس کے کی مانند طاق کے ہے کہ بیچ اس کے چراغ ہو اور وہ چراغ بیچ قندیل شیشہ کے ہے۔ وہ قندیل شیشہ کا گویا وہ تارا ہے۔ چمکتا روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ درخت مبارک زیتون کے سے کہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے۔ نزدیک ہے تیل اس کا کہ روشن ہو جاوے اگرچہ نہ لگے اس کو آگ روشنی اس پر روشنی کی راہ دکھاتا ہے اللہ طرف اپنے جس کو چاہتا ہے۔" (سورہ نور: آیت ۲۴-۳۵)

(۱۱۴) محقق: ہاتھ پاؤں وغیرہ بیجان ہونے سے گواہی ہرگز نہیں دے سکتے یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہونے سے جھوٹی ہے۔ کیا خدا آگ ہے یا بجلی جیسا کہ چراغ وغیرہ سے اسے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ مثال خدا پر صادق نہیں آسکتی ہاں کسی شکل والی چیز پر صادق آسکتی ہے۔

(۱۱۴) مدقق: قانون قدرت آپ کو بہت سوجھتا ہے۔ مگر یہ تو بتلائیے کہ کئی ارب سال بعد پرلے (بالکل فنا مثل قیامت عظمیٰ اولیٰ) کا ماننا کس قانون کا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی اسی بنا پر آپ کے پرلے سے انکاری ہو کہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ تو کیا جواب؟ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ہر ایک کام کیلئے ایک ایک وقت ہوتا ہے وہ اس میں ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ گو وہ کئی لاکھ بلکہ کئی کروڑ سال بعد بھی کیوں نہ ہو۔ اس کے وقت کے ایام میں نہ ہونے سے خلاف قانون قدرت کہہ دینا یہ بھی خلاف قانون ہے۔ جبکہ قیامت کے آثار اور قانون ہی الگ ہیں۔ جو آج تک کسی قانون کی ذیل میں آئے ہی نہیں تو ان کو خلاف قانون قدرت کہنا سوامی جی جیسے ودوانوں ہی کا کام ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ کا مطلب بالکل وہی ہے جو رگ وید منڈل ۱، سوکت ۲۸ کا ہے سنو! پرمیشور پرمان دیتا ہے۔

"میں پرتو جلال و حشمت رکھنے والا سورج کی مانند تمام عالم کو نور بخشنے والا ہوں۔"
(رگوید)

پس آیت کا مضمون۔ شہادت وید بالکل صاف ہے کہ تمام آسمان و زمین کی روشنی کا موجب اور موجد خدا ہی ہے۔ پھر اپنی روشنی یعنی محبت کی مثال خدا نے بتلائی ہے کہ اہل درد کے دل میں خدا کی محبت ایسی چمکتی ہے اور سب چیزوں پر غالب آتی ہے۔ جیسے قندیل کی روشنی جس میں اعلیٰ درجہ کا صاف شفاف تیل پڑا ہو۔ تمام ظلمات اور اندھیروں پر غالب آتی ہے۔ ان معنی کی شہادت قرآن سے چاہتے ہو تو سنو!

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ترجمہ "ایمانداروں کو خدا کے ساتھ سب چیزوں سے بڑھ کر محبت ہوتی ہے۔"

اور اگر اپنے ہی کلام سے تصدیق چاہتے ہو تو سنو! یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ایشور کو چھوڑ کر خواہ کیسے ہی اعلیٰ دوسرے کام کئے جائیں۔ لیکن ان سے جیو آتما کبھی مکت نہیں ہوتا۔ مکتی (نجات) کا ذریعہ صرف ایک ایشور پر اپنی (محبت و اخلاص) ہی ہے۔" (اوپدیش منجری صفحہ ۵۸)

سوامی جی! سچ ہے۔ آگے پیچھے کو بن دیکھے کلام کے معنی کرنے والے ناپاک باطن والے جاہلوں کو واقعی علم نہیں ہوتا۔" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۱۱۵) ترجمہ : "اور اللہ نے پیدا کیا ہر جانور کو پانی سے۔ پس بعض ان میں سے وہ ہے کہ چلتا اوپر پیٹ اپنے کے اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول اس کے کی۔ کہ فرمانبرداری کرو رسول کی تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔" (سورۂ نور: آیت ۴۵ '۵۱ '۵۳ '۵۵)

(۱۱۵) محقق : یہ کونسی فلاسفی ہے کہ جن جانوروں کے جسم میں سب عناصر پائے جاتے ہیں۔ ان کی بابت کہنا کہ صرف پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ محض لاعلمی کی بات ہے۔ جب خدا کے ساتھ پیغمبر کی فرمانبرداری کرنی ضروری ہے تو کیا خدا کا شریک ہوا یا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو خدا کو کیوں قرآن میں لاشریک کہا اور لکھا جاتا ہے؟

(۱۱۵) مدقق: قربان ایسی سمجھ پر۔ سوامی جی بلا سے قرآن کو آپ کسی استاد سے پڑھ لیتے۔ آپ جیسے پاک باطن والے سادھو سے ایسے اعتراض سن کر دل دہل جاتا ہے۔ یہ شکایت تو ہم کرتے ہی نہیں کہ آپ دانستہ مختلف جگہ کی آیتیں بلا ربط ذکر کیوں نقل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کی سمجھ بوجھ آپ کو یہی سکھاتی ہے۔

سوامی جی! پانی سے مراد اس جگہ منی ہے۔ سنو! دوسری آیت میں قرآن مجید خود بتلاتا ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ

ترجمہ "(خدا فرماتا ہے) کیا ہم نے تم کو ذلیل پانی (منی) سے پیدا نہیں کیا؟۔"

پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ کل جانداروں کی پیدائش کا سلسلہ خدا نے منی سے رکھا ہے۔ بتلایئے سچ ہے یا غلط؟ اگر اعتبار نہ ہو تو نیوگ پر غور کیجئے کہ اسٹری (عورت) نیوگ کیوں کرتی ہے؟ گربھ (حمل) کیوں ہوتا ہے؟

پیغمبر کے اتباع کا جواب نمبر ۴۲، ۵۳ اور ۵۵ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔ یہ تو آپ کی معمولی بات ہے۔

(۱۱۶) ترجمہ: "اور جس دن کہ پھٹ جائے گا آسمان ساتھ بدلی کے اور اتارے جائیں گے فرشتے۔ پس مت کہا مان کافروں کا اور جھگڑا کر ان سے ساتھ اس کے جھگڑا بڑا اور بدل ڈالتا ہے۔ اللہ برائیوں ان کی کو بھلائیوں سے اور جو کوئی توبہ کرے اور عمل کرے اچھے۔ پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے طرف اللہ کے۔" (سورہ فرقان: آیت ۲۳، ۵۰، ۶۸، ۶۹)

(۱۱۶) محقق: یہ بات بھی درست نہیں ہو سکتی کہ آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے اگر آسمان (اکاش) کوئی مجسم شے ہو تو پھٹ سکتا ہے۔ مسلمانوں کا قرآن امن میں خلل انداز ہو کر غدر و جھگڑا کرانے والا ہے۔ اس لئے ودیا دار عالم لوگ اس کو نہیں مانتے۔ یہ خوب انصاف ہے کہ گناہ و ثواب کا تبادلہ ہو جائے گا۔ کیا یہ تل اور ارد ہیں کہ ان کا تبادلہ ہو سکے۔ اگر توبہ کرنے سے

گناہ چھوٹیں اور خدا سے تو کوئی بھی گناہ کرنے سے کیوں ڈرے گا۔ اس لئے یہ سب باتیں خلاف اور علم ہیں۔

(۱۱۶) مدقق: اس آیت کو بھی آپ کسی ودوان سے پوچھ لیتے تو یہ پرشن (سوال) آپ کو نہ سوجھتا' مطلب آیت کا یہ ہے کہ قیامت سے پہلے یعنی پر لے کے وقت کل دنیا فنا ہو جائے گی تو اس وقت زمین و آسمان اور بادل سب فنا ہو جائیں گے تھا۔ فلسفہ آسمان کو واناوی (قدیم) مانتے تھے ان کا مذہب رد کرنے کو خدا نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے آسمان مع بادلوں کے پھٹ جائیں گے۔ یہ نہیں کہ بادل ان کو پھاڑیں گے۔ بلکہ بادل بھی ان کے ساتھ ہی پھٹیں گے۔ ان معنی کی دلیل قرآن سے سننی چاہو تو سنو!

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

ترجمہ: "جس روز آسمان و زمین میں تغیر و تبدیل کیا جائے گا اور لوگ سب کے سب خدائے زبردست غالب کے حضور آئیں گے۔"

آسمان کے جسم ہونے کی بحث نمبر ۸۸' اور ۱۲۹ میں ملاحظہ ہو۔

مسلمانوں کے فساد سے سوامی جی بڑے ڈرتے ہیں۔ تاہم بار بار ان کو فساد ہی سوجھتا ہے۔ ہماری شرافت دیکھئے کہ ہم نے نمبر ۲ ہی میں آپ کے فساد کا مقابلہ کر کے اس کا نام تک نہیں لیتے۔ جس طرح دوائیں بعض گرم اور بعض سرد ہیں۔ پھر ان میں بھی مختلف مراتب ہیں بعض گرمی میں ایسی ہیں کہ ان سے بعد سرد چیزوں کے استعمال سے ان کی گرمی زائل ہو سکتی ہے۔ بعض ایسی گرم بھی ہیں کہ ان سے بعد کتنی ہی سرد دوائیں کیوں نہ کھائیں ان کی گرمی زائل نہیں ہو سکتی۔ جیسے زہر' ٹھیک اسی طرح گناہوں کی مثال ہے کہ ادنیٰ درجے کے گناہ اعلیٰ درجہ کی نیکیوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک ایسے بڑھ کر جرم بھی ہیں۔ کہ کسی نیکی سے زائل نہیں ہوتے۔ جب تک ان سے توبہ نہ ہو جیسے شرک' کفر' ان معنی کی دلیل قرآن سے سننی چاہو تو سنو!

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ

ترجمہ: "بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ نصیحت ماننے

والوں کیلئے نصیحت ہے۔"

پس آیت کے معنی صاف ہیں کہ توبہ (جو اعلیٰ درجہ کا خدا سے اخلاص ہے) سے گناہ معاف ہونے کے علاوہ گاہے حسب مراتب اخلاص ایسا بھی ہوتا ہے کہ بجائے گناہ کے تائب گناہگار نیکیوں کا عوض پاتا ہے۔ (مفصل نمبر ۳۲ میں ملاحظہ ہو)

(۱۱۷) ترجمہ:

"اور وحی کی ہم نے طرف موسیٰ کے یہ کہ رات کو لے چل بندوں میروں کو تحقیق تم پیچھا کئے جاؤ گے۔ پس بھیجے لوگ فرعون نے بیچ شہروں کے جمع کرنے والے اور وہ⊙ شخص کہ جس نے پیدا کیا مجھ کو پس وہی راہ دکھاتا ہے اور وہ جو کھلاتا ہے مجھ کو اور پلاتا ہے مجھ کو اور وہ شخص کہ امید رکھتا ہوں میں کہ بخشے واسطے میرے خطا میری دن قیامت کے۔" (سورہ شعراء آیت ۵۰، ۵۱، ۷۹، ۷۷، ۸۰)

(۱۱۷) محقق:

جب خدا نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی تو پھر داؤد عیسیٰ اور محمد صاحب کی طرف کتاب کیوں بھیجی کیونکہ خدا کی باتیں ہمیشہ یکساں اور بے خطا ہوا کرتی ہیں اور اس کے بعد قرآن تک کتابوں کا بھیجنا ظاہر کرتا ہے کہ پہلی کتاب ناقص اور غلطیوں سے پُر تھی۔ اگر یہ تین کتابیں سچی ہیں تو قرآن جھوٹا ہوگا۔ چاروں کتابیں جو کہ باہم متضاد ہیں۔ وہ بالکل صحیح نہیں ہو سکتیں۔ اگر خدا نے روح پیدا کی ہیں تو وہ مر بھی جائیں گی۔ یعنی ان کا بھی عدم بھی ہوگا۔ جو خدا ہی انسان وغیرہ ذی روحوں کو کھلاتا پلاتا ہے تو کسی کو بیماری نہ ہونی چاہئے اور سب کو برابر خوراک ملنی چاہئے اور رو رعایت سے ایک کو عمدہ اور دوسرے کو خراب جیسا کہ بادشاہ کو عمدہ اور غریب کو خراب ملتی ہے نہ ملنی چاہئے۔ جب خدا ہی کھلانے پلانے اور پرہیز کرانے والا ہے تو بیماری نہ ہونی چاہئے۔ لیکن مسلمانوں کو بھی بیماریاں لگتی ہیں۔ اگر خدا ہی بیماری دور کر کے آرام کر دینے والا ہے تو مسلمانوں کے جسموں میں بیماری نہ رہنی چاہئے۔ اگر رہتی ہے تو خدا پورا طبیب نہیں۔ اگر طبیب حاذق ہے تو پھر مسلمانوں کے جسموں میں بیماری کیوں رہتی ہے؟! اگر وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے تو

⊙ ناظرین! یہ سوامی جی کی لیاقت اور ذہانت ہے کہ مختلف مقامات سے الفاظ اکٹھے کر کے جوڑتے ہیں۔ دیکھئے یہ مضمون کہاں سے کہاں ملایا۔ جیسے گدھے کے گوشت میں اونٹ کی دال۔

پھر اسی خدا کے ذمہ گناہ وثواب ہونا چاہئے اگر جنم بخشا تو کے اعمال کے مطابق انصاف کرتا ہے تو وہ کچھ بھی گناہ کا ذمہ دار نہیں ہے اگر وہ گناہ بخشتا اور انصاف قیامت کی رات کو کرتا ہے تو خدا گناہ بڑھانے والا ہونے سے گنہگار ہو جائے گا۔ اگر بخشش نہیں کرتا تو قرآن کی یہ بات جھوٹی ہونے سے بچ سکتی ہے؟

(۱۱۷) مدقق: اس نمبر کا جواب دینے کو تو جی نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کا جواب یہ خود ہے سوامی جی بھی ایسے سوالوں کے جواب دینے سے مانع ہیں کیونکہ فرماتے ہیں:

"ایسے ساعتوں کے سامنے عقلمندوں کو بے حس شے کی طرح ہو رہنا چاہئے۔" (ستیارتھ صفحہ ۵۰۳ باب ۱۰ نمبر ۳)

مگر کیا کریں ہمارے سماجی دوست بزبان حال تقاضا کر رہے ہیں۔ جن کی خاطر بھی ہمیں سوامی جی سے بڑھ کر نہیں تو کم بھی نہیں۔ اس لئے مجبوری ان کو حصہ اول دوجی انبیاء کے متعلق گذشتہ نمبر ۹ کتاب ہذا اور مباحثہ "الہامی کتاب" کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

سوامی جی! روحوں کا نہ مرنا کسی آیت قرآنی سے ثابت ہوتا ہے؟ جو آپ کو یہ سوجھی بیشک اگر خدا ان کو تباہ و برباد کرنا چاہے گا تو کر دے گا۔

خدا کے کہلانے پالنے کے بھی وہی معنی ہیں جن معنی سے آپ نے لکھا ہے۔

"چونکہ اس کی مدد کے بغیر بچے دھرم کا گیان (علم) اور روشنان (پابندی) اور تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اسلئے ہر ایک انسان کو لازم ہے اس طرح مدد مانگنی چاہئے۔" (بھومکا صفحہ ۶۷)

سوامی جی! ابھی تو آپ ہمیں یہ سن کر پائے کہ مسلمان یہ بھی کہتے ہیں:

فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ "پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سب چیزوں کی حکومت ہے۔"

تو خدا معلوم آپ پر کیا گزرتی اور کیا کیا لقاب مسلمانوں کو دیتے۔

ناظرین! یہی وہ مہر ہے جس کا ذکر خدا نے اپنے کلام میں کیا ہے۔ اس کا اثر یہی

ہوتا ہے کہ آدمی سیدھی بات بھی ٹیڑھی سمجھتا ہے۔ اگر زیادہ تشریح اس کی چاہو تو گزشتہ نمبر ۲۳،۹ ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ ہے کہ دنیا کے سب کاموں کی کنجی اسی واحد ذوالکار سرب شکتی مان قادر مطلق لا الٰہ الا ھو کے ہاتھ میں ہے یعنی وہی رزق دیتا ہے وہی بند کر لیتا ہے۔ سوامی جی! اگر زندہ ہوتے ۱۸۹۷ء میں قحط سے بھارت ورش (ہندوستان) کی جو گت ہوئی ہے۔ ہم ان کو دکھاتے اور پوچھتے:

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ "سب چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس سے بھاگ کر پناہ نہیں ملتی۔ اگر تم کو علم ہے تو جواب دو۔" (قرآن)

اگر سوامی جی بھی عرب کے مشرکوں کی طرح

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ

ترجمہ "اللہ ہی کا اختیار ہے۔"

کہتے تو ہم بھی ان کی خدمت میں عرض کرتے۔

فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ

ترجمہ "پھر کہاں کو بہکے جاتے ہو۔" کہ اس کی طرف نسبت کرنے کو برا جانتے ہو (عربی الفاظ قرآن شریف کی عبارت ہے اور نیچے ترجمہ ہے۔)

اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو وید پر مان سنئے! پر میشر بندوں کو تعلیم کرتا ہے۔

اے بھگوان تو قائم بالذات مخلوقات کو سب مالک عمدہ اور رزق اور عطا کرنے والا ہے ہمیں بھی اپنا مرہون عنایت کر۔ (اتھروید کانڈ ۲۰ انوواک ۱۰ ورگ ۲۸ منتر ۱۱)

ناظرین! سوامی جی کے اس سوال سے آپ متعجب نہ ہوں۔ ان کو ایسی ہی سوجھا کرتی ہے۔ اعتبار نہ ہو تو نمبر ۵۳ ملاحظہ کریں۔

گناہوں کی بخشش کا مضمون نمبر ۲۲ میں دیکھو۔ تناسخ کا رد اسی کتاب میں کئی ایک جگہ پاؤ گے۔ علاوہ اس کے مباحثہ الہامی کتاب اور بحث تناسخ دیکھو۔

(۱۱۸) ترجمہ : "نہیں تو مگر آدمی مانند ہمارے ہیں لے آ کچھ نشانی اگر ہے تو سچوں سے۔ کہا یہ اونٹنی ہے واسطے اس کے پانی پینا ہے ایک بار۔" (سورہ شعراء: آیت ۱۵۰-۱۵۱)

(۱۱۸) محقق : بھلا اس بات کو کوئی مان سکتا ہے کہ پتھر سے اونٹنی نکلے وہ لوگ وحشی تھے جنہوں نے اس بات کو مان لیا اور اونٹنی کا نشان دینا صرف وحشی پن کا کام ہے نہ کہ خدا کا۔ اگر یہ کتاب کلام الٰہی ہوتی تو ایسی لغو باتیں اس میں نہ ہوتیں۔

(۱۱۸) مدقق : ع

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں!

واہ رے مہذب سوامی جی کو وحشی پنے سے بڑی وحشت ہے۔ ایں ہم غنیمت است

سوامی جی! آپ تو اسی کتاب کے صفحہ ۶۶۹ سطر ۱۳ میں لکھ آئے ہیں:

"مسلمانوں کے مذہب کی بات جو لکھا ہے وہ صرف قرآن کی رو سے لکھا گیا ہے۔ کسی اور کتاب کے مطابق کی رو سے نہیں۔"

یہاں کس لفظ سے "اونٹنی کا پتھر سے نکلنا" سمجھے ہیں؟

ساجیو! بتلاؤ تو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام پاؤ۔

ایسے وحشی پنے کا سبب بجز اس کے کچھ اور بھی ہے؟ کہ

"ہٹ دھرم مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتے ہیں۔ (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

(۱۱۹) ترجمہ : "اے موسیٰ بات یہ ہے کہ تحقیق میں ہوں اللہ غالب، اور ڈال دے عصا اپنا پس جس وقت کہ دیکھا اس کو ہلتا جاتا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے۔ اے موسیٰ مت ڈر تحقیق نہیں ڈرتے نزدیک میرے پیغمبر۔ اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ پروردگار عرش بڑے کا۔ یہ کہ مت سرکشی کرو اوپر میرے۔ اور چلے آؤ میرے پاس مسلمان ہو کر۔" (سورہ نمل: آیت ۹، ۱۰، ۲۷،

۳۲)

(۱۱۹) محقق:

اور دیکھیے اپنے ہی منہ سے آپ اللہ بڑا زبردست بنتا ہے۔ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا جب شریف آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ تو خدا کا کیونکر ہو سکتا ہے۔ شعبدہ بازی کی جھلک دکھلا کر جنگلی آدمیوں کو قابو کر کے آپ جنگلیوں کا خدا بن بیٹھا ہے۔ ایسی بات خدا کی کتاب میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ عرش معلی یعنی ساتویں آسمان کا مالک ہے تو وہ محدود المکان ہونے سے خدا نہیں ہو سکتا۔ اگر سرکشی کرنا برا ہے تو خدا اور محمد صاحب نے اپنی حمد و مدح سے کتاب کیوں بھر دی؟ محمد صاحب نے بہت سے انسانوں کا خون کیا۔ کیا اس سے سرکشی ہوئی یا نہیں؟ یہ قرآن باہم نقیض باتوں سے بھرا ہوا ہے۔

(۱۱۹) مدقق:

بلا سے کوئی ادا اُن کی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے حوصلہ دل کا

کیا موزوں کہا ہے وہ شخص جو اپنا گھر شیشوں کا بنا کر دوسروں پر پتھر برسائے۔

ساچیو! پرمیشر بندوں کو سکھاتا ہے۔

"میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور آور رفاہ کل تمام کائنات کے راجا، قادر مطلق اور سب کو قوت عطا کرنے والے پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بنا در بر اطاعت خم کرتے ہیں اور جو اوصاف سے کل قوات کی حفاظت کرنے والا اندر قادر مطلق پرمیشور ہے۔ ہر جنگ میں فتح پانے کے لئے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں۔" (اتھروید ادھیائے ۲۰ منتر ۵)

ساچیو! دیکھا؟ اپنے ہی منہ سے آپ پرمیشور زبردست راجہ بنتا ہے۔ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا جب شریف آدمی کا کام نہیں تو پرمیشور کا کیونکر ہو سکتا ہے؟ کہو جی کون دھرم ہے؟ سوامی جی کو خبر نہیں کہ خداوند تعالیٰ جب بندوں کی ہدایت کیلئے کتاب بھیجتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنی صفات کا ذکر بھی کرے تاکہ بندوں کو اس کی صفتیں معلوم ہو سکیں۔ پس آسمانی کتابوں میں جہاں جہاں صفات خداوندی کا ذکر آتا ہے اس سے

یہی مراد ہوتی ہے کہ بندے ان صفات کے معتقد ہوں نہ یہ کہ خدا کوئی شیخی بگھارتا ہے۔ جیسے ہمارے سوامی جی مراد سمجھے ہیں۔

شعور کے کا جواب نمبر ۱۳، ۲۲ میں اور عرش کا جواب نمبر ۷۰ میں ملاحظہ ہو۔

خونریزی کیلئے نمبر ۱۲ دیکھو۔

(۱۴۰) ترجمہ: "اور دیکھے گا تو پہاڑوں کو گمان کرتا ہے تو ان کو ٹھے ہوئے اور وہ چلے جاتے ہیں مانند گزرنے والے بادلوں کے کاریگری اللہ کی جس نے محکم کیا ہر چیز کو تحقیق وہ خبردار ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو۔" (سورہ نمل: آیت ۸۸)

(۱۴۰) محقق: بادلوں کی مانند پہاڑوں کا چلنا مصنف قرآن کے ملک میں ہوتا ہوگا اور جگہ نہیں اور خدا کی خبرداری تو باغی شیطان کو نہ پکڑنے اور سزا نہ دینے سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ جس نے ایک باغی کو اب تک نہ پکڑا اور نہ سزا دی۔ اس سے زیادہ بے خبری کیا ہوگی۔

(۱۴۰) مدقق: ؎

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

سوامی جی! اگر موجودہ علم طبعی سے واقف ہو کر زمین کی حرکت کو مانے ہوتے تو اس آیت کو غنیمت سمجھ کر مسلمانوں کو اس کے منوانے پر زور دیتے۔ مگر یہ قسمت کہاں؟ سچ ہے ؎

یہ تو قسمت میں کہاں تھا کہ کروں آپ کمال
یہ کمالی میں بھی افسوس میں داخل نہ ہوا

سماجیو! سنو! آیت کا مطلب صاف ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے فنا کے وقت پہاڑوں حرکت کرتے ہوئے پھریں گے جیسے بادل بلکہ ان سے بھی تیز اور انسان جو اسی زمین پر ہونگے بوجہ سرعت حرکت زمین کے (جیسا کہ آجکل اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے

ہیں اُس وقت بھی پہاڑوں کو اپنی جگہ ٹکے ہوئے سمجھیں گے یہاں تک کہ کل دنیا کی چیزیں سرعتِ حرکت سے فنا ہو جائیں گی۔ ان معنی کی دلیل اگر قرآن سے سننی چاہو تو سنو!

يسئلونك عن الجبال فقل ينسفها ربي نسفا فيذرها قاعا صفصفا لا ترى فيها عوجا ولا امتا

ترجمہ "تجھ سے اے محمد منکرین قیامت پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں تو کہہ خدا ان کو ایسا اڑائے گا کہ زمین پر اونچ نیچ نہ دیکھو گے۔"

سوامی جی کا معقول ترجمہ ایک تو کس قدر بوجہ لفظی ہونے کے مطلب خیز بھی نہیں دوم سوامی جی نے اس کو سمجھا بھی نہیں۔

سنو! ہم تم کو ایک واضح ترجمہ سناتے ہیں

"تو سمجھتا ہے پہاڑوں کو جانتا ہے وہ جم رہے ہیں اور وہ چلیں گے جیسے بادل۔" (ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی)

تمہارے آگے پیچھے اور کل صاحب نہ دیکھ کر معنی کرنے والے جاہلوں کو علم کہاں۔ [illegible]

شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۱۱۔ اور ۲۲ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۲۱) ترجمہ:

"پس مکا مارا اس کو موسیٰ نے پس تمام کی زندگی اس کی۔ کہا اے رب میرے تحقیق میں نے ظلم کیا جان اپنی کو پس بخش مجھ کو۔ پس بخش دیا اس کو تحقیق وہ بخشنے والا مہربان ہے اور پروردگار تیرا پیدا کرتا ہے جو کچھ کہ چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔" (سورہ قصص: آیت ۱۴ تا ۱۶)

(۱۲۱) محقق:

مسلمانوں اور عیسائیوں کے پیغمبر اور خدا کی رحم دلی کا حال دیکھیے موسیٰ پیغمبر ایک انسان کا خون کرے اور خدا معاف کرے۔ کیا یہ دونوں ظالم ہیں یا نہیں؟ کیا خدا اپنی مرضی ہی سے جیسا چاہتا ہے ویسا پیدا کرتا ہے؟ کیا اس نے اپنی مرضی ہی سے ایک کو بادشاہ اور دوسرے کو غریب ایک کو عالم اور دوسرے کو جاہل پیدا کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو نہ قرآن سچا اور نہ ظالم ہونے کے باعث یہ خدا اچھا خدا ہو سکتا ہے۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۱۲۱) مدقق: آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والو ذرا غور سے سنو! اصل قصہ یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہونے سے پہلے جب مصر میں فرعون کی ماتحتی میں تھے۔ ایک روز دوپہر کے وقت شہر میں آئے تو دیکھا کہ دو آدمی (ایک فرعون کی قوم کا اور ایک حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کا) آپس میں لڑ رہے ہیں۔ فرعونی چونکہ اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی اور اپنی مدد کو بلایا۔ حضرت موسیٰ نے فرعونی کا صریح ظلم دیکھ کر ایک مکا رسید کیا تو اتفاقاً اسی مکہ سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ حضرت موسیٰ کا اس کو جان سے مارنے کا قصد نہ تھا بلکہ معمولی دھول دھپا جس کا وہ ہر طرح سے مستوجب تھا۔ مگر قضا سے اس کا اسی مکہ سے کام تمام ہو گیا۔ اس پر حضرت موسیٰ کو سخت رنج ہوا تو خدا نے ان کو معاف کر دیا گو حضرت موسیٰ کا یہ کوئی گناہ نہ تھا۔ کیونکہ مار دینے کا نہ تو قصد تھا اور نہ ہی کسی مہلک ہتھیار سے مارا تھا۔ تاہم انہوں نے اپنی علو شان کے مناسب اسے بھی گناہ سمجھا۔ جس کی نسبت معافی کی اطلاع خدا نے ان کو دی۔ کہئے اس پر کیا سوال ہے؟ کیوں معاف کیوں نہیں کہتے کہ توبہ ہے۔ ہمیں رنج ہے جو ہم بھی نمبر ۲۲ کا حوالہ آپ کو سنائیں۔

سماجیو! اگر آپ سوامی کے قول کی تائید میں ہو کر ہمیشہ کا سکھ بھی دکھ ہو جاتا ہے نمبر ۱۰۳۔ تو کوئی اور دکھ خدا سے مانگ لو۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔

بیشک خدا اپنی مشیت سے (مشیت اور رضا کا فرق نمبر ۳۰ میں ملاحظہ ہو) جسے چاہے امیر کرے اور جس کو چاہے غریب کرے۔ ظلم تو تب ہو کہ کسی کا اس پر حق ہو اور نہ دے۔ جب کوئی حق نہیں تو پھر جس حالت میں اپنی حکمت کے تقاضا سے رکھے۔ اسی میں اس کا عدل اور وہی اس کا رحم ہے۔ سوامی جی چونکہ ہمیشہ بغیر جنم (تناسخ) کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ جس کو ہم بوجہ اس کے کہ اسی کتاب میں کئی ایک جگہ اس کی مفصل بحث مل سکتی ہے ملاتے رہتے ہیں۔ مگر یہاں پر تو ہماری بھی رال ٹپکتی جاتی ہے کہ ہم بھی سوامی جی اور ان کے چیلوں سے اس کے متعلق ایک سوال پوچھیں۔

سماجیو! نمبر ۱۶ میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ دنیا کو خدا نے ایک خاص وقت سے پیدا کیا ہے۔ جس سے پہلے نہ تھی (مفصل بحث نمبر ۱۶ میں دیکھو) تو ابتدا میں خدا نے

سب لوگوں کو امیر اور حاکم ہی بنایا تھا یا نہیں اور سب کو آدمی بنایا تھا یا بعض کو حیوان بھی؟ اور اگر تمہارے اصول کی زیادہ پابندی کریں تو یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ سب کو مرد بنایا تھا یا عورتیں بھی؟ کیونکہ عورت مرد کی تفریق بھی اعمال کا نتیجہ ہے ذرا سوچ کر جواب دینا۔ جلدی نہ کرنا۔

(۱۳۲) ترجمہ: "اور حکم کیا ہم نے انسان کو ساتھ ماں باپ کے بھلائی کرنا اور جھگڑا کریں تجھ سے دونوں شریک لائے تو ساتھ میرے اس چیز کو کہ نہیں واسطے تیرے ساتھ اس کے علم۔ پس مت کہا مان ان دونوں کا طرف میری ۞ ہے اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو طرف قوم اس کی کے پس رہا بیچ اس کے ہزار برس مگر پچاس برس کم۔" (سورۃ العنکبوت: آیت ۷، ۱۳)

(۱۳۲) محقق: ماں باپ کی خدمت کرنا تو اچھا ہے۔ اگر خدا کے ساتھ شریک کرنے کیلئے وہ کہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ماں باپ دروغ گوئی وغیرہ کرنے کا حکم دیں تو کیا مان لینا چاہئے؟ اس لئے یہ بات نصف اچھی اور نصف بری ہے۔ اگر نوح وغیرہ پیغمبروں کو خدا ہی دنیا میں بھیجتا ہے تو اور روحوں کو کون بھیجتا ہے۔ اگر سب کو وہی بھیجتا ہے تو سب ہی پیغمبر کیوں نہیں؟ اور اگر پہلے آدمیوں کی عمر ہزار برس کی ہوتی تھی تو اب کیوں نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ بات صحیح نہیں۔

(۱۳۲) مدقق: سوامی جی کا یہ فرمان سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ دروغ گوئی میں ماں باپ کا حکم نہیں ماننا چاہئے۔

پس سوامی جی سنئے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ شرک بھی اس لئے منع کیا ہے کہ جھوٹ ہے اسی سے ایک باریک اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، ایک حدیث کا مضمون ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام خالق نے منع کیا ہو اس میں مخلوق کی اطاعت ہرگز روا نہیں۔ اگر قرآن شریف سے ثبوت چاہو تو سنو!

۞ [illegible]

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ

ترجمہ "کوئی قوم ایماندار خدا کے حکموں سے مخالفت کرنے والوں کے ساتھ محبت نہیں رکھتی گو وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی بند بھی ہیں۔"

بھیجنے کے معنی آپ نے غلط سمجھے ہیں۔ یہاں بھیجنے کے معنی الہام کرنے کے ہیں۔ بے شک پیغمبروں کے سوا اور روحوں کو خدا نے نہیں بھیجا یعنی الہام نہیں کیا۔

عمر کی بابت تو آپ بھی کوئی قاعدہ مقرر نہیں۔ جب تک آپ کوئی حد مقرر نہ کریں۔ ہم جواب نہیں دیں گے۔ ہاں پرمیشور کی آگیا بھی یہی ہے جو بندوں کو ہدایت کرتا ہے۔

کہ

"اے مجید پرمیشور آپ کی حمایت سے ہماری آنکھوں اور پران کی عمر یعنی تین سو برس کی عمر ہو جس پر آپ سوامی جی نے وید کے مطابق ایجاد کیا ہے۔ اس منتر سے ایک اور [illegible] حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر برہمچریہ وغیرہ عمدہ اصولوں کی پابندی کی جائے تو انسان کی عمر سو برس سے [illegible] تک بڑھ سکتی ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۹)

پس حضرت نوح علیہ السلام نے اس آپ کی تحقیق کو عمل کر کے ہزار سال عمر پائی ہو تو آپ کا اس پر سوال کیا ہے۔ برہمچریہ کا طریق تو ان کو آخر معلوم ہوگا۔ بلکہ وید کے بتلائے ہوئے طریق سے اچھا۔ پنڈت جی کے چیلو! بتلاؤ شیشوں کا مکان بنا کر پتھر برسانے والے کون ہیں؟

(۱۲۳) ترجمہ: "اللہ پہلی بار کرتا ہے پیدائش پھر دوبارہ کرے گا اس کو پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے اور جس دن برپا ہوگی قیامت ناامید ہوں گے گنہگار۔ پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس وہ بیچ باغ کے بناؤ کروائے جائیں گے اور اگر بھیج دیں ہم ایک باؤ پس دیکھیں اس کو کھیتی زرد ہوئی۔ اس طرح مہر رکھتا ہے اللہ اوپر دلوں ان کے کہ نہیں جانتے۔" (سورہ روم۔ آیت ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۵۰، ۵۸)

(۱۲۳) محقق: اگر اللہ دوبارہ پیدائش کرتا ہے اور تیسری بار نہیں کرتا تو پیدائش کے پہلے اور دوسری بار پیدائش کے بعد بیکار بیٹھا رہتا ہوگا اور ایک دوبار پیدائش کرنے کے بعد اس کی قدرت یعنی طاقت بھی اور زائل ہو جاتی ہوگی اور اگر روز عدل گنہگار لوگ ناامید ہوں گے تو اچھی بات ہے۔ مگر اس کا مطلب کہیں یہ تو نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کے سوا سب گنہگار سمجھ کر ناامید کئے جائیں گے؟ کیونکہ قرآن میں کئی مقاموں پر گنہگاروں سے مراد غیر مذہب والوں سے لی گئی ہے۔ اگر باغ میں رکھنا اور سنگار کرنا بھی مسلمانوں کی بہشت ہے تو اس دنیا کی مانند ہی ہے اور کیا وہاں باغبان اور زرگر بھی ہوں گے یا خدا ہی باغبان اور زرگر وغیرہ کا کام کرتا ہے۔ اگر کسی کو کم زیور ملتا ہوگا تو چوری بھی ہوتی ہوگی۔ اور وہ بہشت میں سے نکال کر چوری کرنے والوں کو دوزخ میں بھی ڈالتا ہوگا۔ اگر ایسا ہوگا تو یہ بات کہ ہمیشہ بہشت میں رہیں گے جھوٹ ہو جائے گی اگر کسانوں کی کھیتی پر بھی خدا کی نظر ہے تو علم زراعت کھیتی کرنے کے تجربہ بغیر کیسے آگیا اور اگر فرض کیا جائے کہ خدا نے اپنے علم سے سب باتیں جان لی ہیں تو ایسا ڈر دکھانے سے وہ اپنا غرور ظاہر کرتا ہے۔ اگر اللہ نے روحوں کے دلوں پر مہر لگا کر گناہ کرایا ہے۔ تو اس گناہ کا جواب دہ وہی ہوگا۔ روحیں نہیں ہو سکتی جس طرح کہ فتح و شکست کا ذمہ دار سپہ سالار ہوتا ہے۔ دنیا ہی سب گناہ خدا کو حاصل ہو گئے۔

(۱۲۳) مدقق: اس بھولے پن پر قربان! سچ ہے لولا الحمقاء لبطلت الدنیا ① اس نمبر کی کل باتوں کا جواب سابقہ نمبروں میں آچکا ہے۔ سوامی جی کو تو پانی بلونے کی عادت ہے خدا کی بیکاری و بیکاری کی بحث نمبر ۱۶ میں دیکھو۔ بیشک مجرم وہی ہیں جو خدا کے ساتھ شریک کریں اور جو اس کے حکموں کی جو اس نے اپنے سچے نبیوں کے ذریعے بندوں کیلئے بھیجے ہیں تکذیب کریں۔ اس کا ذکر بھی کئی دفعہ آچکا ہے۔

① اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا برباد ہو جاتی۔ عربی مقولہ۔

سوامی جی! کہیں ویدوں کا منکر ملحد تو نہیں؟ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۳ دیکھ کر جواب دیں۔ بہشت کا جواب نمبر۹' ۳۶ اور ۶۱ وغیرہ میں آچکا ہے۔ سب کچھ خدا کی مہربانی سے ہوگا۔ مگر یہ بھی سن رکھیے۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

ترجمہ "کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں۔"

نہ کوئی کسی کا زیور چرائے گا نہ کسی کو برا بھلا کہے گا بلکہ سب کے سب پریم اور محبت سے رہیں گے سنو!

اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ

ترجمہ "بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہونگے۔"

سوامی جی! پرمیشور نے سرشٹی (دنیا) کے پرمانوں (اجزاء) کو جمع کرکے موجودہ صورت میں اتپن (پیدا) کیا تو اتنا بڑا کام بے تجربہ کیسے کیا ہوگا؟ آپ کے اس سوال کا جواب قرآن نے ان لفظوں میں دیا ہے۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

ترجمہ "کافر خدا کی شان کے مناسب اس کی قدر نہیں کرتے۔"

ہائے اسکی سمجھ پر پتھر جو اتنا بھی نہیں جانتا

پرمیشور کے ہاتھ نہیں۔ لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو رکھتا ہے پاؤں نہیں۔ لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سرعت ہے۔ آنکھ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں۔ پھر بھی سب کی باتیں سنتا ہے۔ (ستیارتھ صفحہ ۲۲۳ باب ۷ نمبر ۳۶)

مرگانے کا جواب نمبر۶ و نمبر ۱۵ میں آچکا ہے۔

(۱۲۴) **ترجمہ:** "یہ آیتیں ہیں کتاب حکمت والی کی۔ پیدا کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو تم ان کو اور ڈالے بیچ زمین کے پہاڑ ایسا نہ ہو کہ ہل جائے کیا نہ دیکھا تو نے یہ کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے۔ کیا نہ دیکھا تو نے یہ کہ کشتیاں چلتی ہیں

بیچ دریا کے ساتھ نعمتوں اللہ کے تاکہ دکھلائے تم کو نشانیوں اپنی سے۔" (سورہ لقمان آیت ۱، ۹، ۲۸، ۳۰)

(۱۲۳) محقق: واہ صاحب واہ! حکمت والی کتاب خوب ہے کہ جس میں بالکل علم سے خلاف آکاش کی پیدائش اور اس میں ستون لگانے اور زمین کو قائم رکھنے کے واسطے پہاڑ رکھنے کا ذکر ہے۔ تھوڑے علم والا بھی ایسی تحریر ہرگز نہیں کرسکتا اور نہ ایسی باتیں مان سکتا ہے اور حکمت کی بات دیکھئے کہ جہاں دن ہے وہاں رات نہیں جہاں رات ہے وہاں دن نہیں اور اسکو ایک دوسرے میں داخل کرنا لکھا ہے۔ یہ تو سخت جہالت کی بات ہے۔ اس لئے یہ قرآن علم کی کتاب نہیں ہو سکتی کیا یہ خلاف از علم بات نہیں ہے؟ کشتی کو آدمی کلوں اور اوزاروں سے چلاتے ہیں یا خدا کی مہربانی سے۔ اگر لوہے یا پتھر کی کشتی بنا کر سمندر میں چلائی جائے تو خدا کا نشان ڈوب نہ جائے گا۔ یہ کتاب نہ کسی عالم اور نہ خدا کی بنائی ہو سکتی ہے۔

(۱۲۳) مدقق: ماراج! دھن ماراج! سچ ہے:

"ہٹ دھرمی کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱)

آسمان کی پیدائش وغیرہ کا ذکر نمبرے ۸۸ اور ۱۲۹ میں اور زمین کی حرکت کا ذکر نمبر ۱۰۱ میں ہے۔

ناظرین! سوامی جی کی دیانتداری کو دیکھئے انکی چالاکی کہ قرآن میں تو "بغیر ستونوں" کے ہو۔ چنانچہ ہم نے سوامی جی کے منقولہ ترجمہ پر خط دیدیا ہے اور سوامی جی اس پر جھوٹ کا ستون لگاتے ہیں۔ پھر اس برتے پر سادھو اور ریوی؟ اور ضیاء اور سوامی جی مہاراج اور کیا نہیں کیا۔ سچ ہے۔

کھلا کیوں تم سے ریاضت بھی آپ نے یہ میرے
خدانا خواستہ گر مشکلیں ہوتے تو کیا کرتے

دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کرنے کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دن کی روشنی نہیں رہتی اور رات آجاتی ہے۔ اسی طرح رات کا وقت پورا ہو جاتا ہے۔ تو دن کی روشنی ہو جاتی ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ کبھی دن چھوٹا اور کبھی رات چھوٹی۔

ہاں شمشی کا سوال خوب کیا۔ سماجیو! پرمیشور کا پرمان سنو!

"جس ملک میں ہم (وید) دھرم کی ترقی اور اشاعت ہوتی ہے وہ میرا (پرمیشور کا) مقام ماحوف (یعنی) ... ہے ... اس راج میں فوج کے گھوڑوں اور بیلوں کی قوت عطا کرتا ہوں۔" (یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۱۰)

بتلاؤ! اس وقت تمام دنیا میں ویدک مت اور دھرم کا تنزل کیسا ہے۔ ایسا کہ بقول سوامی جی ویدوں کی توحید کو بت پرستوں نے ملیامیٹ کر دیا اور کر رہے ہیں۔ اب تو پرمیشور بے گھر انہیں کا کہیں مارا مارا پھرتا ہو گا۔ کیوں نہ ہو (چیرز)

واہ جی واہ! گھوڑے بیلوں کے مالک بیچارے تو دانہ پانی اور گھاس قیمت سے لیکر کھلائیں۔ جس سے وہ قوت پائیں اور پرمیشر کہیں میں قوت دیتا ہوں کیا یہی وہ دانا عالم کی بات ہے؟ (ول چیرز)

سماجیو! انصاف سے کہنا۔ ایسا سوال کرنا کسی آستک (خدا کے قائل) کا کام ہے یا ناستک (دہریہ) کا؟ سچ کہتے ہوئے کسی کی رعایت نہ کرنا ورنہ تمہارا یہ تھا اصول منسوخ ہو جائے گا۔

(۱۳۵) ترجمہ: "تدبیر کرتا ہے کام کی آسمان سے طرف زمین کے پھر چڑھ جاتا ہے طرف اس کے بیچ ایک دن کے کہ تھی مقدار اس کی ہزار برس ان برسوں سے کہ گنتے ہو تم۔ یہ جاننے والا غائب کا اور حاضر کا غالب مہربان۔ پھر تندرست کیا اس کو اور پھونکا بیچ اس کے روح اپنی سے۔ کہہ قبض کریگا تم کو فرشتہ موت کا وہ جو مقرر کیا گیا ہے ساتھ تمہارے اور اگر چاہتے ہم البتہ دیتے ہم ہر ایک روح کو ہدایت اس کی۔ لیکن ثابت ہوئی بات میری طرف سے یہ کہ البتہ بھروں گا میں دوزخ کو جنوں اور آدمیوں سے اکٹھے۔" (سورہ سجدہ آیت ۴، ۵، ۸، ۱۰، ۱۳)

(۱۲۵) محقق: اب تو ٹھیک ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کا خدا شخص انسان کے محدود المکان ہے۔ کیونکہ اگر محیط کل ہوتا تو ایک جگہ سے انتظام کرتا اور اترتا چڑھتا۔ یہ باتیں نہ ہوتیں۔ اگر خدا فرشتے کو بھیجتا ہے تو خود بھی محدود المکان ہوا۔ کیا آپ آسمان پر ٹنگا بیٹھا ہے اور فرشتوں کو دوڑاتا رہتا ہے۔ اگر فرشتے رشوت لے کر کوئی معاملہ بگاڑ دیں یا کسی مردہ کو چھوڑ جائیں تو خدا کو کیا معلوم ہو سکتا ہے؟ معلوم تو اس کو ہو جو ہمہ دان اور محیط کل ہو۔ سو وہ تو ہے ہی نہیں۔ اگر ہوتا تو فرشتے کے بھیجنے اور کئی لوگوں کے مختلف طور پر آزمائش لینے کا کیا کام تھا۔ پھر ایک ہزار برس کا عرصہ لگتا اور آنے جانے کا انتظام کرنا۔ یہ باتیں اتفاقی ہیں کہ وہ قادر مطلق نہیں ہے۔ اگر موت کا فرشتہ ہے تو اس کا مارنے والا کونسا بلا کو ہے؟ اگر وہ ہمیشہ سے ہے تو حیات ابدی میں خدا کے برابر شریک ہو گیا۔ ایک فرشتہ ایک ہی وقت میں دوزخ بھرنے کے لئے روحوں کو ہدایت نہیں کر سکتا اور اگر ان کو بلا گناہ کئے اپنی مرضی سے دوزخ بھر کے ان کو تکلیف دے کر تماشا دیکھتا ہے تو خدا انیائکاری اور بے رحم ہوگا۔ ایسی باتیں جس کتاب میں ہوں نہ وہ عالم اور نہ خدا کی بنائی ہو سکتی ہے اور جو رحم اور انصاف نہیں رکھتا وہ ہرگز خدا ہو نہیں سکتا۔

(۱۲۵) مدقق: تدبیر خداوندی کے معنی نمبر ۸۸ میں گزر چکے ہیں۔ کسی چیز کا خدا کی طرف چڑھنا اس کے قبول ہونے سے مراد ہے سنو!

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ

ترجمہ: "خدا کی طرف نیک باتیں چڑھتی ہیں۔" (یعنی وہ قبول کرتا ہے)

فرشتوں کو آپ نہیں جانتے نہ دیکھ سکتے ہیں۔ جس دن دیکھ لئے پھر آپ کی خیر نہیں۔

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ

ترجمہ: "منکر لوگ جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے۔ اس دن ان کی خیر نہ ہوگی۔ (یعنی عذاب میں پھنسیں گے)۔"

وہ اہل نفس نہیں کہ کسی سے رشوت لیں۔ آپ خاطر جمع رکھیں۔ ان کی تعریف یہ ہے:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ

ترجمہ "فرشتے خدا کی بے فرمانی کسی طرح نہیں کرتے۔"

اگر فرشتے رشوت لیکر کسی مجرم پر بے وجہ رحم کر بھی جائیں تو خدائے عالم الغیب سے دونوں (وہ مجرم اور فرشتہ) نہیں چھوٹ سکتے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ خدا کو کیا معلوم ہو سکتا ہے معلوم تو اسے ہو جو ہمہ دان ہو۔

ناظرین! سوامی جی کا "سادھو پنا" دیکھئے کہ "دروغ گو بہ روئے تو" سے بھی نہیں ڈرتے۔ ہم نے انہیں کے منقولہ ترجمہ پر خط کھینچ کر دکھا دیا ہے کہ خدا کو سب کچھ معلوم ہے اور مقامات تو جانے دو۔ ذرا نظر اٹھا کر اسی نمبر کا منقولہ ترجمہ زیر خط ملاحظہ کریں جس طرح خدا نے ظاہری سامان بارش روئیدگی وغیرہ کے اسباب بنا رکھے ہیں۔ اسی طرح باطنی امور بندوں کی ہدایت وغیرہ کے متعلق بھی ذرائع مقرر کر رکھے ہیں سوامی جی! تعصب اور ضد میں آئے ہوئے نظام عالم پر بھی غور نہیں کرتے ہزار سال کے دن کے معنی سوامی جی زندہ ہوتے تو ان سے کڑاہ پرشاد لئے بغیر ہم نہ بتلاتے۔ مگر کیا کریں سماجی دوستوں کی خاطر ہے۔ سنو!

ہزار سال اور پچاس ہزار سال سے کوئی خاص دن یا زمانہ مراد نہیں۔ کیونکہ قیامت کے دن کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ ابدا کا لفظ قرآن میں موجود ہے۔ نہ ان جگہوں میں جہاں پر یہ لفظ وارد ہیں قیامت کا کوئی ذکر ہے۔ بلکہ ان مقامات میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔ پس آیت کے معنی صاف ہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ عالم دنیا میں جو تدابیر اور احکام نافذ کرتا ہے ان کی تعمیل اور تکمیل ایک دن میں اتنی ہوتی ہے جتنی کسی زبردست سے زبردست بادشاہ کے حکموں اور تدبیروں کی ہزار سال میں۔ ہزار سال بھی تمثیلاً ہے۔ اسی لئے دوسرے مقام میں پچاس ہزار سال فرمائے ہیں (دیکھو نمبر ۱۳۶) قرآن کی دوسری آیت خود ان معنی کی شہادت دیتی ہے سنو!

اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

ترجمہ "تمہارے پروردگار کا ایک دن تمہارے حساب سے ہزار سال کے برابر ہے۔"

یعنی اس کے ایک دن کے کام اتنے ہیں کہ تم سب مخلوق مل کر ہزار سال بلکہ پچاس ہزار سال تک بھی کرنا چاہو تو نہ ہو سکیں۔ پس اس آیت کے معنی اور آیت کے معنی ایک ہی ہیں۔ (دیکھو نمبر ۴)

مگر آگے پیچھے محل و موقع مناسب نہ دیکھنے والے جاہلوں کو علم کہاں؟ (بھومکا صفحہ ۵۲)

اعتبار نہ ہو تو منوجی کا فرمان سنو!

"دنیا کے موجود یا قدیم رہنے کا نام خدا کا دن ہے۔ پرلے (فنا) کی اصطلاح خدا کی رات ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۲)

پس خدائی دنوں کو بھی اسی طرح قیاس کر لو۔

سوامی جی! مادہ اور روح تو قدیم ہو کر خدا کے شریک نہ ہوں اور فرشتہ خدا کی مخلوق ہو کر گو مدت دراز تک زندہ رہیں۔ وہ کیونکر خدا کا شریک ہو جائے؟

(کہو جی کون دھرم ہے؟)

۔ خدا کسی کو بلا جرم دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ سنو! اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا

ترجمہ "خدائے تعالیٰ ایک ذرہ بھر بھی لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔"

(۱۳۶) ترجمہ: "کہہ ہرگز نہ فائدہ دے گا تم کو بھاگنا۔ اگر بھاگو گے تم موت سے یا قتل سے۔ اے بیبیو نبی کی جو کوئی آئے تم میں سے ساتھ بے حیائی ظاہر کے۔" (سورہ احزاب آیت ۱۶-۳۰)

(۱۳۶) محقق: یہ محمد صاحب نے اس واسطے لکھایا کہا ہو گا کہ جنگ میں کوئی نہ بھاگے اپنی فتح ہو اور مرنے سے بھی نہ ڈریں۔ عیش و عشرت کے سامان بڑھیں مذہب کی اشاعت ہو۔ اور اگر بی بی بے حیائی سے نہ آئے تو کیا پیغمبر صاحب بے حیا ہو کر آئیں بیبیوں پر عذاب ہو اور پیغمبر صاحب پر عذاب نہ ہو۔ یہ کس گھر کا انصاف ہے؟

Www.only1or3.com
Www.onlyoneorthree.com

(۱۳۶) مدقق : حصہ اول کا جواب نمبر ۲۰ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ جہاں جہاد کی تحقیق ہو چکی ہے جہاد سے نہ بھاگنے کی تعلیم منو جی کے الفاظ میں سنئے :-

"کھتری (مجاہد) میدان چھوڑ دیں تو کھتری نہیں۔" (منو ۷ کا ۹۸)

سوامی جی! آپ کو گرو نے یہی تعلیم دی تھی کہ جس بات کو نہ سمجھو اس پر اعتراض کر دینا؟

"کیسا پاپی اور بے حیا ہے وہ شخص جو ضد اور نفسانیت سے سوال کرے۔" (ستیارتھ صفحہ ۳۵۰)

پیغمبر کی بیویوں کو اس لئے سمجھایا گیا ہے کہ انہیں گھمنڈ نہ ہو کہ ہم جو چاہیں کریں ہمیں کوئی مواخذہ نہیں۔ جیسا عموماً شہزادیوں کو ہوا کرتا ہے۔ اس میں پیغمبر کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں اور کئی ایک مقامات میں پیغمبر صاحب کو بھی گناہ ہونے پر ایسا ہی دھمکایا گیا ہے۔ سنو!

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

ترجمہ "اگر تو بھی شرک کرے گا تو تیرے نیک عمل سب ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہوگا" آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟

(۱۲۷) ترجمہ : "اور اٹکی رہو بیچ گھروں اپنے کے اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی سوائے اس کے نہیں۔ پس جب ادا کر لی زید نے اس سے حاجت بیاہ دیا ہم نے تجھ سے اس کو تاکہ نہ ہو۔ اوپر ایمان والوں کے تنگی بیچ بیبیوں لے پالکوں اپنے کے جب ادا کر لیں اس سے حاجت اور ہے حکم خدا کا کیا گیا۔ نہیں ہے اوپر نبی کے کچھ تنگی بیچ اس چیز کے۔ نہیں ہے محمد صاحب باپ کسی مرد کا اور حلال کی عورت ایمان والی جو بخش دیں بغیر مہر کے جان اپنی واسطے نبی کے۔ ڈھیل دیں تو جس کو چاہے اس میں سے اور جگہ دیں طرف اپنی جس کو چاہے۔ پس نہیں گناہ اوپر تیرے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت داخل ہو بیچ گھروں پیغمبر کے۔" (سورہ احزاب: آیت ۳۲، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۵۰، ۵۱، ۵۳)

● بابو جی محترم قرآن ہاتھ میں لے کر اس لفظ کو دیکھو اور اپنے سوامی کی لیاقت اور محنت کی داد دو گے تو کھل جائے گا کہ سوامی جی زبان عربی اور اردو محاورے میں کیسے ماہر ہیں۔

(۱۲۷) محقق: یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ عورت گھر میں مثل قیدی کے رہے اور آدمی کھلے رہیں۔ کیا عورتوں کا دل صاف ہوا۔ صاف جگہ میں سیر کرنا اور دنیا کی بیشمار اشیاء دیکھنا نہیں چاہتا ہوگا؟ اسی واسطے مسلمانوں کے لڑکے خاص طور پر آوارہ گرد اور اشیاء کے شوقین ہوتے ہیں۔ کیا اللہ اور رسول کے احکام ایک دوسرے کے موافق ہیں یا مخالف؟ اگر موافق ہیں تو یہ کہنا کہ دونوں کا حکم ماننا فضول ہے۔ اگر مخالف ہیں تو ایک کا حکم صحیح اور دوسرے کا غلط ہوگا۔ ان دونوں میں سے ایک خدا اور دوسرا شیطان ہو جائے گا اور ایک کا شریک دوسرا بن جائے گا۔ واہ قرآن کے خدا اور پیغمبر آپ نے ایسے قرآن کو جس کی رو سے دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنی مطلب برآری کی جائے بنایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔ اگر نہ ہوتے تو لے پالک بیٹے کی جورو کو اپنی جورو کیوں بناتے اور طرفہ یہ کہ ایسی باتوں کے کرنے والے کا خدا بھی طرفدار بن گیا اور بے انصافی کو بھی انصاف قرار دیا۔ انسانوں میں وحشی سے وحشی انسان بھی بیٹے کی جورو کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ کیا سخت غضب ہے کہ نبی کو شہوت رانی میں کچھ بھی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اگر نبی کسی کا باپ نہ تھا تو زید لے پالک بیٹا کس کا تھا؟ جب بیٹے کی جورو کو بھی گھر میں ڈالنے سے پیغمبر صاحب نہ رک سکے تو اوروں سے کیونکر بچے ہونگے۔ ایسی چالاکی بھی بری بات کرنے والے کی بدنامی ہونے سے رک نہیں سکتی۔ کیا اگر غیر عورت بھی نبی سے خوش ہو کر بیاہ کرنا چاہے تو بھی حلال ہوگی؟ اور یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کہ نبی جس عورت کو چاہے چھوڑ دے اور محمد صاحب کی عورتیں پیغمبر صاحب کے قصوروار ہونے پر بھی اس کو کبھی نہ چھوڑ سکیں۔ اگر پیغمبر کے گھر میں کوئی دوسرا زناکاری کی نیت سے داخل نہ ہو تو ویسے ہی پیغمبر صاحب کو بھی کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا چاہئے۔ کیا نبی جس کسی کے گھر میں چاہے بے خوف داخل ہو سکے اور پھر معزز بھی بنا رہے؟ بھلا کون عقل کا اندھا ہوگا کہ جو اس قرآن کو خدا کا بنایا ہوا اور محمد صاحب کو پیغمبر اور قرآن کے بتلائے ہوئے خدا کو سچا خدا مان سکے۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ ایسے غیر مدلل خلاف دھرم مذہب کو اہل عرب نے قبول کر لیا۔

[illegible]

(۱۲۷) مدقق : عورتوں کو گھروں میں قید رکھنے کا کوئی حکم شریعت اسلام میں نہیں۔ حکم صرف یہ ہے کہ غیر محرموں سے جن سے نکاح درست ہے۔ اپنے آپ کو چھپائیں کہ وہ دیکھ کر فریفتہ نہ ہوں۔ یا کم سے کم انھیں برا خیال پیدا نہ ہو تاکہ زناکاری حتی المقدور بند رہے گو یہ مطلب کسی تائید کا محتاج نہیں تاہم اپنے سماجی دوستوں کی خاطر سوامی جی کے قول سے اس کی تائید دکھاتے ہیں۔ تاکہ سماجیوں کو پنڈت جی کی کمالیت کا اعتراف ہو کہ جس بات کو خود ہی بڑے مبالغہ سے بیان کرتے ہیں۔ اگر وہی حکم اسلام میں دیکھیں تو بیساختہ اعتراض سوجھ جاتا ہے۔ پس سنو! پنڈت جی کا فرمان ہے:-

"لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسہ میں مرد ہوں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ پاٹ شالا میں پانچ برس کی لڑکی بھی نہ جانے پائے۔" (ستیارتھ صفحہ ۴۴ سملاس ۳ نمبر ۲)

اور سنئے!

"عورت مردوں کا مدرسوں میں میل جول ہونے سے زناکاری 'گوا ہی بھیجے' اور بیماریاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۰)

کوئی پنڈت جی سے پوچھے اتنا پرہیز کیوں ہے کہ پانچ پانچ برس کی لڑکی اور لڑکے بھی آپس میں نہ ملیں۔ اس عمر میں ان کو ہوش ہی کیا ہوگا؟ تو شاید (شاید کیا یقیناً) پنڈت جی یہی کہیں گے کہ مرد و عورت کی مثال سیڈ ❶ لیٹز پوڈری کی ہوتی ہے جو الگ الگ تو کچھ نہیں مل کر جوش پیدا کرتی ہے سچ ہے۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آہی جاتی ہے

اور سنئے! سوامی جی اور منو جی کیا فرماتے ہیں؟

---

❶ ایک دوا کا نام ہے جس کی دو پڑیاں ہوتی ہیں۔ الگ الگ پڑی گھول کر جب ان کو ملاتے ہیں تو ایک ابال اور ابال سا آتا ہے۔ (اکثر خفیف سے جلاب میں دیا کرتے ہیں۔ ہمارے نئے تعلیم یافتہ دوست کے ذائقے بھی پیا کریں۔

"ساری اندریوں کو بچاوے بس میں رکھنا۔ اندریوں کو بے قاعدہ سے قابو کرنا چاہیے اندریوں کی کشش باہمی تعلق سے ہوتی ہے۔ چنانچہ منوجی نے فرمایا ہے: اندریاں اس قدر زبردست ہیں کہ ماں، ساس اور لڑکی وغیرہ کے ساتھ بھی ہوشیاری سے رہنا چاہیے دوسروں کو تو کیا کہنا۔" (ایڈیشن تجری صفحہ ۱۷۰)

سوامی جی نے اس آیت پر غور نہیں کیا

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

ترجمہ "بے دینی کے طریق سے باہر نہ نکلا کرو۔ جیسے پہلے کفر کی حالت میں نکلا کرتی تھیں۔"

سوامی جی اگر آج زندہ ہوتے تو ہم انہیں ان عورتوں کا حال دکھاتے جو زیور اور لباس سے آراستہ و پیراستہ ہو کر بازاروں میں پھرتی ہیں اور جو اس وقت جوان سے لے کر بوڑھے بازاری دکانداروں پر بموجب فرمان منوجی حالت گزرتی ہے۔ ان کی زبانی داستان سنواتے۔ سوامی اگر چاہیں تو ہم ان نیم مقتولوں کی طرف سے (نقل کفر کفر نباشد) مختصر سے لفظوں میں ادائے مضمون کر دیتے ہیں۔ ناظرین معاف رکھیں۔

سنو! کوئی اس وقت آہ و بکا کرتا ہوا کہتا ہے۔

"ہائے یہ زلف سیاہ ڈس گئی ناگن بن کے"

کوئی چلاتا ہوا کہتا ہے ؎

دیکھو اس چشم یار کی شوخی — جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

کوئی اپنے درد کی کہانی یوں شروع کرتا ہے۔

ما را بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت — خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

کسی کو یہی سوجھتی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے — ان ہی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اگر ان سے کہیں بھائیو! اپنی نگاہیں نیچی رکھو تو اس کا وہ معقول جواب دیتے ہیں سنو! وہ کہتے ہیں ؎

کون رکھتا ہے بھلا ایسا جگر دیکھیں تو — یار ہو سامنے دیکھے نہ اُدھر دیکھیں تو

اور اگر ان کو زیادہ ہی دق کرتے ہیں تو وہ اور بھی بگڑ جاتے ہیں اور منہ پھٹ ہو

کر کھنے لگ جاتے ہیں۔ ؎

مل بے خود بنی زاہد! کہ تیرے دیکھنے کو　　منع کرتا ہے تو یہ اور تماشا دیکھو

غرض بیٹھے منہ اتنی باتیں۔ حق تو یہ ہے کہ ایسی باتوں کے اظہار میں بازاری آدمی کسی قدر معذور بھی ہیں کیونکہ۔ ؎

دیدار بے نمائی و پرہیز مے کنی　　بازار خویش و آتش ما تیز میکنی

سبحان اللہ! انہی خرابیوں کے مٹانے کو بانی فطرت نے جو انسان کی فطرت سے پورا پورا واقف ہے۔ انسانی فطرت کا لحاظ رکھ کر ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ

ترجمہ "عورتیں اپنی زیب و زینت چہرہ کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اتنے کے جو کسی طرح چھپ نہیں سکتی (جیسے برقعہ) اور بازار میں چلتے وقت کپڑوں سے اوپر ایک بھاری چادر لیا کریں۔"

خدا اور رسول کے حکم کے ماننے کے یہ معنی ہیں کہ جو حکم خدا بذریعہ الہام رسول پر بھیجے اور رسول ہم کو بتلا دے یا کسی مجمل کی تفصیل کر کے سنا دے یا عمل کر کے دکھا دے جیسے نماز وغیرہ تو اس کا ماننا فرض ہے اور اگر کوئی حکم دنیاوی باتوں کے متعلق ہے تو اس کے ماننے نہ ماننے کا ہمیں اختیار حاصل ہے۔ جیسے اور مشوروں کا حضور نے خود فرمایا ہے۔ انتم اعلم بامور دنیاکم [1] اگر یہ شبہ ہو کہ پیغمبر اپنے پاس سے کوئی ایسی بات کہہ دے جو خدا کی تعلیم کے خلاف ہو تو آپ بھی سنئے اور اس کا جواب سوچئے کہ جن رشیوں منیوں پر وید الہام ہوئے تھے۔ جب وہ خود ان کو نہ سمجھے تھے۔ چنانچہ آپ خود قائل ہیں۔

"اگنی وایو وغیرہ رشیوں نے مراقبے کئے تو پرمیشور نے ان کو ویدوں کا مطلب بتلایا۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۹ سمّلاس ۷ نمبر ۶۷)

---

[1] دنیا کے کام تم خوب جانتے ہو۔

اگر یہ رشی ویدوں کے مضمون میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیتے تو آپ کیا کرتے اس کو بھی مانتے یا نہ اور آپ کو اس ملائے ہوئے کی تمیز کیونکر ہوتی؟ سنو! قرآن تو اس سوال کا جواب آپ دیتا ہے:

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ

ترجمہ: "اگر رسول ہمارے (خدا کے) ذمہ کوئی بات لگائے۔ جس کا ہم نے اسے حکم نہ دیا ہو تو فوراً ہم اس کو مار ڈالیں۔"

آپ بھی کوئی وید منتر اس مضمون کا سنائیے۔ پیغمبر کے شریک بنے کا جواب نمبر ۲۱ ۵۳ اور ۵۵ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

زید کا قصہ جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ایسا نہیں کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ عیسائیوں نے تو اس کے متعلق بہت سے ورق سیاہ کیے ہیں۔ اس لئے ہم بھی اس کا بیان کرتے ہوئے دونوں قوموں (عیسائیوں اور آریوں) کو جو در حقیقت اس فن میں استاد و شاگرد ہیں مد نظر رکھیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ زینب ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ میں رشتہ دار تھی۔ شریف النسب، صاحب جمال "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح زید بن حارثہ سے کرا دیا تھا۔ جو کسی زمانہ میں غلام تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے خرید کر اسے آزاد کیا تھا اور اپنے پاس ہی مثل بیٹوں کے رکھا۔ یہاں تک کہ لوگ اس کو زید بن محمد بھی کہتے تھے۔ یعنی زید محمد کا لے پالک بیٹا ہے۔ صاحب خصائل پسندیدہ تھا۔ مگر خوبرو نہ تھا۔ اسی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے جس کو بیوی خاوند ہی جانتے ہیں اور دوسرے کو اس پر پوری اطلاع نہیں ہو سکتی وہ تو (میاں بیوی) میں کھٹا پٹی رہا کرتی تھی۔ آخر نوبت بانیجا رسید کہ زید اس کو چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ چونکہ پیغمبر خدا نے خود یہ رشتہ زور دیکر کرایا تھا اور مشہور بھی تھا کہ زید حضرت کا لے پالک بیٹا ہے۔ اس لئے آپ نے اسے بہت سمجھایا کہ تو زینب کو نہ چھوڑ نہیں۔ اس معاملہ میں خدا سے ڈر کسی شریف عورت کو معمولی سی خفگی پر طلاق دیکر رسوا کرنا اچھا نہیں۔ آخر جب وہ چھوڑنے پر ہی مصمم

ہوا۔ تو آپ نے زینب کے اس زخم کا علاج بجز اس کے نہ سوچا کہ اسے حرم محترم بنایا جائے۔ کیونکہ اس وقت کسی مسلمان عورت کی عزت اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ پیغمبر کی بیوی ہو۔ مگر ملک کی رسم تھی کہ لے پالک کی بیوی مثل صلبی (سگے) بیٹوں کے سمجھی جاتی تھی۔ لیکن شریعت اسلام میں یہ حکم اس طرح نہیں تھا۔ اسلام میں صلبی بیٹوں کی بیوی حرام تھی۔ لے پالک کی نہیں۔ بلکہ لے پالک وارث بھی نہیں ہے۔ کیونکہ نطفہ کا تعلق اس میں نہیں۔ اس لئے پیغمبر صاحب دو تین طرح کی کشمکش میں آ گئے۔ زینب کی خاطرداری اور دلجوئی کا تقاضا۔ ملک کی رسم کا خیال۔ اس ناجائز رسم کو بحال رکھنے میں خدا کا خوف۔ اس لئے آپ نے جہاں ملک کی اور رسموں کو تیاگ (چھوڑ) دیا تھا۔ مستقل ریفارمروں کی طرح اس کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور زینب کو بعد چھوڑنے زید کے حرم محترم بنا لیا۔ سنو! قرآن خود اس قصہ کو مختصر مگر پورا بیان کرتا ہے۔

إِذْ تَقُولُ لِلَّذِيْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ
عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ
وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا
وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ
أَزْوَاجِ أَدْعِيَآئِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ
مَفْعُوْلًا

یعنی جب تو نے اے محمدؐ اس شخص کو جس پر اللہ نے اور تو نے بھی احسان کئے تھے۔ بہت کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے جی میں (اس کے نکاح کرنے کے متعلق خواہش کو) چھپاتا تھا۔ جو خدا کو ظاہر کرنا تھا۔ اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ سے ڈرنے کا حق زیادہ ہے۔ پس جب زید (تیرے لے پالک) نے اسے چھوڑ دیا تو ہم (خدا) نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا یعنی اجازت دی تاکہ مسلمانوں کو لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں جب وہ انہیں چھوڑ دیں۔ حرج نہ ہو۔ اور اللہ کے کام کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

بعد اس کے ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے مخاطبوں سے کچھ پوچھیں۔

عیسائیو! اور دیانندیو! بائبل کا کوئی درس یا وید کا کوئی منتر اس کے منع کا دکھا سکتے ہو؟ جس کا مطلب یہ ہو کہ لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا منع ہے۔ دکھاؤ تو ہم تم کو منہ مانگا انعام دیں۔

عیسائیو! تمہیں تو خاص طور سے شرم چاہئے کہ تم رومیوں کے ۴ باب کی ۱۵ کو بھی نہیں دیکھتے سنو!

"جہاں شریعت نہیں وہاں نافرمانی بھی نہیں۔"

جہاں قانون نہیں وہاں مواخذہ اور جرم کیسا۔ یا تو کوئی آیت قرآن کی اتمھاری رعایت سے ہم یہ بھی کہتے ہیں) بائبل کی بتلاؤ یا اس افتراء پردازی اور بہتان بازی کو واپس لو۔

دیانندیو! اپنے استاد عیسائیوں کی طرح ہوا کے پیچھے نہ پڑو۔ کوئی وید منتر ہی اس مضمون کا بتلاؤ۔ ورنہ وید کی اطاعت کا نام لینے سے شرم کرو۔

اگر کسی دوسرے دھرم شاستر سے بتلاؤ تو پہلے یہ کہہ لو کہ وید اس بیان میں قاصر ہے ورنہ وید کو سب سچائیوں کی کان اور سب علوم کا خزانہ کہ کر یہ کہنا محال ہے۔

سوامی جی! یہ بھی پوچھتے ہیں کہ زید بیٹا کس کا تھا۔ پنڈت جی اگر جیتے ہوتے تو مٹھائی لئے بغیر ایسا مشکل سوال ہم کبھی نہ بتلاتے۔ اب دیانندیوں کی خاطر ہمیں مجبور کرتی ہے۔ لو سنو!

حارثہ کا بیٹا تھا۔ چنانچہ جب قرآن میں لے پالکوں کی بابت حکم آیا کہ

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ

تو زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ انہی کو کہا کرتے تھے۔

بیشک جیسا اوروں سے پردہ ہے۔ ویسا ہی نبی سے ہے۔ آپ نے کوئی آیت اس مضمون کی لکھی ہوتی۔ جس کا یہ مطلب ہوتا کہ نبی سے پردہ نہیں تو ہم جواب دیتے۔

پنڈت جی ایسی چالاکی سے بڑھ کر بھی کوئی بڑی بات ہو سکتی ہے کہ آپ بیٹے اور لے پالک میں فرق نہیں کر سکتے اور دھوکا دینے کو کہتے ہیں کہ "جب بیٹے کی جورو کو گھر میں ڈالنے سے پیغمبر صاحب نہ رک سکے تو اوروں سے کیونکر بچے ہو سکے۔" یوگی اور سادھو ہو کر ایسا مغالطہ اور فریب دہی؟ سچ ہے۔

پنڈت اتے مشاپی دو نو اکو تجی ہو واں کرن او جاو لا آپ ہند رے دوج

سماجیو! سوامی جی کی خوش فہمی کی داد دو لکھتے ہیں کہ "غیر عورت بھی نبی سے خوش ہو کر بیاہ کرنا چاہے تو حلال ہو گی۔" پنڈت جی چونکہ ہمیشہ مجرد رہے ہیں۔ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ غیر عورت ہی سے بیاہ ہوتا ہے۔ بیاہ سے پہلے وہ اپنی عورت کیسے ہو سکتی ہے؟ پیغمبر صاحب کی عورتیں بھی پیغمبر سے ناخوشی پر اسی طرح خلع کر کے الگ ہو سکتی ہیں۔ جس طرح عام مسلمانوں کی۔ ہاں پیغمبر صاحب کو خاص کر منکوحہ عورتوں کے خود چھوڑنے سے قرآن میں منع آیا ہے۔

پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس بیوی کو سفر میں ساتھ لیجانا چاہو یا پیچھے چھوڑنے کا خیال ہو تو یہ بھی کر سکتے ہو اور بس۔

نہیں معلوم پنڈت جی نے یہاں پر تعدد ازدواج سے کیوں بحث نہیں کی۔ ایسا ازم شکار کیوں چھوڑ دیا۔ بعد غور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ پنڈت جی کو جی میں شرمندگی آئی ہو گی کہ تعدد ازدواج تو وید میں بھی منع نہیں۔ پھر میں کس حوصلہ پر منع کا دعویٰ کروں خاص کر ایسے لوگوں سے لئے ہو وید کا صریح منتر لئے بغیر میری جان نہیں چھوڑیں گے۔

سماجی حضرو! کوئی منتر تعدد ازدواج کے منع کا ہو تو دکھاؤ۔

رگ وید منتر منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۴ منتر ۹ کا صفحہ ۱۳۲ کافی نہیں جس سوامی جی کی مستی کان ہے۔ غور سے دیکھو تعدد ازدواج کی فلاسفی۔ تحقیق دیکھنی ہو تو تفسیر ثنائی جلد ثانی حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ ہو یا رسالہ تعدد ازدواج نیوگ اور طلاق دیکھو۔

(۱۲۸) ترجمہ :

"اور نہیں لائق واسطے تمہارے یہ کہ ایذا دو رسول خدا کے کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو بیبیوں اس کی کو پیچھے اس کے کبھی تحقیق یہ ہے نزدیک اللہ کے بڑا گناہ۔ تحقیق جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور رسول اس کے کو لعنت کی ہے ان کو اللہ نے اور وہ لوگ کہ ایذا دیتے ہیں مسلمانوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر اس کے کہ برا کیا ہو انہوں نے پس تحقیق اٹھایا انہوں نے بہتان ظاہر لعنت مارے جہاں پائے جائیں۔ پکڑے جائیں اور قتل کیے جائیں۔ خوب قتل کرنا۔ اے رب ہمارے دے ان کو دوگنا عذاب اور لعنت کر ان کو

لعنت بھری۔" (سورہ احزاب: آیت ۵۳، ۵۷، ۵۸، ۶۲، ۶۸)

(۱۲۸) محقق: واہ! کیا خدا اپنی خدائی کو دھرم کے ساتھ دکھلا رہا ہے۔ رسول کو ایذا رسانی سے منع کرنا تو ٹھیک ہے۔ لیکن دوسرے کو ایذا دینے سے رسول کو بھی روکنا مناسب تھا تو کیوں نہیں روکا؟ کیا کسی کو ایذا دینے سے اللہ بھی زخمی ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیا اللہ اور رسول کا ایذا دینے کی ممانعت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ اور رسول جس کو چاہیں۔ ایذا دیں اور لوگ بھی سوائے ان کے جن کو چاہیں ایذا دیں۔ جیسا مسلمان مرد و زن کو ایذا دینا برا ہے۔ ویسا ہی غیر مذہب والوں کو بھی ایذا دینا بہت برا ہے۔ جو اسے نہ مانے تو ان کو متعصب سمجھو۔ واہ رے قتل کرانے والے خدا اور ہی تم سے تو بے رحم دنیا میں بہت تھوڑے ہوں گے جو یہ لکھا ہے کہ غیر لوگ جہاں ملیں ان کو پکڑو اور ویسا ہی اگر مسلمانوں کے ساتھ غیر مذہب والے برتاؤ کریں تو ان کو یہ بات بری لگے گی۔ یا نہیں؟ واہ کیسے موذی پیغمبر ہیں کہ خدا سے دوسروں کو دکھ دینے کی دعا مانگتے ہیں۔ ان سے ان کی طرف داری خود غرضی اور سخت ظلم کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی وجہ سے اب تک بھی مسلمان لوگوں میں سے بہت سے بیوقوف لوگ ایسا ہی عمل کرنے سے نہیں ڈرتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تعلیم کے بغیر انسان حیوان کے برابر رہتا ہے۔ (ست بچن مہاراج!)

(۱۲۸) مدقق: مہاراج! دھن مہاراج! ایک شخص کو کسی مولوی صاحب نے نماز کی تاکید کی تو بولا خدا فرماتا ہے۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ

یعنی نماز نہ پڑھو۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کم بخت! اس کے آگے وَاَنْتُمْ سُکَارٰی بھی تو ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ نشہ میں نماز مت پڑھو۔ وہ شخص بولا سارے قرآن پر تیرے باپ نے عمل کیا ہے جو میں کروں۔ میں تو اسی ایک فقرہ پر عمل کر سکتا ہوں۔ یہی حال پنڈت جی۔ مہاراج کا ہے۔ چشم بد دور۔

سوامی جی! جس طرح ہم مسلمان قرآن کے ماتحت رعایا ہیں۔ اسی طرح پیغمبر

صاحب بھی ان حکموں کے مکلف تھے۔ نام لینے کی ضرورت نہیں۔

کسی کی ایذا سے اللہ بیشک دکھی ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو وہاں استعارہ (مجاز) ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

پس اللہ کے دکھی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسے کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔ بیشک غیر مذہب والوں کو بھی ایذا دینا ویسا ہی برا ہے۔ جیسا مسلمانوں کو اگر غیروں سے جنگ جہاد ہے تو اس کیلئے بھی موقع و محل مناسب ہیں۔ جس کی تفصیل نمبر ۲ میں ملاحظہ ہو۔

نہیں معلوم سوامی جی کی رال اعتراضوں پر ایسی کیوں ٹپکتی جاتی تھی کہ قرآن شریف کی موجودہ آیت کو بھی نہیں دیکھ سکے۔

"ہائے کیسا پاپی ہے وہ شخص جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر دے۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

ہم سماجی بھائیوں سے داد خواہی کے لئے وہ آیت پوری کی پوری نقل کرتے ہیں جس پر پنڈت جی نے اعتراض کیا ہے کہ "کیسے موذی پیغمبر ہیں کہ خدا سے دوسروں کو دکھ دینے کی دعا مانگتے ہیں۔ پس سنو!

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا
رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو بوجہ شامت اعمال جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ تو اس وقت یوں کہیں گے "اے ہمارے مولا! ہم نے بری باتوں میں اپنے رئیسوں اور بڑوں پیروی کی تو انہوں نے ہم کو گمراہ کیا، اے ہمارے خدا تو ان کو ہم سے دگنا عذاب دے اور بڑی بھاری لعنت اور پھٹکار کر۔"

سماجیو! بتاؤ یہ پیغمبر کی دعا ہے یا شریروں "کذابوں اور کافروں کی؟ قرآن کا مقام مذکور غور سے پڑھو۔ افسوس سوامی جی اعتراض کرتے ہوئے بھومکا صفحہ ۵۲ کو ہمیشہ بھول جاتے ہیں جہاں فرما چکے ہیں۔

"آگے پیچھے موقع محل مناسب سوچ کر معنی کرنے چاہئیں۔"

کیوں جی! اپنے ہی کہے پر عمل نہ کرنا کونسا دھرم ہے؟

سماجیو! اگر قرآن شریف کی آیت کا وہ مطلب ہو جو سوامی جی لکھتے ہیں تو ہم

تمہارے گروکل (دینی مدرسہ) اور کالج کے لئے مبلغ پانچ سو روپیہ نقد دیں گے۔ مرد میدان ہو تو ایسے ایک دو مقامات کا ثبوت ہی دکھاؤ۔ مانا کہ تمہیں روپے کی طمع نہیں۔ اپنے گرو کی عزت تو چاہتے ہو۔ ورنہ دنیا کیا سمجھے گی اور سوامی جی پرلوک (دوسری جون) میں تم کو کیا کہیں گے؟

(۱۲۹) ترجمہ: "اور اللہ وہ شخص ہے کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو پس اٹھاتی ہیں بادلوں کو پس ہانک لاتے ہیں ہم اس کو طرف شہر مردے کے۔ پس زندہ کیا ہم نے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے موت اس کی کے۔ اسی طرح قبروں میں سے نکلنا ہے۔ جس نے اتارا ہم کو بیچ گھر ہمیشہ رہنے کے۔ مہربانی اپنی سے۔ نہیں لگتی ہم کو بیچ اس کے محنت اور نہیں ہم کو بیچ اس کے ماندگی۔" (سورہ فاطر: آیت ۹، ۳۵)

(۱۲۹) محقق: واہ! کیا انوکھی فلاسفی خدا کی ہے۔ خدا ہوا کو بھیجتا ہے۔ وہ بادلوں کو اٹھاتی ہے اور خدا اس سے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ باتیں خدا کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ خدا کا کام بے کم و کاست یکساں رہتا ہے۔ جو گھر کا ہو گا وہ بناوٹ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور جو بناوٹ کا ہے وہ ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ جو جسم رکھتا ہے وہ بلا محنت کیسے دکھی رہتا ہے اور جسم والا بیمار ہوئے بغیر ہرگز نہیں بچتا۔ جب ایک عورت سے مباشرت کرنا بیماری کا باعث ہے۔ تو جو کئی عورتوں سے مباشرت کرتا ہے۔ اس کی کیا ہی بری حالت ہوتی ہو گی؟ اس لئے مسلمانوں کا بہشت میں رہنا۔ ہمیشہ آرام وہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۲۹) مدقق: بے ایمانوں، شکوں، دہریوں اور ملحدوں سے جب کبھی گفتگو ہوئی اور خدا کا ثبوت خدائی افعال سے پیش کیا تو یہی جواب سنا۔ "واہ خدا کی انوکھی فلاسفی" مولانا اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی کے ایک صاحب مخالف تھے۔ سنا ہے انہوں نے عہد کر لیا تھا کہ جو بات اسمٰعیل کہے گا۔ اس کے خلاف کروں گا۔ مولانا شہید کو بھی خبر ملی فرمایا اسے کہو اسمٰعیل والدہ سے نکاح کرنا حرام بتاتا ہے۔ اس کا خلاف کر۔" سو یہی حال سوامی جی کا ہے۔ قرآن کی سیدھی سادی

مکیانہ عبارت کو بھی اندھوں کی کھیر بنانا چاہتے ہیں۔ سچ ہے۔

جو نکلے بچا کر ان کا تیج کر بھنور سے   تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے

پنڈت جی! سنئے! پرمیشور پرمان دیتا ہے۔

"اس پرش (پرمیشور) کے من یعنی وچار یا غور و فکر کرنے والی سامرتھیہ (قدرت) سے چاند پیدا ہوا۔ اور چکشو یعنی پر نور قدرت سے سورج ظاہر ہوا اور شروتر یعنی اکاش صورت قدرت سے اکاش (آسمان) پیدا ہوا اور وایو یعنی ہوا صورت قدرت سے ہوا پران (انفاس) اور تمام حواس پیدا ہوئے اور مکھ یعنی اعلیٰ ویر جلال قدرت سے آگ پیدا ہوئی۔" (یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۱۲) اس پر کوئی بے ایمان بھی اڑا دے گا۔

واہ پرمیشور کی انوکھی فلاسفی کہ اکاش پیدا ہوا۔ حالانکہ اکاش کوئی مجسم چیز نہیں۔ بلکہ ایک غیر مرکب ازلی شے ہے۔ اس کی پیدائش لکھنے سے تحقیق ہوا کہ مصنف وید علم طبعیات کو بھی نہیں جانتا تھا۔

نمبر ۹۸ ضرور دیکھو اور سوامی جی کو چیز دو۔

تو ایسے اعتراض کے جواب میں غالباً سوامی جی صاف کہہ دیں گے۔

"جو کوئی ضد اور عناد سے سوال کرے۔ اس کا جواب نہیں دینا چاہئے بلکہ اس کے سامنے بے حس شے کی طرح خاموش رہنا چاہئے۔" (ستیارتھ صفحہ ۳۹۰ باب ۱۰)

پس ہم بھی اسی جواب پر دستخط کرتے ہیں اور بس۔ کیونکہ اخلاقی فقرہ "جواب جاہلاں باشد خموشی۔" ایسے ہی موقع کے لئے ہے۔

ہاں اتنا کہتے ہیں کہ سوامی جی کا یہ قول کہ "خدا اس سے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔" آدمی مردہ مراد نہیں بلکہ شہر مردہ یعنی خشک زمین مراد ہے۔ اس لئے کہ جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ قرآن شریف میں بلدۃ میتۃ ہے۔ جس کے معنی خشک زمین کے ہیں۔

بہشت کی بابت سوال و جواب کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔ جبکہ ہم اسی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بہت سے آدمی ایک ہی قسم کی غذا کھاتے ہیں۔ جن میں سے بعض صحیح و سالم رہتے ہیں اور بعض اسی غذا سے مریض ہو کر مر بھی جاتے ہیں۔ تو جس جگہ پر یہ قانون ہی نہ ہو گا کہ کوئی غذا کسی جسم کو مضر ہو سکے۔ وہاں پر یہ اعتراض کرنا کہ جسم والا بیمار ہوئے بغیر ہرگز

نہیں رہ سکتا۔" بالکل اسی کے مشابہ ہے جو گرمیوں میں شملہ یا کشمیر والوں کی حالت سن کر کہ وہ گرم کپڑے پہنتے ہیں۔ سوال کرے کہ گرمیوں میں بغیر پنکھے کے کوئی کیونکر گذارہ کر سکتا ہے اور گرم کپڑے کس طرح پہن سکتا ہے؟ لہٰذا شملہ اور کشمیر کا قصہ غلط ہے۔

جو کئی عورتوں سے جماع کی طاقت نہ رکھتا ہو گا۔ اس کو کئی عورتیں نہ ملیں گی۔ بلکہ اگر کسی کو ایک عورت سے بھی (مثل آپ کے) تکلیف پہنچے گی تو ایک بھی نہ ملے گی۔ غرض جو چیز موجب تکلیف ہو سکتی ہے وہاں نہ ہوگی اور بس۔

ساجیو! سنتے ہو؟ سوامی جی کیا فرماتے ہیں ایک عورت سے بھی مباشرت کرنا بیماری کا باعث ہے۔ اگر ہماری رائے غلط ہو تو سوامی جی چاہتے ہیں کہ تم لوگ اپنی استریوں کو چھوڑ چھاڑ کر پنڈت مہاراج کی طرح لنگوٹ باندھ لو۔ انصاف سے کہنا۔ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے بتلانا کہ نیچر کی تعلیم کیسی ہے۔

(۱۳۰) ترجمہ: "قسم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں سے ہے۔ اوپر راہ سیدھی کے اتارا ہے خدا غالب مہربان نے۔" (سورہ یٰسین: آیت ۱ تا ۴)

(۱۳۰) محقق: اب دیکھیے اگر یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا ہوتا تو وہ اس کی قسم کیوں کھاتا اگر نبی خدا کا بھیجا ہوا ہوتا تو لے پالک بیٹے کی جورو پر فریفتہ کیوں ہوتا یہ کہنے ہی کی بات ہے کہ قرآن کے ماننے والے راہ راست پر ہیں۔ کیونکہ سیدھی راہ وہی ہوتی ہے کہ جس میں سچ ماننا۔ سچ بولنا۔ سچ کرنا تعصب چھوڑ کر انصاف دھرم کی پیروی کرنا وغیرہ ہوں اور ان سے خلاف عمل کو ترک کیا جائے۔ سو نہ قرآن میں نہ مسلمانوں میں اور نہ ان کے خدا میں ایسے نیک عادات ہیں۔ اگر پیغمبر محمد صاحب سب پر غالب ہوتے تو سب سے زیادہ عالم اور نیک چلن کیوں نہ ہوتے؟ اس لئے جس طرح میوہ فروش اپنے بیروں کو کھٹا نہیں بتلاتے۔ ویسے ہی یہ بات بھی سمجھنی چاہئے۔

(۱۳۰) مدقق: قسم کا مضمون نمبر ۱۰۰ میں آچکا ہے۔ یہ عجیب بات کہی کہ قرآن خدا کا بنایا ہوتا تو وہ اس کی قسم کیوں کھاتا جس

کا مطلب یہ ہے کہ خدا اگر بندوں کو سمجھانے کیلئے بندوں کے محاورہ میں کلام کرے اور قسم کھائے تو کسی ایسی چیز کی کھائے۔ جو اس کی بنائی ہوئی نہ ہو (تعبینکس اخوب کی۔ لے پالک بیٹے کی بیوی کا جواب نمبرے ۱۲ میں آ چکا ہے۔

پنڈت جی نے سیدھی راہ کی خوب تعریف کی جو سب مذاہب پر صادق آسکتی ہے۔

سوامی جی! کون مذہب دنیا میں ہے جو سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے کا اصول نہ رکھتا ہو یہ تو دیوانوں کی بڑ کے برابر ہے۔ کہ قرآن میں نہ ان کے خدا میں ایسی نیک عادات ہیں۔ ہاں یہ خوب کہی کہ "اگر پیغمبر صاحب سب پر غالب ہوتے تو سب سے زیادہ عالم اور نیک چلن کیوں نہ ہوتے۔" اس سوال کا جواب تو ہم پیچھے دیں گے۔ پہلے ساجیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ کس عبارت قرآنی پر یہ سوال کیا گیا ہے۔ اوہو! ہم بھولے۔ منقول ترجمہ میں غالب کا لفظ ہے۔ جس پر ہم نے خط بھی دیدیا ہے۔ جس پر استاد غالب کا ایک شعر بھی ہمیں یاد آیا جو بعد قدرے ترمیم کے واقعی سوامی جی کے حسب حال ہے غور سے سنو!

غالب برا نہ مان جو پنڈت برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ یہ اچھا کہیں جسے

ساجیو! انصاف سے بتلاؤ۔ اپنے چوتھے اصول [1] کو جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔ یاد کر کے بتلاؤ کہ ترجمہ قرآن میں غالب کس کی صفت ہے۔ خدا کی یا پیغمبر کی؟ پھر یہ مسئلہ بہت جلد طے ہو جائے گا کہ پیغمبر صاحب کیسے عالم تھے کہ ان کے الہام کا ترجمہ وہ بھی اردو پھر اردو سے ناگری کیا ہوا بھی آپ لوگوں کے سوامی مرشد بالقابہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وجرم سے کو کیا علم ہے۔ سنو! قرآن نے اس واقعہ کی پہلے سے خبر دی ہوئی ہے۔

لَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

ترجمہ: "جو بات اور کہاوت تیرے سامنے بطور اعتراض پیش کریں

[1] آریوں کا چوتھا اصول ہے کہ سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے کو ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے (مرتب باقی کے دانت)

کے ہم اس کے متعلق بھی اور عمدہ تفسیر تجھے سنائیں گے"

سماچیو! اب بھی پیغمبر صاحب کے علم کے قائل ہوئے یا نہیں۔ نیک چلنی کی بابت یہ کیفیت ہے کہ آپ جیسے دشمن کو بھی باوجود عیسائیوں کی کاسہ لیسی کے تمام عمر کے واقعات میں زینب کے نکاح کا ایک واقعہ ملا۔ جس کا جواب نمبر ۱۲ ہو چکا ہے۔ سچ ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۱۳۱) ترجمہ : "اور پھونکا جائے گا بیچ صور کے پس ناگہاں وہ قبروں میں سے طرف پروردگار اپنے کے دوڑیں گے اور گواہی دیں گے پاؤں ان کے بسبب اس کے کہ تھے کماتے سوائے اس کے نہیں کہ حکم اس کا جب چاہے پیدا کرنا کسی چیز کا یہ کہتا ہے اس کے لئے کہ ہو پس ہو جاتی ہے۔" (سورہ یٰسین: آیت ۵۰، ۶۳، ۸۰)

(۱۳۱) محقق : نئے اوٹ پٹانگ باتیں۔ کیا پاؤں بھی گواہی دے سکتے ہیں؟ خدا کے سوائے اس وقت کون تھا کہ جس کو حکم دیا اور کس نے سنا اور کون بن گیا؟ اگر کوئی چیز نہ تھی تو یہ بات جھوٹی ہے اور اگر تھی تو وہ بات کہ سوائے خدا کے کچھ نہ تھا اور خدا نے سب کچھ بنا دیا جھوٹی ہو گی۔

(۱۳۱) مدقق : دیکھو! کہاں تک نادان ہو۔ ایک ہی بات کو بار بار کئے جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کی شہادت کا جواب نمبر ۳ وغیرہ میں اور خدا کا حکم کس نے سنا اس کی تحقیق نمبر ۳ میں ہو چکی ہے۔

(۱۳۲) ترجمہ : "پھرایا جائے گا اوپر ان کے پیالہ شراب لطیف کا سفید مزہ دینے والی واسطے پینے والوں کے نزدیک ان کے بیٹھی ہوں گی نیچے نظر رکھنے والیاں خوبصورت آنکھوں والیاں گویا کہ وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے۔ کیا پس ہم نہیں مریں گے اور تحقیق لوط البتہ پیغمبروں سے تھا۔ جس وقت ہم نے نجات دی اس کو اور لوگوں اس کے کو اور سب لوگ اور ایک بڑھیا پیچھے رہنے والوں سے تھی۔ پھر ہلاک کیا ہم نے اوروں کو۔" (سورہ صافات: آیت ۴۴،

۵،۳،۴،۲،۷،۵، ۱۳۱، ۳۴، ۱۳۳) اگر ان ترجمہ کا مطلب سمجھ نہ آئے تو پنڈت جی کے روح کو ثواب پہنچانے کو بہو، اعراف ادھر کی آیتیں بے موقع جمع کر کے گڑبڑ مچاتے ہیں۔

(۱۳۱) محقق: کیوں جی یہاں تو مسلمان لوگ شراب کو برا بتلاتے ہیں۔ لیکن ان کے بہشت میں تو شراب کی نہریں بہتی ہیں؟؟ تو اچھا ہے کہ یہاں تو کسی طرح سے شراب نوشی چھڑا دی۔ لیکن یہاں کے بدلے وہاں ان کے بہشت میں بڑی خرابی ہے۔ عورتوں کے مارے وہاں کسی کا دل قائم نہیں رہتا ہو گا اور بڑی بڑی بیماریاں بھی ہوتی ہوں گی۔ اگر وہاں کے آدمی جسم والے ہوں گے تو ضرور مریں گے۔ اور اگر جسم والے نہ ہوں گے تو عیش و عشرت ہی نہ کر سکیں گے۔ پھر ان کو بہشت میں لیجانا بے فائدہ ہے۔ اگر لوط کو پیغمبر مانتے ہو تو جو بائبل میں لکھا ہے کہ اس سے اس کی لڑکیوں نے مباشرت کر کے دو لڑکے پیدا کئے۔ اس بات کو بھی مانتے ہو یا نہیں۔ اگر مانتے ہو تو ایسے پیغمبروں کا ماننا فضول ہے اور اگر ایسے اور ایسے کے ساتھیوں کو خدا نجات دیتا ہے تو وہ خدا بھی ایسا ہی ہے۔ کیونکہ بے حیائی کی کہانی کہنے والا اور تعصب سے دوسروں کو ہلاک کرنے والا خدا بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسا خدا مسلمانوں ہی کے گھر رہ سکتا ہے اور جگہ نہیں۔

(۱۳۱) مدقق: سوامی جی کا بیان کیا ست (سچ) ہے۔

"ہر کلام کے آگے پیچھے موقع محل مناسب دیکھ کر معنی کرنے چاہئیں۔" (بھومکا ۵۲)
ایسا ہی یہ بھی سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔
"ہٹ دھرم مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتے ہیں اور کلام کے خلاف منشاء کلام کے معنی کرتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)
پس اگر اصول مذکورہ بالا صحیح ہیں تو سنئے! اس آیت کے ساتھ ہی قرآن شریف نے اس شراب کی کیفیت خود ہی بتلا دی ہے۔

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ

ترجمہ "جنت کی شراب میں نہ تو سرور یعنی نشہ ہو گا نہ اس کے پینے والے بے ہوش ہوں گے۔"

عربی میں ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں۔ شربت کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے اور خمر انگور کے نچوڑ کو کہتے ہیں۔ پس جب جنت کی خمر میں نہ نشہ ہوا نہ سرور تو پھر ہو گا کیا؟ جو اس کے ساتھ ہی بتلایا۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ

جس کا ترجمہ پنڈت جی نے نقل کیا ہے "سفید مزہ دینے والی پینے والوں کیلئے۔" پس جنت کی شراب کو دنیا کا میٹھا اور لذیذ دودھ سمجھنا چاہئے۔ (نمبر ۱۳۰ میں سوامی جی کا منقولہ ترجمہ زیر خط دیکھو)

سماجیو! کہو کیا اعتراض ہے۔ افسوس ہے اس قرآن دانی پر اور اس سے بڑھ کر افسوس ہے پنڈت جی کے سورکھ چیلوں پر جو اپنے سوامی کی بدنامی دفع کرنے کی بجائے خود ان کے کلام کو نقل کرکے مکھی پر مکھی مار دیا کرتے ہیں۔ جن کی بحث کئی دفعہ ہو چکی ہے۔ نمبر ۹۰ وغیرہ دیکھو۔ بائبل کے متعلق نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام بیشک نبی تھے مگر بائبل میں جو کچھ ان کی نسبت لکھا ہے۔ صحیح نہیں۔ اس کا جواب عیسائیوں سے پوچھو۔ ہم سے نہیں۔ جیسے پرانوں کے جوابدہ آریہ نہیں ویسے بائبل کے جوابدہ مسلمان نہیں۔

(۱۲۳) ترجمہ

"وہ بہشتیں ہیں ہمیشہ رہنے کی کھولے ہوں گے واسطے ان کے دروازے ان کے تکیے لگے ہوئے ہوں گے بیچ ان کے منگواویں گے بیچ ان کے میوے بہت اور پینے کی چیزیں اور نزدیک ان کی ہوں گی بند رکھنے والیاں نظر کو اور طرف سے ہم عمر پس سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے۔ مگر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا کافروں سے۔ کہا اے ابلیس کس چیز نے منع کیا تجھ کو یہ کہ سجدہ کرے تو واسطے اس چیز کے کہ بنایا میں نے ساتھ دونوں ہاتھوں اپنے کے تکبر کیا تو نے یا تھا تو بلند رتبہ والوں سے کہا کہ میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا ہے تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا ہے اس کو مٹی سے کہا پس نکل ان آسمانوں سے پس تحقیق تو راندہ گیا ہے اور تحقیق اوپر تیرے لعنت ہے میری دن جزا تک کہا اے پروردگار میرے پس ڈھیل دے مجھ کو اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے مردے کہا کہ پس تحقیق تو ڈھیل دیئے گیوں میں سے ہے دن اس وقت معلوم تک کہا کہ پس قسم ہے عزت تیری کی البتہ میں گمراہ کروں گا ان کو

دیکھئے۔ (سورہ ص: آیت ۶۹ تا ۷۵-۸۰ تا ۸۷)

(۱۳۳) محقق: اگر وہاں جیسا کہ قرآن میں باغ باغیچہ نہریں مکان وغیرہ لکھے ہیں۔ ویسے ہی ہیں تو وہ نہ ہمیشہ سے تھے اور نہ ہمیشہ رہ سکتے ہیں کیونکہ جو اتصال سے چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ مرکب ہونے کے پہلے نہ تھیں۔ انفصال کے بعد ضرور نہ رہیں گی۔ جب وہ بہشت میں نہ رہیں گی تو اس میں رہنے والے ہمیشہ کیونکر رہ سکتے ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ گدے تکیے میوے اور پینے کی اشیاء وہاں ملیں گی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت مسلمانوں کا مذہب چلا۔ اس وقت عرب کا ملک زیادہ دولت مند نہ تھا۔ اسی واسطے محمد صاحب نے تکیہ وغیرہ کی کہانی سنا کر غریبوں کو اپنے مذہب میں پھنسا لیا اور جہاں عورتیں ہیں وہاں ہمیشہ آرام کہاں؟ وہ عورتیں وہاں کہاں سے آئی ہے۔ کیا بہشت کی رہنے والی ہیں۔ اگر آئی ہیں تو جائیں گی اور اگر وہیں کی رہنے والی ہیں تو قیامت کے پہلے کیا کرتی ہونگی؟ کیا نکمی اپنی عمر گزار رہی ہیں؟ اب دیکھئے خدا کا جلال کہ جس کا حکم اور سب فرشتوں نے تو مانا اور آدم کو سجدہ کیا۔ لیکن شیطان نے نہ مانا۔ اس کا سبب پوچھا اور کہا کہ میں نے اس کو دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ تو تکبر مت کر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا خدا دو ہاتھ والا آدمی تھا۔ پس وہ محیط کل اور قادر خدا ہرگز نہیں اور شیطان نے سچ کہا کہ میں آدم سے افضل ہوں۔ اس پر خدا نے غصہ کیوں کیا؟ کیا آسمان ہی میں خدا کا گھر ہے؟ زمین پر نہیں۔ اگر نہیں تو کعبہ پہلے خدا کا گھر کیوں لکھا۔ بھلا خدا اپنی مملکت سے شیطان کو کیسے نکال سکتا ہے؟ کیا ہر ایک جگہ خدا کی نہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کا خدا بہشت کا ہی مالک ہے۔ خدا نے شیطان کو لعنت کی اور قید کر لیا اور شیطان نے کہا اے پروردگار مجھ کو قیامت تک چھوڑ دے۔ خدا نے خوشامد سے قیامت کے دن تک چھوڑ دیا۔ جب شیطان چھوٹا تو خدا سے کہتا ہے کہ اب میں خوب بہکاؤں گا اور غدر مچاؤں گا۔ تب خدا نے کہا کہ جن کو تو بہکائے گا میں ان کو دوزخ میں ڈال دونگا۔ اور تجھ کو بھی۔ شرفا غور کریں کہ شیطان کو بہکانے والا خدا ہے یا وہ آپ سے آپ گمراہ ہوا۔ اگر خدا نے بہکایا تو وہ شیطان کا شیطان ٹھہرا۔ اگر شیطان خود گمراہ ہوا اور انسان بھی خود گمراہ ہو سکتے ہیں۔ شیطان کی ضرورت نہیں اور اس باغی شیطان کو کھلا چھوڑ دینے سے خدا

بھی وہ جرم کرنے والا اور شیطان کا ساتھی ثابت ہوتا ہے۔ اگر خدا خود چوری کرنے کی تحریک کرے اور پھر خود ہی سزا دے تو ایسی صورت میں اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے؟

(۱۳۳) مدقق: بہشت کی بحث نمبر ۹ میں ہو چکی ہے۔ شیطانی باتوں کا جواب نمبر ۱۱۱ و نمبر ۱۳۲ اور غیرہ میں ملاحظہ ہو۔

خدا کے ہاتھوں کے وہی معنی ہیں جو مجددیہ کی عبارت مندرجہ جواب نمبر ۱۲۹ میں خدا کے گھر کے معنی ہیں۔ یعنی قدرت کاملہ۔ کیونکہ۔

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں استعارہ ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

بیت اللہ یا خدا کے گھر کا جواب پہلے ہو چکا ہے کہ "بیت" اور "اللہ" میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی بیت عبادۃ اللہ۔ خدا کی عبادت کا گھر۔ باقی تقریر فضول۔ جواب پہلے ملاحظہ ہو۔

(۱۳۴) ترجمہ: "اللہ بخشتا ہے گناہ۔ تحقیق وہی ہے بخشنے والا مہربان اور زمین ساری مٹھی میں ہے اس کے دن قیامت کے اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں بیچ داہنے ہاتھ اس کے اور چمک جائے گی زمین ساتھ نور پروردگار اپنے کے اور رکھے جائیں گے اعمالنامے اور لایا جائے گا پیغمبروں کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جائے گا۔" (سورہ زمر آیت ۵۳، ۶۷، ۶۹)

(۱۳۴) محقق: اگر سب گناہوں کو بخشتا ہے تو سمجھو کہ تمام دنیا کو گنہگار بناتا ہے اور ظالم ہے کیونکہ ایک بدمعاش پر رحم اور بخشش کی جائے تو وہ زیادہ شرارت کرے گا اور بہت شریفوں کو تکلیف پہنچائے گا۔ اگر ذرا بھی گناہ بخشا جائے۔ تو گناہ ہی گناہ دنیا میں پھیل جائے۔ کیا خدا آگ کی مانند نور والا ہے؟ اعمال نامے کہاں جمع رہتے ہیں؟ اور کون لکھتا ہے۔ اگر پیغمبروں اور گواہوں کے بھروسے خدا انصاف کرتا ہے تو وہ نہ تو ہمہ دان اور نہ قدرت والا ہے اگر وہ ظلم نہیں کرتا۔ انصاف ہی کرتا ہے تو اعمال کے مطابق کرتا ہوگا۔ وہ اعمال اگلے پچھلے اور موجودہ جنموں کے ہی ہو سکتے ہیں تو پھر بخشنا۔ دلوں پر مہریں لگانا اور ہدایت

نہ کرنا' شیطان کے ذریعہ بہکانا- دوزہ پر دور کھنا- یہ سب باتیں اس کے انصاف سے بعید ہیں-

(۱۳۴) مدقق : خدا کن کو بخشتا ہے نمبر ۲۲- ۳۲ وغیرہ میں دیکھو- اعمال نامے وہاں رہتے ہیں- جہاں روحوں کو بعد مکتی (نجات) کے رہنے کی آپ بھی اجازت دیتے ہیں فرشتے لکھتے ہیں اور حساب کے وقت بندوں کو دکھایا جاتا ہے اور قیامت کے روز دکھایا جائے گا- نمبر ۱۰۲ ملاحظہ ہو- کل باتوں کے جواب پہلے آچکے ہیں کہ نمبر ۵' ۶' ۱۱' ۱۵-۱ اور ۳۲ وغیرہ ملاحظہ ہوں-

خدا کے نور کا جواب نمبر ۱۱۳ میں دیکھو- پنڈت جی کو تو پانی بلونے کی عادت ہے- مگر ہمیں کیا ضرورت کہ وقت ضائع کریں-

(۱۳۵) ترجمہ : "اتارنا کتاب کا اللہ غالب جاننے والے کی طرف سے ہے- بخشنے والا گناہ کا اور قبول کرنے والا توبہ کا ہے-" (سورہ زمر آیت ۱' ۲)

(۱۳۵) محقق : یہ بات اس واسطے ہے کہ سادہ لوح آدمی اللہ کے نام سے اس کتاب کو قبول کرلیں کہ جس میں تھوڑی سی سچائی کے علاوہ باقی سب جھوٹ بھرا ہے اور وہ سچائی بھی جھوٹ کے ساتھ مل کر خراب ہو رہی ہے- اس لئے قرآن کا خدا اور اس کو ماننے والے گناہ بڑھانے والے اور گناہ کرنے کرانے والے ہیں- کیونکہ گناہ کا بخشنا بھاری ادھرم ہے- اسی وجہ سے مسلمان لوگ گناہ اور فساد کرنے سے کم ڈرتے ہیں- (ست یتھ پرکاش)

(۱۳۵) مدقق : کیسا پاپی ہے وہ منش جس کا اپنا گھر شیشوں کا ہو اور دوسروں پر پتھر برسائے- سنو! ایشور بیان دیتا ہے-

"میں برہم یعنی وید کو ظاہر کرنے والا ہوں-" (منو رگ وید' ہندو دھرم ستیارتھ صفحہ ۱۲۲ سملاس ۷ نمبر ۹)

مہاشیو! ٹھیک ہے؟ کہ "برہم" کا نام اس لئے لیا کہ سادہ لوح منش پر میشور کے نام سے جلد مان لیں گے- گناہ بخشنے کا مسئلہ نمبر ۲۲ وغیرہ میں ہو چکا ہے-

(۱۳۶) ترجمہ : "پس مقرر کیا ان کو سات آسمان بیچ دو دن کے اور ڈال دیا بیچ ہر آسمان کے کام اس کا۔ یہاں تک کہ جب جائیں گے اس کے پاس گواہی دیں گے اس پر کان ان کے اور آنکھیں ان کی اور چمڑے ان کے۔ بہ جب اس کے کرتے اور کہیں گے واسطے چمڑوں اپنے کے کیوں گواہی دی تم نے اوپر ہمارے کہیں گے وہ کہ بلایا ہم کو اللہ نے۔۔ جس نے بلایا ہر چیز کو۔ البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو" (سورہ سجدہ۔ آیت ۱۱، ۱۹، ۲۰، ۳۸)

(۱۳۶) محقق : واہ جی واہ مسلمانو! تمہارا خدا جس کو تم قادر مطلق مانتے ہو وہ سات آسمانوں کو دو دن میں بنا سکا اور جو قادر مطلق ہے وہ تو لحہ بھر میں سب کو بنا سکتا ہے۔ بھلا کان، آنکھ اور چمڑے کو خدا نے بیجان بنایا ہے۔ وہ گواہی کیونکر دے سکیں گے؟ اگر گواہی دلائے گا تو اس نے پہلے بیجان کیوں بنائے اگر کوئی کہے کہ وہ اس وقت طاقت عطا کریگا تو کیا خدا اپنا قانون توڑے گا؟ ایک اس سے بھی بڑھ کر جھوٹی بات یہ ہے کہ جب روحوں پر گواہی دی تو وہ روحیں اپنے اپنے چمڑے سے پوچھنے لگیں کہ تو نے ہمارے اوپر گواہی کیوں دی۔ جیسے کوئی کہے کہ عقیمہ کے بیٹے کا منہ میں نے دیکھا۔ اگر بیٹا ہے تو عقیمہ کیونکر ہوئی۔ اگر عقیمہ ہے تو اس کے ہاں بیٹا ہونا ہی غیر ممکن ہے۔ اس قسم کی یہ بھی جھوٹ بات ہے۔ اگر وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو پہلے مارا ہی کیوں۔ کیا آپ بھی مردہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہو سکتا تو مرنا برا کیوں سمجھتا ہے؟ اور قیامت کی رات تک مردہ روحیں کس مسلمان کے گھر میں رہیں گی اور ان کو خدا نے دورہ سپرد بلا قصور کیوں کر رکھا ہے؟ فوراً انصاف کیوں نہیں کیا؟ ایسی ایسی باتوں سے خدائی میں بٹہ لگتا ہے۔

(۱۳۶) مدقق : واہ جی سماجیو! تمہارا سوامی مرشی الہامی کتابوں کے محاوروں سے ایسا ناواقف ہے۔ جیسا کوئی دیانندی بڑے گوشت کے بھاؤ سے۔ آسمانوں کی پیدائش کا بیان نمبر ۸۸ میں دیکھو۔ اعضاء کی شہادت کا جواب خود آپ ہی نے دیدیا کہ وہاں ان کو قوت عطا ہوگی۔ البتہ خلاف قانون باتوں کا جواب نمبر ۲۹ وغیرہ میں ہے۔

ہاں یہ خوب کہی کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو مارتا ہی کیوں ہے؟ یہ ایسا سوال ہے کہ جی میں آتا تھا کہ اپنے سماجی دوستوں کو خوش کرنے کے لئے اس کا جواب نہ دیں۔ تاکہ وہ نہ سمجھیں کہ ہمارے گروکے کل سوال اگرچہ وہ یا علم سے خالی ہیں۔ مگر یہ سوال تو ضرور معقول ہے۔ جو جواب نہیں دیا۔ اس لئے مختصری گذارش کئے دیتے ہیں۔ کہ مردوں کو زندہ اس لئے کرے گا کہ ان کو اعمال کا پورا پورا بدلہ دے۔

سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى (تاکہ ہر نفس کو پورا پورا بدلہ ملے) قیامت کا مضمون نمبر ۵ وغیرہ میں دیکھو۔ البتہ یہ بڑا ہی ادق اور لاینحل سوال ہے کہ خدا آپ بھی مردہ ہو سکتا ہے۔ نمبر ۱۳ ملاحظہ ہو۔ باقی اعتراضوں کے جواب کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔

(۱۳۷) ترجمہ:

"واسطے اسکے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی کشادہ کرتا ہے رزق واسطے جس کے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جو کچھ چاہے۔ دیتا ہے۔ جس کو چاہے بیٹیاں اور دیتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ملا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ' اور نہیں ہے طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے اللہ مگر جی میں ڈالنے کر یا پیچھے پردے کے سے یا فرشتہ بھیجے پیغام لانے والا۔" (سورہ شوریٰ: آیت ۱۱ تا ۴۸، ۴۹)

(۱۳۷) محقق:

خدا کے پاس کنجیوں کا خزانہ بھرا ہوا ہوگا؟ کیونکہ سب جگہوں کے قفل کھولنے پڑتے ہوں گے۔ یہ لڑکپن کی بات ہے کہ جس کو چاہتا ہے اس کا بغیر نیک و بد اعمال کے رزق کشادہ یا تنگ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ غیر منصف ہے اور دیکھئے مصنف قرآن کی چالاکی کہ جس سے عورتیں بھی فریفتہ ہو کر پھنسیں۔ اگر جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو دوسرے خدا کو بھی پیدا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتا تو مطلق قدرت کیا یہاں اٹک گئی؟ بھلا آدمیوں کو تو جس کو چاہے خدا بیٹے بیٹیاں دیتا ہے۔ لیکن مرغ' مچھلی' سور وغیرہ جن کے بہت سے بیٹے بیٹیاں ہوتے ہیں ان کو کون دیتا ہے؟ اور مرد عورت کے ہم بستر ہوئے بغیر کیوں نہیں دیتا۔ کسی کو اپنی مرضی سے بانجھ رکھ کر دکھ کیوں دیتا ہے؟ واہ کیا خدا جلال والا

بے شک اس کے سامنے کوئی بھی بات نہیں کر سکتا۔ لیکن اس نے پہلے کہا ہے کہ پردہ ڈال کر بات کر سکتا ہے اور فرشتے خدا سے بات کر سکتے ہیں یا پیغمبر۔ اگر ایسی بات ہے تو فرشتے اور پیغمبر خوب اپنا مطلب نکالتے ہوں گے اگر کوئی کہے کہ خدا ہمہ دان محیط کل ہے تو پردہ ڈال کر بات کرنا یا ڈاک کی مانند خبر منگا کر جاننا فضول ٹھہرتا ہے اور اگر ایسا ہے تو وہ خدا ہی نہیں بلکہ کوئی چالاک آدمی ہوگا۔ اس واسطے یہ قرآن خدا کا بنایا ہوا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۱۳۷) مدقق : سماجیو! ابھی تک سوامی کے ناستک (دہریہ) ہونے میں کچھ شبہ ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کے متعلق ان کو وہی شبہات ہوتے ہیں جو ان بے ایمانوں (دہریوں) کو ہوا کرتے ہیں۔ اس نمبر کا جواب ہم کبھی بھی نہ دیتے۔ کیونکہ کوئی آستک (خدا کا قائل) ایسے سوال نہیں کیا کرتا۔ مگر باین خیال کہ شاید ہمارا ہی خیال صحیح ہو (خدا کرے صحیح نہ ہو) کہ پنڈت جی ناستک ہیں۔

کنجیاں خدا کے قبضے میں ہونے سے وہی مراد ہے۔ جو رگوید میں پرمیشور کا بیان ہے سنو!

"ہم اس پرمیشور کو جو تمام دنیا کا بنانے والا ساکن و متحرک کائنات کا مالک عقل کل کو روشن و منور کرنے والا ہے۔ اپنی حفاظت کیلئے مدعو کرتے ہیں۔" (رگوید اشٹک ا' ادھیائے ۶' ورگ ۱۵' منتر ۵)

پس آیت زیر بحث کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا سب کائنات کا مالک ہے۔ کیونکہ عرب کا بلکہ سب ملکوں کا محاورہ ہے کہ فلانے کے ہاتھ میں فلانے کی کنجی ہے۔ یعنی وہ اس پر ایسا تصرف رکھتا ہے۔ جیسے مالک کو ہوتا ہے۔

چونکہ تناسخ باطل ہے (دیکھو نمبر ۱۳۱) اس لئے جو کچھ خدا دیتا ہے محض اپنی مہربانی اور فضل سے دیتا ہے اور جو چیز جس کو نہیں دیتا اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کیونکہ وہ عقل کل ہے۔

ہاں یہ خوب کہی کہ "جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو دوسرے خدا کو بھی پیدا کر سکتا ہے۔" ٹھیک اسی طرح کہی ہے جیسے کسی مورکھ نے پنڈت جی پر سوال کیا تھا اس کا قصہ

ہم مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ ہم سوامی جی کے اس سوال کے جواب میں اسی سوال وجواب کا نقل بعینہٖ والی بات کہتے ہیں۔ سنو!

سوال: ہم تو ایسا مانتے ہیں کہ ایشور جو چاہے سو کرے۔ کیونکہ اس کے اوپر کوئی دوسرا نہیں ہے۔

جواب: وہ کیا چاہتا ہے۔ اگر کہو کہ وہ سب کچھ چاہتا ہے اور کر سکتا ہے تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا پرمیشور اپنے آپ کو مار سکتا ہے۔ بہت سے ایشور بنا سکتا ہے۔ خود بے علم ہو سکتا ہے۔ چوری، بدکاری وغیرہ پاپ کے کام کر سکتا ہے۔ اور دکھی بھی ہو سکتا ہے؟ یہ کام اگر ایشور کی صفات فعل اور عادات کے خلاف ہیں۔ تو تمہارا یہ قول کہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ کبھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں لفظ "سرو شکتی مان (قادر مطلق) کے معنی جو ہم نے بیان کئے وہی ٹھیک ہیں۔ (وہ یہ ہیں) ایشور اپنے کام یعنی پیدائش، پرورش، فنا وغیرہ کرنے اور تمام جیووں کے پن پاپ کے متعلق آئین کو واجب طور پر چلانے میں کسی کی ذرہ بھی امداد نہیں لیتا۔ یعنی اپنی غیر متناہی طاقت سے اپنے کل کام کو انجام دیتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۵، سماس نمبر ۱۳)

پنڈت جی نے تو اس بیان کو محض کہہ کر ہی چھوڑ دیا کہ یہ کام اس کی صفات کے خلاف ہیں۔ اس لئے نہیں کر سکتا جس پر کسی وید منتر کا حوالہ بھی نہیں دیا بلکہ محض من گھڑت بات بنائی ہے۔ مگر ہم اس کو وضاحت سے بحوالہ آیت قرآنی مدلل کرتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سب چیزوں کا فاعل سب میں موثر ہے کسی چیز سے وہ متاثر اور منفعل نہیں ہوتا۔ یعنی انفعال اور تاثر (کسی دوسرے کا اثر قبول کرنا) اس کی ذات ستودہ صفات میں نہیں۔ یہ اصول ہم کو قرآن کی اس آیت سے ملتا ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تحقیقات کے متعلق ہے کہ انہوں نے ستارے، چاند، سورج وغیرہ کو ڈوبتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا تھا۔

انّی لا احبّ الآفلین

ترجمہ: "میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ یعنی خدائی کے لئے پسند نہیں کرتا۔"

اس آیت میں قرآن شریف نے ہمیں اس اصول تک پہنچایا ہے کہ جو چیز دوسرے سے اثر قبول کرے اور اس سے منفعل ہو جائے وہ الوہیت کے قابل نہیں۔ پس جس قدر اس موذی کو سائل کے جواب میں سوامی جی نے خدا کی شان کے خلاف باتیں پیش کی ہیں یا آیت قرآنی پر سوال کئے ہیں۔ سب کا جواب یہی ہے کہ یہ امور سب کے سب ایسے ہیں کہ ان سے ذات باری جل مجدہٗ کا منفعل اور متاثر ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے یہ امور (پیدا ہونا، مرنا وغیرہ) سب محال ہیں۔

ناظرین! پنڈت جی کے اس لچر سوال سے ہمیں ایک حکایت یاد آئی ہے۔ جس سے آپ لوگوں کو بھی دلچسپی ہوگی۔ ایک پنڈت جی شاید ہمارے سوامی جی کے چیلے تھے کسی راجہ کے پاس مدت سے ملازم تھے۔ وطن مالوف میں جانے کا مدت تک اتفاق نہ ہوا۔ آخر ان کی استری (بیوی) نے ایک تجویز ان کو بلانے کی سوچ کر خط لکھا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مہاراج کی استری رانڈ ہو گئی۔ جس طرح ہو سکے جلدی تشریف لا کر گھر کا انتظام کیجئے پنڈت جی تو ایسے مبہوت ہوئے اور سر کے بال نوچتے ہوئے ڈیرے پر آئے۔ نہایت غم والم میں سر نیچے ڈالے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس پر پرارتھنا کر رہے ہیں مہاراج! خیر (خیر) تو ہے؟ پنڈت جی نہایت برافروختہ ہو کر بولے۔ ہاں صاحب! جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔ تمہیں کیا؟ آخر مہاراج! کہئے تو سہی بات کیا ہے؟ پنڈت جی نے کہا نہایت غم کی بات ہے۔ آج گھر سے ساچار آدمی لایا ہے کہ ہماری (پنڈت جی کی بیوی) رانڈ ہو گئی۔ دوستوں نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا کہ مہاراج! آپ کی زندگی میں وہ کیسے رانڈ ہو گئی۔ اتنے پر پنڈت جی کو بھی ہوش آیا تو بولے۔

تم بھی کہتے ہو سچ اے بھائی
پہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی

یہی حال ہمارے سوامی دیانند جی کا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ دوسرے خدا کو پیدا کر سکتا ہے؟ اور یہ نہیں جانتے کہ جس خدا کا خدا پیدا کریگا وہ تو حادث ہوگا اور خدائی کیلئے تو قدیم ہونا ضروری ہے۔ مخلوق بھی خالق کے درجہ پر پہنچ سکتی ہے؟! اصل پوچھو تو پنڈت جی بھی معذور ہیں۔ قرآن شریف تو پڑھا نہیں کہ انہیں ایسے باریک مسائل پر اطلاع

ہوتی۔

ساجیو! سنو! قرآن مشرکوں کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ

ترجمہ "جن تمہارے مصنوعی معبود کچھ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود بنے ہوئے ہیں۔"

جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا منظور ہے۔ جس کا ہم نے ذکر کیا کہ مخلوق کبھی خدا نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر مخلوق حادث اور خدا قدیم ہے۔

سوامی جی کی طرح تھم مار سوال کرنے کو ہمیں بھی گنجائش ہے۔ اگر یہ کام جس کا ذکر سوامی جی نے سائل کے جواب میں کیا ہے۔ جس کو ہم نے نقل کیا ہے۔ پرمیشور نہیں کر سکتا تو سرب شکتی مان کی مطلق قدرت کیا یہاں پر اٹک گئی؟ کسی وید منتر سے جواب دیجئے۔

ہاں مرغی، مچھلی کا خوب ذکر کیا۔ شاید کھانے کو جی چاہتا ہو گا۔ ورنہ موقع تو کوئی نہ تھا جس کا جواب مختصر یہ ہے کہ آیت میں آدمیوں ❶ کا ذکر ہی نہیں۔ دیکھو ترجمہ زیر خط

ساجیو! انصاف سے کہنا کہ ہم اس کہنے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟

"سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست"

ہاں اس بات کا جواب آپ ہی دیں کہ مرد عورت کے ہم بستر ہوئے بغیر کیوں نہیں دیتے؟

ساجیو! ایمان سے بتاؤ یہ کس آستک (خدا کے قائل) کا سوال ہے؟ بعینہ یہی سوال آریہ ڈبیٹنگ کلب امرت سر میں خدا کی ہستی پر بحث کرتے ہوئے ایک دہریہ نے کیا تھا کہ اگر خدا ہے تو کیا اس کی مہربانی ہے کہ عورت اس تکلیف سے بچے جنتی ہے کہ الامان بغیر ایسے ملاپ کے کیوں توالد و تناسل نہیں ہوتا۔ جس کا جواب میں نے دیا تھا کہ پوری حکمت تو اس کی وہی جانتا ہے۔ مگر ہمیں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اگر بغیر ملاپ کے بچے پیدا ہوتا تو اس کی پرورش کا کوئی ذمہ وار نہ ہوتا۔ کیونکہ اس سے کسی کو خاص محبت ہی نہ ہوتی

❶ لعلکم تذکرون من للعضو وعدہ |

اس میرے جواب کو پردھان صاحب نے بہت پسند کیا تھا۔ مگر اس وقت مجھے معلوم نہ تھا۔ نہ پردھان جی کو پتہ ہو سکتے ہوں گے کہ سوال دراصل سوامی جی ہی کا اٹھایا ہے۔ ورنہ پردھان جی [illegible] تھے۔ پنڈت جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ میں اس وقت اسلام پر [illegible] کیوں کہ مجھ پر بھی وہی سوال [illegible] سمجھتے کہ [illegible] دستخط کر دیں گے۔

[illegible] کے متعلق جواب خود اسی آیت میں ساتھ ہی بتا دیا ہے۔ مگر پنڈت جی [illegible] نقل کرتے سنو!

﴿ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾

ترجمہ "تحقیق خدا بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔"

تناسخ کے بطلان کے بعد اس سے عمدہ جواب ہو تو ہمارے بھی اس پر دستخط کرا لو۔ بیشک پیغمبر اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ کیا معنی؟ یعنی خدا ان کے اخلاص اور صفائی قلب کی وجہ سے ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ یہ کچھ انہی کا خاصہ نہیں جو کوئی اس کا بحضور دل وہ سب کی شتاور مناسب حکمت سوال پورا بھی کرتا ہے۔ سنو! خدا فرماتا ہے۔

﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾

ترجمہ "میں دعا گوؤں کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔"

خدا کا محیط کل ہونا آپ کے معنی میں ہمیں مسلّم نہیں دیکھو (نمبر ۳)

(۱۳۸) ترجمہ: "اور جب آیا عیسیٰ ساتھ دلیلوں ظاہر کے۔" (سورۃ زخرف: آیت ۵۹)

(۱۳۸) محقق: اگر عیسیٰ بھی خدا کا بھیجا ہوا ہے تو اس کی تعلیم کے برخلاف خدا نے قرآن کیوں بنایا؟ اور قرآن کے برخلاف انجیل ہے۔ اس لئے یہ کتابیں خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہیں۔

(۱۳۸) مدقق: نمبر ۵ وغیرہ دیکھیں

(۱۳۹) ترجمہ: "پکڑو اس کو پس گھسیٹو اس کو بیچوں بیچ دوزخ کے

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

اسی طرح رہیں گے اور بیاہ دیں گے ہم ان کو ساتھ حوروں اچھی آنکھوں والیوں کے۔" (سورہ دخان: آیت ۵۰۔۳۳)

(۱۳۹) محقق: واہ کیا خدا عادل ہو کر انسانوں کو پکڑواتا اور گھسواتا ہے۔ جب مسلمانوں کا خدا ہی ایسا ہے تو اس کے عابد مسلمان یتیم بے کسوں کو پکڑیں۔ گھسیٹیں تو اس میں کیا تعجب ہے؟ اور وہ دنیوی آدمیوں کی مانند شادی بھی کراتا ہے گویا کہ مسلمانوں کا پروہت یعنی قاضی نکاح کرنے والا ہے۔

(۱۳۹) مدقق: سوامی جی! پرماتما سناتا ہے۔ آریہ سماج کے ممبر جیسے کرم کریں تو کتے سور بندر کی جون میں ان کو ڈالو اگر دربدر کون پھراتا ہے اور مردار کتے یا گدھا مری ہوئی کو چوہڑے کے ہاتھ سے کون گھسواتا ہے۔ وہی جس نے یہ سزا ان کم بختوں بدکاروں شریروں کیلئے مقرر کی ہے۔ پس آپکے اپنی سمت بندی ملائیں کہ آریوں کا پرمیشر ایسا ہے الی آخرہ۔

پنڈت جی آپ کو معلوم نہیں کہ دنیا میں بھی یہ نعمتیں اتفاق وغیرہ خدا ہی کی دی ہوئی ہیں۔ سنو! پرمیشر پرمان دیتا ہے۔

"میں سب کی رکشا کے واسطے سامان مخلوق کے قسم قسم کی چیزوں کی تقسیم ہو کر پرورش کرتا ہوں۔" ([illegible])

(۱۴۰) ترجمہ: "پس جب ملاقات کرو تم ان لوگوں کی کہ کافر ہوئے پس مارو گردنیں ان کی یہاں تک کہ خونریزی کر دو ان کو پس محکم کرو قید کرنا اور بہت بستیاں تھیں کہ وہ سخت تھیں قوت میں بستی تیری سے جس نے نکال دیا تجھ کو ہلاک کیا ہم نے ان کو۔ پس نہ ہوا کوئی مدد دینے والا واسطے ان کے صفت اس بہشت کی کہ وعدہ دئے گئے ہیں پرہیزگار، بیچ اس کے نہریں ہیں پانی سے بن بگڑا ہوا اور نہریں ہیں دودھ کی کہ نہ بدلا گیا مزہ اس کا اور نہریں ہیں شراب کی مزہ دینے والی واسطے پینے والوں کے اور نہریں شہد صاف کئے گئے کی اور واسطے ان کے بیچ اس کے ہر طرح کے میوے اور بخشش پروردگار ان کے سے۔" (سورہ محمد آیت ۴، ۱۳، ۱۶)

(۱۴۰) محقق: اس لئے یہ قرآن خدا اور مسلمان غدر مچانے سب کو تکلیف دینے اور اپنا مطلب نکالنے والے ظالم ہیں" جیسے یہاں لکھا ہے ویسا ہی اگر دوسرا کوئی غیر مذہب والا مسلمانوں پر کرے تو مسلمانوں کو ویسا ہی دکھ جیسا اور دوں کو دیتے ہیں ہو یا نہیں اور خدا کی طرفداری دیکھیے کہ جنہوں نے محمد صاحب کو نکال دیا ان کو خدا نے ہلاک کر ڈالا۔ بھلا جس میں پاک پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں ہیں وہ دریا سے زیادہ وہ سکتا ہے؟ اور دودھ کی نہریں بھی ہو سکتی ہیں؟ کیونکہ وہ تھوڑے عرصہ میں بگڑ جاتا ہے ان باتوں کے سبب سے عقلمند لوگ قرآن کے مذہب کو نہیں مانتے۔

(۱۴۰) مدقق: کیسا بیوقوف ہے جو شیشوں کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برساتا ہے۔ ہمارے سوال کا جواب نمبر ۲ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ دودھ کے بگڑنے کے متعلق نمبر ۱۲ دیکھو۔ ہاں اتنا کہہ دینا کوئی بجا نہیں کہ یہ شکایت بجا ہے یہ نہیں کہ پنڈت جی نے آیت موصوفہ کا اردو ترجمہ بھی نہیں سمجھا ورنہ پنڈت جی یہ سوال نہ کرتے کہ۔"

"خدا کی طرفداری دیکھیے کہ جنہوں نے محمد صاحب کو نکال دیا ان کو خدا نے ہلاک کر ڈالا۔" اس لئے کہ یہ فقرہ جو اعتراض کیا ہے وہ اس بستی سے متعلق نہیں ہے جس نے پیغمبر اسلام کو نکالا تھا بلکہ وہ پہلی بستیوں کے متعلق ہے۔ سنو! الفاظ یہ ہیں:

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ
أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ

ترجمہ: "یہ بستی مکہ جس نے تم کو گھر سے نکالا بہتیری زور آور تھیں بستیاں اس سے بھی بل بوتے میں بڑھی چڑھی تھیں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر مارا اور کوئی بھی ان کی مدد کو کھڑا نہ ہوا۔"

اس لئے کہ قاعدہ نحو اخرجتك صفت ہے من قرية کی۔ مگر پنڈت جی نے اس کو اس کی خبر سمجھ لیا کیوں نہ ہو۔

لطف ہے لطف ہے املا میں میرے یار کے یار

جاہ علی سے کدرح لگتا ہے ہوز سے ہمار

تو یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں کہ جو ہستی خدا کے رسول کی ہتک عزت کر کے نکال دے وہ مستوجب ہلاکت ہو۔ مگر یہاں تو یہ مطلب ہی نہیں۔ کیا جس پاپی نے سوائی جی کو زہر دیکر مارا وہ سزا نہ پائے گا۔

(۱۳۱) ترجمہ

"جس وقت ہلائی جائے گی زمین ہلائے جانے کر اور اوڑائے جائیں گے پہاڑ اوڑائے جانے کر۔ پس ہو جائیں گے بھنگے پراگندہ۔ پس صاحب داہنی طرف کے۔ کیا ہیں صاحب داہنی طرف کے اور بائیں طرف والے کیا ہیں بائیں طرف کے۔ اوپر پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے کے ہیں۔ تکیے کئے ہوئے اوپر ان کے آمنے سامنے اور پھریں گے اوپر ان کے لڑکے ہمیشہ رہنے والے ساتھ آبخوروں کے اور آفتابوں کے پیالوں کے شراب صاف سے۔ نہیں سر دکھائے جائیں گے اس سے اور نہ بچا بولیں گے اور میوے اس قسم کے کہ پسند کریں اور گوشت جانوروں اور پرندوں کے اس قسم سے کہ چاہیں گے اور واسطے ان کے عورتیں ہیں گوری بڑی آنکھوں والیاں مانند موتیوں چھپائے ہوئے کے اور بچھونے بلند۔ تحقیق پیدا کیا ہم نے عورتوں ان کی کو پیدا کرنا۔ پس کیا ہے ہم نے ان کو باکرہ خاوندوالیاں ہم عمر واسطے داہنی طرف والوں کے۔ پس بھرنے والے ہو اس سے پیٹوں کو۔ پس قسم کھاتا ہوں میں ساتھ گرنے تاروں کے۔" (سورہ واقعہ: آیت ۴ تا ۹، ۱۵ تا ۲۳، ۳۴ تا ۳۷، ۵۳، ۵۵)

(۱۳۱) محقق:

اب دیکھئے مصنف قرآن کی کارسازی بھلا زمین تو ہلتی رہتی ہے۔ اس وقت بھی ہلتی رہے گی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصنف قرآن زمین کو ساکن جانتا تھا۔ بھلا پہاڑوں کو کیا مثل پرندے اڑائے گا؟؟ اگر بھنگے ہو جائیں گے تو پھر بھی لطیف جسم والے رہیں گے۔ تو پھر ان کا دوسرا جنم کیوں نہیں؟ واہ جی! اگر خدا مجسم نہ ہوتا تو اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف کیونکر کھڑے ہو سکتے؟ جب وہاں پلنگ سونے کی تاروں سے بنے ہوئے ہیں تو بڑھئی۔ سنار بھی وہاں رہتے ہونگے اور کھٹمل کاٹتے ہونگے اور ان کو رات کو بھی نیند

سوتے رہتے ہوں گے۔ کیا وہ تکیہ لگا کر بہشت میں بیٹھے رہتے ہیں یا کچھ کام بھی کرتے ہیں؟ اگر بیٹھے ہی رہتے ہوں گے تو ان کو غذا ہضم نہ ہونے سے وہ بیمار ہو کر جلد ہی مر بھی جاتے ہوں گی اور اگر کام کیا کرتے ہوں گے تو جیسی محنت مزدوری یہاں کرتے ہیں ویسے ہی وہاں محنت کر کے گزر کرتے ہوں گے۔ پھر یہاں سے وہاں بہشت میں زیادہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اگر وہاں لڑکے ہمیشہ رہتے ہیں تو ان کے ماں باپ بھی رہتے ہوں گے اور ساس سسر بھی ہوں گے۔ تب تو بڑا بھاری شہر بستا ہوگا اور بول و براز کی بدبو کے باعث بیماریاں بھی بہت سی ہوتی ہوں گی۔ کیونکہ جب میوے کھائیں گے۔ گلاسوں میں پانی پئیں گے اور پیالوں سے شراب پئیں گے تو کیا ان کا سر نہ دکھے گا اور کیا کوئی بے جا نہ بولے گا؟ خوب میوے اور جانوروں اور پرندوں کے گوشت بھی کھائیں گے۔ تب تو طرح طرح کی تکلیفات ہوں گی اور جب وہاں پرند اور چرند ہوں گے تو خونریزی بھی ہوتی ہوگی اور استخوان جہاں تہاں بکھری پڑی ہوں گی اور قصابوں کی دکانیں بھی ہوں گی۔ واہ کیا کہنا ہے بہشت کی تعریف کہ وہ ملک عرب سے بڑھ کر نظر آتی ہے!!! اور اگر شراب کباب پی کھا کر مست ہوتے ہیں تو حور و غلمان بھی وہاں ضرور رہنے چاہئیں۔ نہیں تو ایسے نشہ باز سر میں گرمی چڑھ جانے سے پاگل ہو جائیں گے بہت مرد عورتوں کے بیٹھنے سونے کیلئے ضروری بچھونے بڑے بڑے چاہئیں۔ جب خدا باکرہ عورتوں کو بہشت میں پیدا کرتا ہے تب ہی تو کنوارے لڑکوں کو بھی پیدا کرتا ہے۔ بھلا باکرہ عورتوں کا بیاہ تو یہاں سے امیدوار ہو کر گئے ہیں ان کے ساتھ خدا نے لکھا۔ لیکن ہمیشہ رہنے والے لڑکوں کا کسی بھی باکرہ عورت کے ساتھ بیاہ ہونا نہ لکھا تو کیا وہ بھی انہیں امیدواروں کے ساتھ مثل باکرہ عورتوں کے دیئے جائیں گے اس کا قاعدہ کچھ بھی نہ لکھا۔ یہ خدا کی بڑی بھول کیوں ہو گئی اگر ہم عمر والی سہاگن عورتیں خاوندوں کو پا کر بہشت میں رہتی ہیں تو ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں سے مردوں کی عمر دوگنی ڈھائی گنا چاہئے۔ یہ تو مسلمانوں کے بہشت کی کہانی ہے اور دوزخ والے تھوہر کے درختوں کو کھا کر پیٹ بھریں گے تو خاردار درخت بھی دوزخ میں ہوں گے اور خار بھی لگتے ہوں گے اور گرم پانی کا پینا وغیرہ دوزخ میں پائیں گے۔ قسم کا کھانا اکثر دروغ گو کا کام ہے راستبازوں کا نہیں اگر خدا ہی

قسم کھاتا ہے تو وہ بھی جھوٹ سے بری نہیں ہو سکتا۔

(۱۴۱) **مدقق:** بھولے سوامی جی! جس بات کو آدمی نہ سمجھے اس کا علاج یہ ہے کہ کسی ودوان (عالم) سے پوچھ لے نہ کہ من گھڑت سوال کرکے ودوانوں میں ذلیل ہو۔ زمین کے چلنے کا جواب نمبر ۱۰۰ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔

پنڈت جی! داہنا ہاتھ لوگوں کا مراد ہے نہ کہ خدا کا سنو! قرآن خود بتلاتا ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ

ترجمہ: "جس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پرچہ دے گا۔ وہ دوستوں سے کہے گا آؤ میرا پرچہ پڑھو۔"

تعجب ہے یہی ترجمہ سوامی جی خود نمبر ۱۳۵ میں نقل کر چکے ہیں۔ ناظرین نمبر مذکور میں زیر خط عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

کہئے آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟ ہاں خوب کہی کہ "سنار اور کمہار وغیرہ بھی ہوں گے۔"

ہاں بیشک ہوں گے لیکن کافروں ہی سے اگر یہ کام خدا لے لے تو کوئی حرج کی بات نہیں انہیں کو اس بیگار میں پھنسائے یا خدا محض اپنی قدرت سے سب سامان راحت مہیا کر دے۔ سنو!

"پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو رکھتا ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۲۳۳ باب ۷)

بہشت میں اہل بہشت مہذب عیش و عشرت کے علاوہ اوقات یاد الٰہی میں گزاریں گے۔ ہاں مجھے یاد آیا کہ جیو (روح) مکتی (نجات) پاکر پرمیشور کے اندر رہتو چلا جاتا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

"برہم (خدا) ہر جگہ بھرپور ہے اس میں مکت جیو بے روک ٹوک وگیان (معرفت) اور آنند کے ساتھ پھرتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۲ باب ۷ نمبر ۱۵)

خدا کے اندر جاتا ہے۔ خدا کوئی کوٹھا ہے یا تالاب ہے؟ جاکر وہاں بیکار بیٹھا رہتا ہوگا تو اس کا بھی جی اکتا جاتا ہوگا۔ کیا خوب سوال ہے کہ پنڈت جی بہشت کو بڑا شہر سمجھے

ہیں۔ سوامی جی! لیجئے ہم آپ کو اس کی لمبائی چوڑائی بتاتے ہیں۔ لیکن دو مینڈکوں کی گفتگو سے ہمیں خطرہ ہے۔ ایک کنوئیں میں دریا کا مینڈک آپڑا تو کنوئیں کے مینڈک نے اس سے پوچھا کہ دریا کتنا ہوتا ہے۔ وہ بولا بہت بڑا۔ کنوئیں کے مینڈک نے ایک غوطہ لگا کر کنوئیں کا نصف پاٹ تیر کر پوچھا کہ اتنا؟ وہ بولا کہ اس سے بھی زیادہ آخر کنوئیں والے مینڈک نے سارا پاٹ پورا کیا اور پوچھا کہ اتنا؟ اس نے کہا تو احمق ہے۔ دریا اتنے ہوتے ہیں؟ کنوئیں کے مینڈک نے کہا۔ تو جھوٹ بکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر پانی کہیں تمام دنیا بھر میں نہ ہوگا۔ سو اگر سوامی جی ہم پر اعتراض نہ کریں تو ہم ان کو بتلاتے ہیں۔ سنو!

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

ترجمہ "جنت کی صرف چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں جتنی ہوگی۔"

کھانا اور بول و براز کا بھی جواب یہ ہے کہ وہاں ہوتے ہی نہیں۔ کیونکہ وہاں کا قانون ہی اور ہے۔ آپ نے کسی دلیل سے اس کا رد نہیں کیا۔ سابقہ نمبروں میں مفصل جواب دیکھو۔ "بیہودہ بکواس کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوتا۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۵۰) بہشت کا مضمون کئی دفعہ ہو چکا ہے۔ گزشتہ نمبر ملاحظہ ہوں۔

(۱۴۲) ترجمہ: "تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ان لوگوں کو کہ لڑتے ہیں بیچ راہ اس کے کے۔" (سورہ صف: آیت ۴)

(۱۴۲) محقق: واہ ٹھیک ہے ایسی ایسی باتوں کی ہدایت کر کے بیچارے ملک عرب کے باشندوں کو سب سے لڑا دشمن بنا کر باہم تکلیف دلائی اور مذہب کا جھنڈا بلند کر کے لڑائی پھیلائی۔ ایسے کو کوئی عقل مند خدا کبھی نہیں مان سکتا جو قوم میں فساد پیدا کرائے۔ وہی سب کو تکلیف دہ ہوتا ہے۔

(۱۴۲) مدقق: نمبر ۲، ۳ ملاحظہ ہوں۔ سچ پوچھو تو آپ سے زیادہ کس نے فساد مچایا ہے؟ کبھی سے ویدوں کا خاتمہ کیا۔ بھلا ویدوں پر تو کوئی حق شفیع ہوگا۔ قرآن اور بائیبل سے یوں ہی منہ آنے لگے۔

(۱۴۳) ترجمہ : "اے نبی کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو کہ حلال کی خدا نے واسطے تیرے چاہتا ہے تو رضامندی بیبیوں اپنی کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ شتاب ہے پروردگار اس کا اگر طلاق دے تم کو یہ کہ بدل دیں اس کو بیبیاں بہتر تم سے مسلمان عورتیں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں۔ توبہ کرنے والیاں' عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں خاوند دیکھی ہوئیاں اور بن دیکھی ہوئیاں۔" (سورہ تحریم: آیت ۱ تا ۵)

(۱۴۳) محقق : غور سے سوچنا چاہئے کہ خدا کیا ہوا۔ محمد صاحب کے گھر کا اندرونی اور بیرونی انتظام کرنے والا ملازم ٹھیرا۔ پہلی آیت پر دو کہانیاں ہیں ایک تو یہ کہ محمد صاحب کو شہد کا شربت پسند تھا اور ان کی کئی بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک کے گھر پینے لگے تو یہ بات دوسری بیویوں کو ناگوار گزری۔ اس کے کہنے سننے کے بعد محمد صاحب قسم کھا گئے کہ ہم نہ پئیں گے۔ دوسری یہ کہ ان کی کئی بیویوں میں سے ایک کی باری تھی۔ اس کے یہاں رات کو گئے تو وہاں نہ تھی۔ اپنے باپ کے یہاں گئی تھی۔ محمد صاحب نے ایک لونڈی یعنی کنیز بلا کر پاک کیا۔ جب بیوی کو اس کی خبر ملی تو ناراض ہو گئی۔ تب محمد صاحب نے قسم کھائی کہ میں ایسا نہ کرونگا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم نے کسی سے یہ بات مت کہنی۔ بیوی نے منظور کیا کہ نہ کہوں گی۔ پھر انہوں نے دوسری بیوی سے جا کر کہا۔ اس پر یہ آیت خدا نے اتاری کہ جس چیز کو ہم نے تیرے اوپر حلال کیا۔ اس کو تو حرام کیوں کرتا ہے عقلمند لوگ غور کریں کہ بھلا کہیں خدا بھی کسی کے گھر کا فیصلہ کرتا پھرتا ہے؟ اور محمد صاحب کا چال چلن ان باتوں سے ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ جو کئی عورتوں کو رکھے وہ خدا کا عابد یا پیغمبر کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور جو ایک عورت کی طرفداری سے بے آبروئی کرے اور دوسری کی عزت کرے تو وہ طرفدار ہو کر گنہگار کیوں نہ ہو گا؟ اور جو کئی عورتوں سے بھی سیری نہ پا کر کنیزوں کے ساتھ پھنسے اس کے نزدیک شرم خوف اور دھرم کیونکر پھٹک سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے جو زانی آدمی ہیں ان کو گناہ سے ذرا شرم نہیں آتی ان کا خدا بھی محمد صاحب کی بیویوں اور پیغمبر کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے میں گویا سرپنچ (ثالث) بنا ہے۔ ایک

صاحبان عقل غور کریں کہ یہ قرآن عالم یا خدا کا بنایا ہوا ہے یا کسی جاہل خود غرض کا۔ اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب سے اوس کی کوئی بیوی ناراض ہو گئی ہوگی۔ اس پر خدا نے یہ آیت اتار کر اس کو دھمکایا ہوگا کہ اگر تو گڑبڑ کرے گی اور محمد صاحب تجھے طلاق دے دیں گے تو ان کو ان کا خدا تجھ سے اچھی بیویاں دے گا کہ جو خاوند سے نہ ملی ہوں۔ جس آدمی کو ذرا سی عقل ہے وہ غور کر سکتا ہے کہ یہ خدا کے کام ہیں یا اپنی مطلب براری کے واسطے خدا کی طرف سے محمد صاحب کہہ دیتے تھے۔ جو لوگ خدا ہی کی طرف لگاتے ہیں۔ ان کو ہم تو کیا سب عقل مند لوگ یہی کہیں گے کہ خدا کیا ٹھیرا۔ گویا محمد صاحب کے لئے بیویاں لانے والا نائی ٹھیرا۔

(۱۴۳) مدقق : احکام خانہ داری بتلانے سے خدا ملازم یا نوکر ٹھیرتا ہے تو پرمیشور کا پرمان سنو!

"اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کہاں ٹھیرے تھے اور دن تم نے کہاں بسر کیا تھا۔ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمہارا وطن کہاں ہے۔ جس طرح بیوہ عورت اپنے دیور دوسرے خاوند کے ساتھ شب باش ہوتی ہے۔ یا جس طرح بیاہا ہوا مرد اپنی بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کیلئے یکجا شب باش ہوتا ہے۔ اسی طرح تم کہاں شب باش ہوئے تھے۔" (رگوید اشٹک ۷، ادھیائے ۸، ورگ ۱۸، منتر ۲)

اور سنو!

"اے بیوہ عورت تو اپنے اصلی خاوند کے مرنے پر کسی ایسے مرد کو بطریق نیوگ خاوند قبول کر۔ جس کی بیاہتا عورت مر گئی ہو اور اس طرح اولاد پیدا کر کے سکھ حاصل کر۔" (رگوید منڈل ۱۰، سوکت ۱۸، منتر ۸)

اور سنئے!

"اے دیور دوسرے خاوند کی خدمت کرنے والی عورت اور بیاہے ہوئے خاوند کی فرمانبردار بیوی تو نیک اوصاف والی ہو تو گھر کے کاروبار میں عمدہ اصول پر عمل کر اور اپنے پالے ہوئے جانوروں کی حفاظت کر اور عمدہ کمال اور خوبی اور علم و تربیت حاصل کر کے طاقتور اولاد پیدا کر اور ہمیشہ اولاد میں مستعد رہ۔ اے نیوگ کے ذریعہ سے دوسرے کی خواہش کرنے والی تو ہمیشہ سکھ دینے والی ہو کر گھر میں ہون وغیرہ کی آگ کا استعمال اور تمام خانہ داری کے کاروبار کو دل لگا کر بڑی احتیاط سے

کرے۔" (اتھروید کانڈ ۱۴ انوواک ۲ منتر ۱۸)

سپیشل ڈیوٹی:

کی بابت بھی وید کی ہدایت سنو!

"اے انسانو! جس طرح زبان سے لذت حاصل کی جاتی ہے۔ اسی طرح پڑھی لکھی عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے خاوند کے خوبصورت اعضا کے ساتھ اپنے اعضاء کو ملائے اور ایک آرام دہ صورت میں ہو کر سر کے ساتھ سر اور منہ کے ساتھ منہ کو پاک کرے۔ اسی طرح دونوں بیوی خاوند ملاپ کیا کریں جس مرد کا ذکر صحیح سالم ہوتا ہے جو بڑے زور سے یہ فعل (جماع) کرنے والا ہو۔ اس کو چاہئے کہ وہ یہ سب کچھ ایسے طریقے سے کرے۔ جس سے نہ صرف راحت حاصل ہو بلکہ اولاد پیدا کرنے کا بھی باعث ہو۔ (یجروید باب ۱۹ منتر ۸۸)

سماجی مترو! یہ وید ہے یا کوک شاستر؟

بس اسی طرح نہیں توبہ توبہ ایسے غیر مہذب نہیں بلکہ نہایت حیا اور تہذیب سے اس آیت میں خدا نے پیغمبر صاحب کی بیویوں کو ہدایت فرمائی ہے۔

اصل یہ ہے کہ پیغمبر صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی بیوی نے شہد پینے پر کہا کہ آپ کے منہ مبارک سے بو آتی ہے چنانچہ پنڈت جی نے اس کو نقل کیا ہے اور یہی روایت بہت صحیح ہے اس پر آپ نے شہد کا پینا چھوڑ دیا اور قسم کھائی کہ آئندہ بھی نہ پیوں گا۔ مگر چونکہ نبی کا کام امت کیلئے دلیل اور سنت ہوتا ہے۔ اس لئے خطرہ تھا کہ بعد آپ کے تمام لوگ اسی طرح حلال چیزوں کو حرام کر لیں تو گویا ایک مذہبی مسئلہ بن جاتا۔ اس لئے خدا نے یہ حکم نازل فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں کی خوشی یہاں تک نہ چاہئے کہ حلال چیزوں کو حرام سمجھنے لگو۔ ہر ایک چیز کی حد ہے۔ ایسا نہ کرو۔ بلکہ اپنی قسم کا کفارہ دیکر بدستور حلال چیز کو کھاؤ پیو۔

ہاں اگر آپ کو یہ اعتراض سوجھے کہ بیویوں کی خوشی پیغمبر صاحب کو ایسی کیوں ضروری ہوئی کہ یہاں تک نوبت پہنچی تو سنو!

"جس خاندان میں عورت سے خاوند اور خاوند سے عورت اچھی طرح خوش رہتے ہیں۔ اسی خاندان میں کل خوش نصیبی اور اقبال مندی سے قیام کرتی ہے۔ جہاں جھگڑا رہتا ہے۔ وہاں بدبختی اور افلاس ڈیرہ جماتا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۳)

(باب ۱۴ نمبر ۱۳۶)

باقی تعدد ازدواج کے متعلق سوال کا جواب نمبر ۱۲۷ میں ملاحظہ ہو۔

افسوس کہ پنڈت جی کو باوجود صد تلاش کے پیغمبر صاحب کی سوانح عمری میں ایک واقعہ بھی ایسا نہ ملا جسے دانشوروں کے سامنے پیش کر سکتے۔ ہمیں بھی سوامی جی کی اس ناکامی پر افسوس ہے۔ لہٰذا ہم ان کے اور ان کی سماج کے اس غم اور افسوس میں شریک حال ہیں اور ہمدردی کرتے ہیں۔ صرف یہی ایک واقعہ ملتا ہے کہ آپ بیویاں کرتے تھے۔ جس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ آدمی تھے اور نیچرل اصول کے پابند تھے۔ قانون قدرت نے مرد کو عورت کی خواہش دی ہے۔ پنڈت جی کی طرح ہمیشہ مجرد رہ کر خلاف قانون قدرت نہیں کرتے تھے۔ اس کے متعلق مفصل بحث رسالہ "مقدس رسول" میں ملاحظہ ہو۔

(۱۳۴) ترجمہ: "اے نبی جھگڑا کر کافروں اور منافقوں سے اور سختی کر اوپر ان کے۔" (سورہ صف: آیت ۸)

(۱۳۴) محقق: دیکھئے مسلمانوں کے خدا کی کارسازی۔ دوسرے مذہب والوں سے لڑنے کیلئے پیغمبر اور مسلمانوں کو بھڑکاتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان لوگ دنگا کرنے میں کمربستہ رہتے ہیں۔ پرماتما مسلمانوں پر نظر رحم کرے کہ جس سے یہ لوگ فساد چھوڑ کر سب سے رفاقت سے برتاؤ کریں۔

(۱۳۴) مدقق: نمبر ۲، ۱۳ وغیرہ ملاحظہ ہوں ہماری بھی دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ سماجیوں کو ہدایت کرے کہ وہ اپنے گرو کی طرح دوسرے مذہب والوں کو عموماً اور رہنماؤں کو خصوصاً برا بھلا کہہ کر ملک میں فساد نہ مچائیں۔

Www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

نوٹ! پہلے تو زبانی زبانی فسادات کرتے تھے ۲۲۔۱۹۲۳ء میں تو آریوں نے ہاتھوں سے بھی فساد کئے۔ ملک میں ہر چہار طرف ان کے فسادات کی آگ بھڑک رہی ہے۔ جس پر سب سے بڑی شہادت ہندوستان کے مشہور نیک دل لیڈر مہاتما گاندھی کی ہے جو آخر کتاب ہذا کے درج ہے۔

(۱۳۵) ترجمہ :

"پھٹ جائے گا آسمان پس وہ اس دن سست ہوگا اور فرشتے ہوں گے اوپر کناروں اس کے اور اٹھائیں گے عرش رب تیرے کا اوپر اپنے اس دن آٹھ شخص اس دن روبرو لائے جاؤ گے تم نہ چھپی رہے گی تم میں سے کوئی بات چھپی ہوئی۔ پس جو کوئی دیا گیا اعمال نامہ بیچ داہنے ہاتھ اپنے کے۔ پس کہے گا سو پڑھو عمل نامہ اپنا اور جو کوئی دیا گیا عمل نامہ اپنا بیچ بائیں ہاتھ اپنے کے۔ پس کہے گا اے کاش کہ میں نہ دیا گیا ہوتا عمل نامہ اپنا۔" (سورہ حاقہ: آیت ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۳)

(۱۳۵) محقق :

واہ کیا فلاسفی اور انصاف کی بات ہے۔ بھلا آکاش (آسمان) بھی پھٹ سکتا ہے؟ کیا وہ پارچہ کے موافق ہے جو پھٹ جائے؟؟ اگر اجرام فلکی کو آسمان کہتے ہیں تو یہ بات علم کے خلاف ہے۔ اب قرآن کے خدا کے مجسم ہونے میں کوئی شک نہ رہا کیونکہ عرش پر بیٹھنا۔ آٹھ کہاروں سے اٹھوانا بغیر مجسم کے کبھی نہیں ہو سکتا اور سامنے یا پیچھے بھی آنا جانا مجسم ہی کا ہو سکتا ہے۔ جب وہ مجسم ہے تو محدود المکان ہونے سے ہمہ دان محیط کل قادر مطلق نہیں ہو سکتا اور سب روحوں سے اعمال بھی نہیں جان سکتا۔ تعجب کی بات ہے کہ شریف لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دینا پڑھوانا بہشت میں بھیجنا اور بدکاروں کے بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ کا دینا۔ دوزخ میں بھیجنا اور اعمالنامہ پڑھ کر انصاف کرنا بھلا یہ کام ہمہ دان کا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب کارروائی لڑکپن کی ہے۔

(۱۳۵) مدقق :

آسمان کا جواب نمبر ۷، ۸۸ اور ۱۲۹ میں ہو چکا ہے۔ عرش اٹھانا مجاز اور استعارہ ہے اظہار جلالت و عظمت الٰہی ہے نہ یہ کہ خدا عرش پر یوں بیٹھا ہوگا۔ جیسا کوئی راجہ پالکی میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اور پالکی کہاروں نے اٹھائی ہوتی ہے بلکہ آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حکومت اور جلالت خداوندی کا وہ عالم ہوگا کہ کوئی کسی سے بول نہ سکے گا۔ نہ مدد لے سکے گا چنانچہ اس سے آگے کے لفظوں میں فرمایا ہے۔ جن کو آپ نے بھی نقل کیا ہے کہ اس دن سب دربار الٰہی میں حاضر ہوں گے کوئی ان کی کرتوت نیک و بد چھپی نہ رہے گی اور مارے

خوف کے سبب دم بخود ہوں گے سنو قرآن شریف بتلاتا ہے۔

﴿ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴾

ترجمہ "سب آوازیں پست ہو جائیں گی۔ ایسی کہ بجز پاؤں کی آہٹ کے کچھ سننے میں نہ آئے گا۔"

ہماری اس توجیہ پر آپ بھومکا صفحہ ۱۰ پر دستخط کر آئے ہیں کہ۔

"جہاں معنی میں غیر امکان ہو وہاں استعارہ جائز ہوتا ہے۔"

مگر افسوس کہ ان اصولوں سے آپ ہمیشہ اپنا ہی فائدہ لیا کرتے ہیں دوسروں کا نہیں کہ جہاں وید خدا کے اعضا بتلائے وہاں تو آپ اسی اصول سے تاویل کر جائیں۔ (دیکھو ستیارتھ مندرجہ جواب نمبر ۱۲۹) اور جہاں قرآن یا اور کتاب اس قسم کے استعارے بولے خواہ وہاں قرائن بھی کئی قسم کے ہوں وہاں پر سارا اساد ھو پنا گنگا میں ڈبو کر ننگے ہو بیٹھیں اور آئیں بائیں شائیں مارنی شروع کر دیں۔ کہا ہے! سنو!

آنچہ بخود نہ پسندی بہ دیگراں مپسند

دائیں بائیں ہاتھ میں اعمالنامہ ملنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا یا طرف معمولی تمسخر سے کام لیا ہے اس لئے بحکم ستیارتھ باب ۱۰ نمبر ۳ صفحہ ۱۳۵۰ اور نیز نمواے

جواب جاہلاں باشد خموشی
ہماری طرف سے جواب خاموشی

ہاں اتنا ضرور بتلاتے ہیں کہ اعمال نامہ لوگوں کی تسلی کیلئے ہوں گے خدا کو ان کی ضرورت نہیں۔ سنو! قرآن نے خود بتلایا ہے۔

اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا

ترجمہ "لوگو! اپنا نامہ پڑھ لو تم خود ہی حساب کرنے کو کافی ہو۔"

(۱۳۶) ترجمہ:

چڑھتے ہیں فرشتے اور روح طرف اس کی وہ عذاب ہوگا بیچ اس دن کے کہ تھی مقدار اس کی پچاس ہزار برس کی۔ جس دن نکلیں گے قبروں میں سے دوڑتے ہوئے گویا کہ وہ طرف بتوں کے مکانوں کے دوڑتے ہیں۔" (سورہ معارج: آیت ۴-۴۳)

(۱۳۶) محقق: اگر پچاس ہزار برس کے دن کا اندازہ ہے تو پچاس ہزار برس کی رات کیوں نہیں۔ اگر اتنی بڑی رات نہیں ہے تو اتنا بڑا دن بھی نہیں ہو سکتا۔ کیا پچاس ہزار برس تک خدا۔ فرشتے اور اعمالنامہ والے کھڑے یا بیٹھے یا جاگتے ہی ہونگے۔ اگر ایسا ہے تو بیمار ہو کر مر بھی جائیں گے۔ کیا قبروں سے نکل کر خدا کی کچہری کی طرف دوڑیں گے۔ ان کے پاس سمن قبروں میں کیونکر پہنچیں گے؟ اور ان بیچاروں کو جو کہ نیک کردار یا بد کردار ہیں۔ اتنی مدت تک قبروں میں دورہ سپرد کیوں رکھا؟ اور آجکل خدا کی کچہری بند ہوگی اور خدا اور فرشتے نکمے بیٹھے ہونگے؟ یا کچھ کام کرتے ہونگے۔ اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھے ادھر ادھر گھومتے سوتے ناچ تماشہ دیکھتے اور عیش و عشرت کرتے ہونگے۔ ایسا اندھیر کسی سلطنت میں نہ ہوگا۔ ایسی ایسی باتوں کو سوائے وحشی لوگوں کے دوسرا کون مانے گا؟

(۱۳۶) مدقق: جی تو چاہتا تھا کہ پنڈت جی کی آریا سماج ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۵۰، باب ۱۰ پر عمل کریں مگر اپنے ناظرین کی خاطر نمبر ۱۲۵ کا حوالہ دیتے ہیں۔

ہاں یہ بات قابل اظہار ہے کہ سوامی جی کا منقولہ ترجمہ گو مترجم قرآن میں ہے۔ مگر وہ ذرا سی اصلاح یا وضاحت طلب ہے اور لفظ "تھی" "ٹھیک نہیں" ہے "درست ہے۔ مترجم صاحب نے بھی غلطی نہیں کی کیونکہ "تھی" جس لفظ کا ترجمہ ہے وہ "کان" ہے کان کے معنی کبھی تو مرادف "بود" کے ہوتے ہیں۔ اس وقت اس کا ترجمہ "تھی" یا "تھا" ہوا کرتا ہے اور کبھی "ہست" کے مرادف ہوتا ہے اس وقت اس کے معنی "ہے" کے ہوتے ہیں۔ جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا (اللہ علیم ہے) اسی طرح نمبر ۱۲۵ میں بھی "تھی" صحیح نہیں "ہے" صحیح ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی ترجمہ میں ہست اور شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو ترجمہ میں "ہے" لکھا ہے سوامی جی کو اور نیز ہم کو تو ضروری ہے کہ موقع و محل مناسب اور آگے پیچھے کو دیکھ بھال کر معنی کیا کریں۔ ورنہ بھوہ کا صفحہ ۵۲ والا فتوی جڑا جائے گا۔ پس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ

فرشتے اور روح یعنی جبرئیل اللہ کی طرف چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے تشریح نمبر ۱۲۵ میں دیکھو۔

(۱۴۷ ترجمہ: "اور تحقیق پیدا کیا تم کو طرح طرح سے کیا نہیں دیکھا تم نے کیوں کر پیدا کیا اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے اور کیا چاند کو بیچ اس کے روشن اور کیا سورج کو چراغ۔" (سورہ نوح: آیت ۱۴، ۱۵، ۱۶)

(۱۴۷ محقق: اور روحوں کو خدا نے پیدا کیا ہے تو وہ ازلی غیر فانی نہیں ہو سکتیں؟ پھر بہشت میں ہمیشہ کیونکر رہ سکیں گی؟ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ ضرور فنا ہو جانے والی ہے۔ آسمان (اکاش) کو اوپر نیچے کیونکر بنا سکتا ہے؟ کیونکہ وہ بے شکل اور محیط شے ہے۔ اگر دوسری چیز کا نام آسمان (اکاش) رکھتے ہو۔ تو بھی اس کا نام آسمان رکھنا بے معنی ہے۔ اگر اوپر تلے آسمان کو بنایا ہے تو ان سب کے بیچ میں چاند سورج بھی نہیں رہ سکتے۔ اگر بیچ میں رکھا جائے تو ایک اوپر اور ایک نیچے کی چیز ہی روشن رہے۔ دوسرے سے لیکر باقی سب میں تاریکی رہنی چاہیے۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا اس واسطے یہ بات بالکل جھوٹی ہے۔

(۱۴۷ مدقق: بیشک آسمان ایک مجسم چیز ہے۔ جسمیت کا بیان نمبر ۱۸۸ اور ۱۴۹ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ نیچے اوپر اس طرح ہیں جس طرح بلور پر بلور رکھا جائے۔ ہاں یہ خوب کہی کہ اگر چاند سورج بیچ میں رکھے جائیں تو اوپر اندھیرا ہو گا۔ کیا ہی خوب منطق ہے۔ بھلا پنڈت جی! اگر ہم آسمانوں کو بلور کے تختوں کی طرح شفاف جسم مانیں اور ان سب سے اوپر چاند سورج کو گڑا ہوا سمجھیں تو کیا خرابی؟ بتلایئے چوتھے اصول کو یاد رکھ کر بتلایئے۔ لیجئے ہم یہ بھی نہیں کہتے بلکہ ہم حکمائے یونان کا مذہب لیتے ہیں۔ جس کے لینے کی ہمیں کوئی خاص ضرورت نہیں کہ چاند فلک اول پر ہے اور سورج فلک رابع پر ہے۔ مگر چونکہ وہ لوگوے یا گیند کی طرح ہیں جس کا رخ کسی خاص طرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ پنڈت جی نمبر ۱۵۲ میں مانتے ہیں کہ سورج گول کرہ ہے اس لئے اوپر بھی روشنی ہے اور نیچے بھی۔

سماجیو! اگر آزمانا چاہو تو کپڑے کا ایک گولہ بناؤ اور لوہے کی تار میں باندھ کر چھت سے لٹکاؤ اور اس پر تیل ڈال کر آگ لگا دو اور ستیارتھ پرکاش کو ہاتھ میں لے کر دو

جب اس کے جلنے سے چاروں طرف اوپر اور نیچے تمام روشنی ہو تو جو کچھ اس وقت ہاتھ میں لئے ہو۔ اس میں جھونک دو اور ہمیں اس ماجرا کا ایک اطلاعی کارڈ لکھو۔

بیشک روحیں خدا کی پیدائش ہیں۔ اگر وہ چاہے تو فنا کر سکتا ہے۔ لیکن خدا اگر کسی مخلوق کو ہمیشہ کیلئے رکھنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ مخلوق کی ابتدا ہونی تو ضرور ہے۔ کیونکہ اس کا وصف مخلوقیت ہی اس کے حدوث کو مستلزم ہے۔ مگر فنا ضروری نہیں۔ ہاں قابل فنا بیشک ہے اگر فاعل چاہے تو فنا کر دے۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان خدا تعالیٰ کو مخلوق کیلئے صرف علت موجدہ ہی نہیں بلکہ علت موجدہ و مثبتہ دونوں کہتے ہیں جیسے چراغ روشنی کے لئے سنو! قرآن اس باریک مسئلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ غور سے سنو! اینٹ کی نہیں بلکہ پتھر کی عینک لگا کر پڑھو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ

ترجمہ: "بے شک خدا آسمانوں اور زمینوں کو تباہ ہونے سے تھامے ہوئے ہے۔ اگر وہ فنا ہونے لگیں تو اس کے سوا انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔"

کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کو صرف علت موجدہ ہی کہا جائے تو لازم آئے گا کہ اس وقت بعد وجود پذیر ہونے مخلوقات کے خدا کی کوئی حاجت نہ ہو۔ جیسے کپڑے کو بعد تیار ہونے کے درزی کی حاجت نہیں ہوتی یا بندوق کی گولی کو بعد چلا دینے بندوقچی کے بندوقچی کی حاجت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر گولی چلانے کے بعد فوراً بندوقچی مر جائے تو بھی گولی کی حرکت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ حالانکہ ان معنی سے نہ صرف قرآن اور وید (دیکھو منتر یجروید مندرجہ نمبر ۲۰ و نمبر ۱۵۲) مخالف ہیں۔ عقلی دلائل بھی اس کے مکذب ہیں۔ پس علت مثبتہ کے ہوتے ہوئے معلول کا فنا ایسا اختیاری نہیں ہوتا کہ خواہ مخواہ گو علت اس کو بحال بھی رکھنا چاہے تو بھی وہ فنا ہو تا جائے۔ پس روحوں کو یا جن چیزوں کو خدا فنا نہیں کرنا چاہے گا۔ ان کا فنا ہونا ضروری نہیں بلکہ عدم فنا ضروری ہے۔

(۱۳۸) ترجمہ: "اور یہ کہ مسجدیں واسطے اللہ کے ہیں پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو۔" (سورہ جن: آیت ۱۸)

(۱۴۸) **محقق :** اگر یہ بات راست ہے تو مسلمان لوگ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اس کلمہ میں
خدا کے ساتھ محمد صاحب کو کیوں پکارتے ہیں؟ یہ بات قرآن کے برخلاف ہے اور جو خلاف نہیں کرتے تو اس بات کو جھوٹ ٹھہراتے ہیں۔ جب مسجد میں خدا کے گھر ہیں تو مسلمان بڑے بت پرست ہوئے۔ کیونکہ جیسے پرانی جینی چھوٹے سے بت کو خدا کا گھر ماننے سے بت پرست ٹھہرتے ہیں تو یہ لوگ کیوں نہیں؟

(۱۴۸) **مدقق :** سوامی جی کو شرک سے نفرت ہے۔ ہندو زادہ ہو کر ایسی نفرت غنیمت ہے۔

ہر کہ دم زعشق زند بس غنیمت است

پنڈت جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ پکارنے اور تصدیق کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ سوامی جی پکارنا ایسا ہوتا ہے۔ جیسے آپ کے بھائی ہندو کہا کرتے ہیں۔ اے ڈنڈوت۔ اے راجچندر جی مہاراج سماجی پاپیوں کا شٹ کرو جو ہمارے اوتاروں کو پانی پی پی کر کوستے ہیں۔ اور تصدیق اسے کہتے ہیں جیسے آریہ سماجی آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ سوامی جی مہاراج بڑے ودوان ہیں۔ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ سماجیو! ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے بتلاؤ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ملاپ قسم ثانی سے ہے۔ جس کو آپ کے گرو جی مہرشی قسم اول سمجھتے ہیں۔ بس تمہی ان کی داد دو۔ باقی جواب نمبر ۲۱، ۵۳ اور ۵۵ میں ملاحظہ ہو۔

ہاں یہ بات بھی سماجیوں سے قابل دریافت ہے کہ مسجدوں کو خدا کا گھر کہنا کس آیت کا ترجمہ ہے۔ پنڈت جی کے منقولہ ترجمہ پر غور کرو۔ کہیں مسجدوں کو بیت اللہ لکھا ہو تو ہمیں اطلاع دو ہاں ہم مسلمان مسجدوں کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ مگر آپ تو قرآن پر معترض ہیں ہم پر نہیں جیسے کہ دیباچہ باب نمبر ۱۴ میں لکھ آئے ہیں۔ پیچھے ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ بیت اور اللہ کے درمیان مضاف محذوف ہے یعنی بیت عبادۃ اللہ علم ہوتا سمجھو یا نمبر ۲۱ دیکھو۔

(۱۴۹) **ترجمہ :** "اکٹھا کیا جائے گا سورج اور چاند۔" (سورۂ قیامۃ

آیت ۸)

(۱۴۹) محقق : بھلا سورج اور چاند بھی اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ دیکھئے یہ کتنی بھاری بے عقلی کی بات ہے اور سورج چاند کے اکٹھا کرنے میں کیا مطلب تھا اور دیگر سب اجرام فلکی کو اکٹھا نہ کرنے میں کیا دلیل ہے؟ ایسی ایسی ناممکن باتیں خدا کی بنائی ہوئی کبھی ہو سکتی ہیں۔ سوائے جاہلوں کے اور کسی عالم کی بھی نہیں ہو سکتیں۔

(۱۴۹) مدقق : سوامی جی! بے دلیل کہنے کے تو ایسے مشاق ہیں کہ ماشاء اللہ ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ پنڈت جی! میدان مناظرہ بے سماج مندر نہیں جو جی میں آیا کہہ دیا۔

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں سر جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

سماجیو! پنڈت جی سے دلیل رہ گئی ہو تو تم ہی بتلاؤ کہ چاند سورج کے جمع نہ ہو سکنے کی کیا دلیل ہے۔ چاند اور سورج کے جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان کو بے نور کر کے حرکت سے روک دیا جائے گا کیونکہ جنت میں سورج چاند کی ضرورت نہ ہو گی۔ سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے۔ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا (یعنی جنت میں نہ تو سورج دیکھیں گے اور نہ اس کے نہ ہونے سے سردی پائیں گے) اگر خلاف قانون قدرت کا شبہ ہو تو نمبر ۱۳۹ ملاحظہ ہو۔

(۱۵۰) ترجمہ : "اور پھریں گے اوپر ان کے لڑکے ہمیشہ رہنے والے جس وقت دیکھے گا تو ان کو گمان کریگا تو ان کو موتی بکھرے ہوئی اور پہنائے جائیں گے کنگن چاندی کے اور پلائے گا ان کو رب ان کا شراب پاکیزہ۔" (سورہ دہر: آیت ۱۹، ۲۱)

(۱۵۰) محقق : کیوں جی موتی کے رنگ والے لڑکے کس لئے وہاں رکھے جاتے ہیں۔ کیا جوان لوگ ان کی خدمت یا عورتیں ان کی سیری نہیں کر سکتیں؟ کیا تعجب کی بات ہے کہ جو یہ سب سے برا فعل

لوگوں کے ساتھ بد معاشی کا کرنا ہے اس کی بنیاد یہی قرآن کا قول ہو اور بہشت میں خادم مخدوم یعنی آقا و ملازم ہونے سے آقا کو آرام اور نوکر کو محنت ہونے سے دکھ اور طرفداری کیوں پائی جاتی ہے؟ اور جب خدا ہی شراب پلائے گا تو وہ بھی خدمتگار کی مانند ٹھہرے گا پھر خدا کی عظمت کیونکر رہ سکے گی؟ اور وہاں بہشت میں مرد عورت کے ہم بستر ہونے سے قیام حمل اور لڑکے بالے بھی ہوتے ہیں تو وہ روحیں کہاں سے آئیں؟ اور بلا خدا کی عبادت کے بہشت میں کیوں پیدا ہوئیں؟ اگر پیدا ہوئیں تو ان کو بلا ایمان لانے اور خدا کی عبادت کرنے کے کیونکر مفت مل گیا؟ بعض بیچاروں کو ایمان لانے سے اور بعض کو بلا دھرم کئے کے سکھ مل جائے اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہو گی؟

(۱۵۰) مدقق : حق ہے۔

كُلُّ إِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ

ترجمہ "ہر برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔" (مقولہ عربی)

آج معلوم ہوا کہ سوامی جی تجرد میں کیسی گزارتے تھے۔ سادھو! کہو جی کون دھرم ہے؟

پنڈت جی! یہ بچے تو وہی جنتیوں کی نابالغ اولاد ہو گی چنانچہ دوسری آیت میں غِلْمَانٌ لَّهُمْ کا لفظ ہے یعنی انہیں کے بچے ان کے پاس پھریں گے۔ اس پر اگر آپ یہ کہیں کہ جنت میں بے عمل کیوں جائیں گے تو سنئے! جنت ان لوگوں کیلئے ہے جو کفر شرک میں نہ مرے ہوں۔ سنو!

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ "خدا نے کافروں مشرکوں پر جنت کو حرام کیا ہے۔"

بیچارے نابالغ بچوں کو تو اس امر کی خبر بھی نہیں کہ شرک کفر کیا ہوتا ہے اس لئے وہ جنت میں جانے سے روکے نہیں جائیں گے۔ چاہے کسی کافر بلکہ کسی سماجی کی اولاد نابالغ بھی کیوں نہ ہو یہ ویدک مت نہیں ہے کہ چار سال کے مسلمان بچے کے ہاتھ سے بھی نہ

کہا جائے۔

شراب پلانے کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے حکم سے پئیں گے۔ افسوس کہ آپ اس امر سے بھی آگاہ نہیں کہ "جہاں معنی میں غیر امکان ہو۔ وہاں مجاز ہوتا ہے۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

بیشک مرد عورت اگر چاہیں گے تو ان کے دل بہلانے کو خدا اولاد بھی عنایت کریگا۔ حدیث شریف سے یہ مضمون پایا جاتا ہے اور قرآن میں یوں ہے۔ سنو!

لَهُمْ مَا يَشَاءُ وْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ

ترجمہ "ان جنتیوں کو جو چاہیں گے ملے گا۔"

(۱۵۱) ترجمہ : "بدلا دیئے جائیں گے موافق اعمال کے اور پیالے بھرے ہوئے ہیں اس دن کھڑی ہونگی روحیں اور فرشتے صف باندھ کر۔" (سورہ نباء: آیت ۲۵، ۳۴، ۳۶)

(۱۵۱) محقق : اگر اعمال کے مطابق ثمرہ دیا جاتا تو ہمیشہ بہشت میں رہنے والی حوروں۔ فرشتے اور موتی کی مانند لڑکوں کو کس عمل کے بدلے ہمیشہ کیلئے بہشت ملا؟ جب پیالے بھر بھر کر شراب پئیں گے تو مست ہو کر کیوں نہ لڑیں گے۔ یہاں روح ایک فرشتے کا نام ہے جو سب فرشتوں سے بڑا ہے کیا خدا روح یا فرشتوں کو صف باندھ کر کھڑے کر کے پلٹن باندھے گا؟ کیا پلٹن سے سب روحوں کو سزا دلا دیگا؟ اور خدا اس وقت کھڑا ہو گا یا بیٹھا؟؟ اگر قیامت تک خدا اپنی پلٹنیں جمع کر کے شیطان کو پکڑے تو اس کی سلطنت بے خوف و خطر ہو جائے کیا اس کا نام خدائی ہے۔

(۱۵۱) مدقق : نمبر ۱۵۰ میں ہم بتلا آئے ہیں کہ جنت ان لوگوں کیلئے ہے جو شرک اور کفر سے بچے ہونگے۔ پس فرشتوں اور حوروں کو اسی کے بدلہ میں کہ انہوں نے شرک کفر نہیں کیا تھا جنت ملی کی صف باندھ کر اس غرض سے ہونگے کہ جس کافر کو جہنم میں ڈالنے کی بابت حکم ہو۔ فوراً تعمیل کی جائے۔ شیطان کو تو پکڑ لیتا۔ مگر مذہبی امور میں خدا کسی پر جبر نہیں کیا کرتا۔ علاوہ اس کے

چونکہ ستیارتھ پرکاش کے بننے سے شیطان بیکار ہے۔ اس لئے اس کا کچھ نا چیز ان مفید نہیں رہا۔ باقی جواب نمبر ۳۲ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۵۲) ترجمہ : "جس وقت کہ سورج لپٹا جائے اور جس وقت کہ تارے گدلے ہو جائیں اور جس وقت کہ پہاڑ چلائے جائیں اور جس وقت کہ آسمان کی کھال اتاری جائے۔" (سورہ تکویر: آیت ۲،۳،۱۱)

(۱۵۲) محقق : یہ بڑی نادانی کی بات ہے کہ گول سورج کا کرہ لپیٹا جائے گا اور تارے گدلے کیونکر ہو سکیں گے؟ اور پہاڑ بے جان ہونے سے کیونکر چلیں گے؟ اور آسمان کو کیا حیوان سمجھا کہ اس کی کھال نکالی جائے گی۔ یہ بڑی نادانی اور جنگلی پن کی بات ہے۔

(۱۵۲) مدقق : سورج کے لپیٹے جانے سے یہ مطلب ہے کہ بے نور ہو جائے گا اور جب وہ بے نور ہو گیا تو ستارے جو اسی سے فیضیاب ہیں خود بخود گدلے ہو جائیں گے۔

آسمان کی کھال اتارنے سے یہ مطلب ہے کہ پھٹ کر سرخی مائل ہو جائے گا جو قرآن شریف خود بتلاتا ہے۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ

ترجمہ "آسمان پھٹ کر سرخ رنگ گلاب کی طرح ہو جائے گا۔"

"گو مضمون صاف ہے مگر "ناپاک باطن والوں کو علم کہاں؟"۔" (بجو مکا صفحہ ۵۲)

(۱۵۳) ترجمہ : "جس وقت کہ آسمان پھٹ جائے اور جس وقت تارے جھڑ جائیں اور جس وقت کہ دریا چیرے جائیں اور جس وقت کہ قبریں زندہ کر کے اٹھائی جائیں۔" (سورہ انفطار: آیت ۱ تا ۴)

(۱۵۳) محقق : واہ جی قرآن کے مصنف فلاسفر! آکاش (آسمان) کو

کیونکر کوئی پھاڑ سکے گا اور تاروں کو کیونکر جھاڑ سکے اور دریا کیا لکڑی ہے جو چیر ڈالے گا اور قبریں کیا مردے ہیں جو زندہ کر سکے گا؟ یہ سب باتیں لڑکوں کی باتوں کی مانند ہیں۔

(۱۵۳) مدقق : آسمان چونکہ جسم ہے (دیکھو نمبر ۷، ۸۸ اور ۱۲۹ وغیرہ) اس لئے اس کا پھٹنا ممکن ہے تاروں کے جھڑنے سے وہی مراد ہے کہ تمام زمین پر پانی ہو جائے گا۔ چنانچہ آجکل کے فلاسفر بھی اس بات کے قائل ہیں کہ زمین سکڑتی جاتی ہے اور سمندر کناروں سے بڑھتا چلا آتا ہے۔ یہ تینوں واقعات تو اس وقت کے ہیں جو قیامت کا حصہ اول ہے۔ جس کو "فنا" یا "پرلے" کہتے ہیں۔ چوتھا واقعہ یعنی قبر والوں کا اٹھنا اس وقت کا واقعہ ہے جس کو محشر یعنی اصل قیامت کہتے ہیں۔

پنڈت جی! قبروں کے اٹھنے سے مراد ہے قبر والوں کا اٹھنا کیونکہ

"اگر کوئی کہے کہ مچان بولتے ہیں تو یہاں یہ مراد بھی جائے گی کہ مچان پر بیٹھے ہوئے انسان بولتے ہیں۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

ساجیو! یہی سوامی جی کی سمجھ اور دیانت ہے؟ کہ حذف مضاف بھی نہیں سمجھتے بلکہ اپنی تصنیف بھومکا بھی بھول جاتے ہیں۔

(۱۵۴) ترجمہ : "قسم ہے آسمان برجوں والے کی۔ بلکہ وہ قرآن ہے بزرگ بیچ لوح محفوظ کے۔" (سورہ بروج: آیت ۱-۲۱)

(۱۵۴) محقق : اس مصنف قرآن نے جغرافیہ اور علم ہیئت کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ نہیں تو آسمان کو قلعہ کی مانند برجوں والا کیوں کہتا؟ اگر حمل وغیرہ برجوں کو برج کہتا ہے۔ تو اور برج کیوں نہیں ہیں؟ اس لئے یہ برج نہیں ہیں۔ بلکہ سب تارے لوک یعنی کرے ہیں۔ کیا قرآن خدا کے پاس ہے؟ اگر یہ قرآن اس کا تصنیف شدہ ہے تو خدا بھی علم و دلیل سے خارج لاعلم ہو گا۔

(۱۵۴) مدقق : قربان ایسی سمجھ پر سوامی جی! بروج سے سیاروں کی منزلیں ہیں جیسے قرآن خود بتلاتا ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ

ترجمہ "چاند کیلئے ہم (خدا) نے منزلیں بنائی ہیں (انھیں میں پھر کر پھرتا کھجی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔"

کیا چاند اور دیگر سیاروں کی منزلیں نہیں ہیں؟ ہاں ہم یہ نہیں سمجھے کہ پنڈت جی کیا کہتے ہیں کہ "اگر حمل وغیرہ برجوں کو برج کہتا ہے تو اور برج کیوں نہیں۔" کوئی سامی دوست اس کا مطلب ہمیں سمجھاوے تو ہم مشکور ہونگے اور ایک نسخہ اسی کتاب کا انکی نذر کریں گے۔ ہمیں تو بے ادبی معاف دیوانے کی سی بڑ معلوم ہوتی ہے۔

ہاں سوامی جی قرآن خدا کے پاس سے ہے اور اس کے پاس ہے سنو! پرمیشور پرمان دیتا ہے۔

"جس لازوال اعلیٰ واشرف اور آکاش کی مانند محیط کل پرمیشور میں رگ وغیرہ چاروں وید قائم ہیں۔ اس کو ہم جاننا چاہیے۔" (رگ وید منڈل ۱ سوکت ۱۶۴ منتر ۳۹)

اسی طرح قرآن کو ہم مانتے ہیں۔ علمی طریق سے سمجھنا چاہو تو سنو!

قرآن مجید کلام الٰہی ازلی کلام ہے۔ جیسے آپ وید کی نسبت کہتے ہیں۔

(۱۵۵) ترجمہ :

"تحقیق وہ مکر کرتے ہیں ایک مکر اور میں بھی مکر کرتا ہوں ایک مکر۔" (سورہ طارق: آیت ۱۵، ۱۶)

(۱۵۵) محقق :

مکر کہتے ہیں ٹھگ پنے کو کیا خدا بھی ٹھگ ہے؟ اور کیا چوری کا جواب چوری اور جھوٹ کا جواب جھوٹ ہے؟ کیا کوئی چور کسی آدمی کے گھر میں چوری کرے تو بھلے آدمی کو بھی چاہیے کہ اس کے گھر میں جا کر چوری کرے؟ واہ! واہ! قرآن کے مصنف۔

(۱۵۵) مدقق :

برہمن ہو کر گائے کے گوشت کا بھاؤ پوچھے۔ وہی مثال پنڈت جی کی ہندو زادے ہو کر عربی لفظ کی تحقیق "مکر" کی تحقیق نمبر ۵۰ میں ہو چکی ہے۔

پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل (عربی) سے واقف نہیں اور (قرآن) کے رد کا ٹھیکہ (تکذیب جلد ۱ صفحہ ۸۶)

(۱۵۶) ترجمہ : "اور آئے گا پروردگار تیرا اور فرشتے صف باندھ کر اور لائے جائیں گے اس دن دوزخ۔" (سورہ فجر: آیت ۲۱، ۲۲)

(۱۵۶) محقق : کوئی جیسے کوتوال و سپہ سالار اپنی فوج کو لیکر صف باندھ کر پھرا کرتے ہیں ویسا ہی ان کا خدا کرتا ہے؟ کیا دوزخ کو گھری کی مانند سمجھا ہے کہ جس کو اٹھا کر جہاں چاہیں وہاں لیجائیں اگر دوزخ اتنا چھوٹا ہے تو بیشمار قیدی اس میں کیونکر سما سکیں گے؟

(۱۵۶) مدقق : بھلے آدمی کا کام ہے کہ جس کلام کو نہ سمجھے وہ پوچھ لے۔ کیونکہ بہت سے کلام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا ظاہری ترجمہ سن کر معنی سمجھ لینے کافی نہیں ہوتے۔ (بھومکا صفحہ ۵۲)

پس آیت کے معنی ہیں کہ خدا کا حکم پہنچتے ہی تمام ملائکہ صف باندھے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے کہ جو حکم ہو تعمیل ارشاد کی جائے اور دوزخ کو بھی خوب تپایا جائے گا تو مطلب صاف ہے۔ مگر

"ناپاک باطن والے جاہلوں کو علم کہاں؟" (بھومکا صفحہ ۵۲)

(۱۵۷) ترجمہ : "پس کہا تھا واسطے ان کے پیغمبر خدا کے نے محافظت کرو اونٹنی خدا کی کو اور دریا نی پلانا اس کو۔ پس جھٹلایا اس کو۔ پس پاؤں کاٹے اس کے پس ہلاکی ڈالی اوپر ان کے رب ان کے نے۔" (سورہ شمس: آیت ۱۳، ۱۴)

(۱۵۷) محقق : کیا خدا بھی اونٹنی پر چڑھ کر سیر کرتا ہے؟ نہیں تو کس واسطے رکھی ہے؟ اور بلا قیامت کے اپنا عہد توڑ ان پر وبا کیوں ڈالی؟ اگر ڈالی تو ان کو سزا دی پھر قیامت کی رات میں انصاف کا کرنا اور اس رات کا ہونا جھوٹ سمجھا جائے گا۔ اس اونٹنی کی تحریر سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ ملک عرب میں اونٹ اونٹنی کے سوائے دوسری سواری کم ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک عرب کے رہنے والے نے یہ قرآن بنایا ہے۔ (ست پچیں ماراج)

(۱۵۷) مدقق : اونٹنی کا جواب نمبر ۱۹ میں ہو چکا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ کبھی کبھی بدکاروں کو دنیا میں بھی سزا دیا کرتا ہے اور آخرت میں بھی دیتا ہے اور دیگا۔ جیسا کہ آریہ ورت کے ہندوؤں کو غازی محمود غزنوی مرحوم کے ہاتھ سے دنیا میں شکست دلائی اور پرلوک میں بھی کچھ بنائے گا۔ چنانچہ آپ نے بھی اس مضمون کو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۹۸ باب ۸ میں ادا کیا ہے۔

(۱۵۸) ترجمہ : "یوں اگر نہ باز رہے گا البتہ گھسیٹیں گے ہم اس کو ساتھ پیشانی کے وہ پیشانی کہ جھوٹی ہے خطاکار۔ ہم بلائیں گے فرشتوں دوزخ کے کو۔" (سورہ علق۔ آیت ۱۳، ۱۴، ۱۶)

(۱۵۸) محقق : اس ذلیل چپراسیوں کے گھسیٹنے کے کام سے بھی خدا نہ بچا! بھلا پیشانی بھی کبھی جھوٹی اور قصوروار ہو سکتی ہے؟ سوائے روح کے۔ یہ بھی خدا ہو سکتا ہے کہ جو جیل خانہ کے داروغہ کو طلب کرے؟

(۱۵۸) مدقق : "تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست"

"ہائے کیسا پاپی ہے وہ شخص جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کرتا ہے اور مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو زائل کر لیتا ہے۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

• پنڈت جی کو خدائی کاموں میں ہمیشہ شبہ رہتا ہے یہی سمجھتے ہیں کہ خدا خود ہی آکر اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ چنانچہ سابقہ نمبروں میں ناظرین یہی سنتے آئے ہیں۔ اگر مزید ثبوت اس بات کا لینا ہو تو نمبر ۵۳ میں خصوصاً سوال نمبر ۱۳ کی جو عبارت ہم نے نقل کی ہے ملاحظہ کریں۔ افسوس سوامی جی کو خبر نہیں کہ:

"پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں۔ لیکن محیط کل ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سرعت ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۳ سمولاس ۷ نمبر ۳۶)

پس سوامی جی اور ان کے چیلے چانٹے خود ہی بتلائیں کہ خدا اگر کسی فعل کو اپنی

طرف نسبت کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے؟

ستیارتھ وید بتاتا ہے۔

"پہلے اگنی عالم سے پہلے پرمیشور اس پیدا شدہ عالم کا ایک بے عدیل مالک یا محافظ تھا۔ اس نے زمین سے لیکر اکاش (آسمان) تک تمام کائنات کو بنایا اور وہی اس کو قائم رکھتا ہے۔" (رگ وید [illegible] ۸ ادھیائے ۷ ورگ ۳ منترا)

کون ایسا پاپی ناستک (دہریہ) ہے جو اس پاکیزہ کلام مندرجہ وید پر اعتراض کرے کہ پرمیشور اس ذلیل کام معماری اور بوجھ برداری سے بھی نہ بچا۔ ورخانہ اگر کس است یک حرف بس است۔

سوامی جی مہاراج! پیشانی سے مراد صاحب پیشانی ہے کیونکہ

"اگر کوئی رات کو کہے کہ مچان بولتے ہیں تو یہاں مراد سمجھی جائے کہ مچان پر بیٹھے ہوئے آدمی بولتے ہیں۔" (بھومکا صفحہ ۱۰)

دوزخ کا داروغہ انہی تینتیس دیوتاؤں میں سے ایک ہوگا۔ جس کا ذکر نمبر ۱۴ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔ اگر کسی فرشتے سے خدا کام لینا خلاف شان الوہیت ہے تو تینتیس دیوتاؤں سے فرائض پورے کرانے جائز ہیں؟! (دیکھو آئندہ نمبر ۱۵۹)

(۱۵۹) ترجمہ: "تحقیق نازل کیا ہم نے قرآن کو بیچ رات قدر کے اور کیا جانے تو کیا ہے رات قدر کی۔ اترتے ہیں فرشتے اور ارواح پاک بیچ اس کے ساتھ حکم پروردگار اپنے کے واسطے ہر کام کے۔" (سورہ قدر: آیت ۱، ۲، ۴)

(۱۵۹) محقق: اگر ایک ہی رات میں قرآن نازل کیا تو یہ بات کہ فلاں آیت فلاں وقت میں اتری کیونکر درست ہو سکتی ہے؟! اور رات اندھیری ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کیا پوچھنا ہے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ اوپر نیچے چڑھنا بھی نہیں ہو سکتا اور یہاں لکھتے ہیں کہ فرشتے اور ارواح پاک خدا کے حکم سے دنیا کا انتظام کرنے کے واسطے آتے ہیں۔ اس سے صاف ہو گیا کہ خدا مثل انسان کے محدود المکان ہے۔ اب تک معلوم ہوتا تھا کہ خدا، فرشتے اور پیغمبر تین کی کہانی ہے۔ اب ایک روح القدس چوتھی نکل پڑی۔ اب نہ جانے یہ چوتھی روح القدس کیا

ہے؟ یہ تو عیسائیوں کے مذہب یعنی باپ' بیٹا اور روح القدس تین کے ماننے کے علاوہ چوتھی شے نکل آئی۔ اگر کہو کہ ہم تینوں کو خدا نہیں مانتے۔ ایسا ہی سہی۔ لیکن جب روح القدس علیحدہ ہے تو خدا فرشتے اور پیغمبر کو روح القدس کہنا درست ہے یا نہیں اگر یہ بھی پاک روح ہیں تو پھر کسی خاص وجود کو پاک روح کیوں کہتے ہو؟ اور خدا گھوڑے وغیرہ حیوانوں اور رات دن اور قرآن وغیرہ کی قسمیں کھاتا ہے۔ قسمیں کھانا شریف آدمیوں کا کام نہیں۔

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

(۱۵۹) مدقق :

پنڈت جی فرشتوں سے بڑے گھبراتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

ترجمہ "کافر جس روز فرشتوں کو دیکھیں گے ان کی خیر نہ ہو گی۔"

سماجیو! سنو! وید فرماتا ہے۔

"تینتیس دیوتا اس پرماتما کے تقسیم کئے ہوئے فرائض کو پورا کر رہے ہیں یا اس کی قدرت کے جزوی مظہرات ہیں۔" (اتھروید کانڈ ۱۰' پرپاٹھک ۲۳' انوواک ۴' منتر ۲۷)

کیا کوئی ہے؟ جو اس پاکیزہ کلام پر اعتراض کرے کہ عیسائیوں کے تو تین خدا تھے وید نے یہ تینتیس اور پرمیشور کو ملا کر چونتیس کہاں سے بنائے ہیں؟

سماجیو! جو کام ان دیوتاؤں سے پرمیشور لیتا ہے۔ وہی فرشتوں سے خدا لیتا ہے۔ قرآن کا لفظ مشترک ہے۔ دو معنی ہیں جیسے آپ نے بھی بھومکا صفحہ ۲۱۹ پر ایک لفظ کی دو اصطلاحیں لکھی ہیں۔ اسی طرح قرآن مجموعہ کتاب کو بھی کہتے ہیں جو ایک خاص کتاب ہے' اور اس کے ہر ایک جزو کو بھی کہتے ہیں۔ افسوس آپ سے تو پروفیسر سیل مترجم قرآن انگریز نے خوب سمجھا۔ کیا آپ نے کسی مسلمان سے بھی نہیں سنا تھا کہ آج میں نے قرآن پڑھا۔ آج تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ یعنی جس قدر میں روز پڑھا کرتا ہوں۔ اتنا آج پڑھا ہے۔ یہ نہیں کہ تمام قرآن ختم کیا۔ اگر غور کریں تو یہ اصطلاح کوئی خاص قرآن ہی سے نہیں۔ کیا ہون میں وید نہیں پڑھا جاتا کیا ہون سے آتے ہوئے کبھی آپ نے نہیں سنا کہ آج پنڈت جی نے ہون میں وید پڑھا اور کیا سارا پڑھا؟ نہیں بلکہ ایک حصہ پڑھا۔ پس سارا

قرآن تو وقتاً فوقتاً اترتا رہا ہے۔ لیلۃ القدر میں بھی کسی قدر اترا ہے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ایک معنی اور بھی ہیں کہ لیلۃ القدر کی شان میں قرآن اترا۔ یعنی اس کی تعریف خدا نے قرآن میں بیان کی کہ وہ رات بڑی فضیلت والی ہے۔ اس ایک رات کی عبادت ہزار رات کی عبادت سے افضل ہے۔ راقم کے نزدیک یہ معنی صحیح ہیں۔ کیونکہ حدیثوں میں صدہا جگہ پر مضمون ملتا ہے۔ راویان حدیث کہا کرتے ہیں ھذہ الایۃ نزلت فی ابی بکر نزلت فی عمر (یہ آیت ابوبکر میں اتری یہ عمر میں اتری ہے) یعنی ان کی شان میں اتری ہے۔ پس اب کسی طرح کا تعارض یا تناقض نہ رہا۔ گو قرآن کسی وقت اترا ہو۔ جب اس میں کسی خاص وقت کی فضیلت یا تعریف ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت میں اترا ہے یعنی اس کی شان میں اترا ہے یہ تناقض صرف سوامی جی کی سمجھ کا نتیجہ ہے۔ قسم کا جواب نمبر ۱۰۰ میں دیکھو۔

بحمد اللہ سوامی جی کے اعتراضوں کے جوابوں سے تو ہم فارغ ہوئے۔ اب ایک اعتراض حسب وعدہ ہم اپنی طرف سے کر کے پنڈت جی کے نمبر ۱۵۹ کو پورے نمبر ۱۶۰ کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے سماجی دوست ہم سے کشیدہ خاطر ہوئے ہوں تو اس احسان کو یاد کر کے ناراضگی کو خیر باد کہیں۔ پس سنو!

(۱۶۰) ترجمہ: "کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ جنا گیا اور نہیں واسطے اس کے برابری کرنے والا کوئی۔" (سورہ اخلاص: آیت ۱)

(۱۶۰) محقق: دیکھو جی دیکھو قرآن والا کہتا ہے کہ خدا نے نہ جنا اور نہ جنا گیا۔ حالانکہ کروڑہا عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح خداوند خدا کا بیٹا ہے۔ مریم نے اس کو جنا ہے۔ بھلا جو مذہب دوسرے مذہبوں کو کہ جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلائے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے؟! (دیکھو نمبر ۷۳)

سماجیو! ہماری دریا دلی دیکھو کہ ہم نے تمہارے سوامی کی کمی کو پورا کیا اور پھر دوسرا یہ احسان مانو کہ ایسے مشکل سوال کا جواب بھی نہیں دیا تاکہ تم کو ہمارے احسان

ماننے میں کوئی تامل نہ ہو (وغیرہ)

پس احسان کے بدلے میں ہماری ایک بات مانو تو تمہارا شکریہ اسی میں ادا ہو جائے گا۔

وہ یہ ہے

کہ تم اپنے چوتھے اصول پر کاربند ہو جاؤ۔ اگر بھول گئے ہو تو لو ہم ہی بتلائے دیتے ہیں:

"سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔"

اخیر میں سوامی جی نے قرآن شریف کی نسبت اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ بہتر ہے کہ اسکو نقل کرکے ناظرین سے داد چاہیں اور مدقق بھی اپنی رائے محقق کی نسبت بیان کرے۔ چنانچہ وہ یہ ہے۔

قرآن کے متعلق محقق کی رائے

اب اس قرآن کے مضمون کو لکھ کر عاقلوں کے پیش نظر کرتا ہوں کہ یہ کتاب کیسی ہے؟ مجھ سے پوچھو تو یہ کتاب نہ خدا نہ عالم کی بنائی ہوئی ہے اور نہ علم کی ہو سکتی ہے۔ یہ تو بہت تھوڑے سے نقص ظاہر کیے۔ اس لیے کہ لوگ دھوکے میں پڑ کر اپنی عمر بے فائدہ ضائع نہ کریں۔ جو کچھ اسمیں تھوڑی سی سچائی ہے وہ وید وغیرہ علمی کتابوں کے مطابق ہونے سے مجھ کو منظور ہے ویسے اور بھی مذہب کے ضد اور تعصب سے مبرا عالموں اور عاقلوں کو منظور ہے۔ اس کے سوائے جو کچھ اس میں ہے وہ سب لاعلمی کی باتیں اور توہمات ہے اور انسان کی روح کو مثل حیوان کے بنا اس میں خلل ڈالکر فساد بچا انسانوں میں نااتفاقی پھیلا باہم تکلیف کو بڑھانے والا مضمون ہے اور پروکت ❶ دوش کا تو قرآن گویا خزانہ ہے۔ پرمیشور سب انسانوں پر رحم کرے کہ سب باہمی محبت اتفاق اور

❶ ایک بات کو کئی بار دہرانا۔ مگر سوامی جی اپنے ہیں کہ ایک سوال کو دو بار درج کریں ناظرین ملاحظہ کریں (مصنف)

ایک دوسرے کے سکھ کی ترقی کرنے میں راغب ہوں۔ جیسے میں اپنا یا دوسرے مذاہب کا نقص طرفداری چھوڑ کر ظاہر کرتا ہوں۔ اس طرح اگر سب عقل مند لوگ کریں تو کیا مشکل ہے کہ آپس کی نااتفاقی چھوٹ اتفاق ہو کر خوشی سے ایک مذہب ہو کر راحت حاصل ہو سکے۔ یہ تھوڑا سا قرآن کی بابت لکھا ہے۔ اس کو عقلمند دھارمک لوگ مصنف کے منشاء کے مطابق سمجھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اگر کہیں سہواً غلطی ہو گئی ہو تو اس کو صحیح کر لیں۔

(ستیارتھ باب ۱۴ صفحہ ۷۳۸)

محقق کی نسبت مدقق کی رائے

محقق بمعنی حقہ نوش' نہ تحقیق کنندہ' بڑا کپٹی پاپی' متعصب و دیا سے خالی' علم سے بے بہرہ' اندرونی دہریہ ظاہر آریہ' دوسرے مذہبوں پر بے جا حملے کرنے والا' زبان دراز' بظاہر سادھو خفیہ کچھ اور' ادھر ادھر کی ملا کر سور کھوں اور بیوقوفوں کو پھانسنے والا' سب سے بڑھ کر یہ کہ ویدوں کو بدنام اور تحریف کرنے والا۔ قرآن' انجیل' توریت' اور دیگر الہامی نوشتوں کی اصطلاح اور معانی سے ناواقف۔ اس دعویٰ پر ایک تو یہی تحریر اس کی شاہد عدل ہے۔ علاوہ اس کے موافقوں اور مخالفوں کی شہادت موافقوں بلکہ فدائی چیلوں کی شہادت بہت ہی غور طلب ہے۔ گو اس میں محقق جی کا نام نہیں مگر چونکہ اصولاً وہ سب ایسے لوگوں کو شامل ہے۔ اسلئے شہادت کامل کا حکم رکھتی ہے۔

پنڈت لیکھرام مصنف تکذیب جن کی ارادت اور اخلاص محقق جی کے حق میں کسی سے مخفی نہیں لکھتا ہے۔

پڑھے [1]: لکھے نام محمد فاضل عربی کی حرف شناسی سے جاہل محض اور قرآن کے رد کا ٹھیکہ۔ آنکھیں چگادڑ کی اور آفتاب سے جنگ و جدل ہے۔

---

[1] اس عبارت میں ہم نے صرف دو لفظوں میں تصرف کیا ہے۔ سنسکرت کی بجائے عربی اور وید کی بجائے قرآن لکھا ہے۔ مصنف تکذیب نے موقف ہے اپنی امید کی نسبت لکھا ہے کہ سنسکرت سے واقف نہیں اور ویدوں پر اعتراض کرنے بیٹھے ہیں آگے جو تحریر ہم نے یہ تصرف کیا ہے اصول چونکہ صحیح ہے اس لئے یہاں محقق جی کے حق میں شہادت قرار پا سکتا ہے۔ الخ (رسالہ انصاف ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء)

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

بپرہیز از دروغ و فریب و دغا

کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدا

(تہذیب جلد اول ص۸۶)

پنڈت جی کے مخالفوں کا بیان پہلے تو ہم مبالغہ سمجھا کرتے تھے۔ مگر افسوس تجربہ نے اس کی تصدیق کرا دی۔

پہلا گواہ : اخلاق میں دیانند کے برابر شاید ہی کوئی ہوا ہو۔ ایک سرے سے آپ نے سب پر گالیوں کی بارش کی ہے چیلے چانٹے بھی ابھی رہ گئے ہیں۔ کوئی کیسا ہی پاپی بدمعاش آوارہ کیوں نہ ہو۔ آریہ سماج میں داخل ہوا اور فرشتہ بنا۔ بوڑھے بوڑھے رشی کی مانند ہندو پنڈت کو گالی دینے میں بھی ان لوگوں کو شرم نہیں آتی۔"

(رسالہ سناتن دھرم گزٹ لاہور بابت اگست ۱۸۹۷ء)

دوسرا گواہ : مسلمانوں میں خدانخواستہ اگر ایسا فرقہ پیدا ہو جو قرآن شریف کو سر پر لئے پھرے اور کہے کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب کے سب نہ صرف فضول ہیں بلکہ ان کے کرنے کرانے والے سب کے سب جاہل اور خود غرض ہیں۔ اور اس دعویٰ پر آیت قرآنی کو اپنے اعمال کی طرح سیاہ کرے تو اس وقت ہمارے مسلمان بھائی اور دیگر مذاہب والے (آریوں کی وجہ سے) ہندوؤں کی بے بس حالت محسوس کریں گے۔

(اخبار عام لاہور مطبوعہ ۳/مارچ ۱۸۹۷ء)

تیسرا گواہ : ہندوستان کے سیاسی مسلمہ لیڈر' صوفی منش' مرنج و مرنجان کے نمونہ مہاتما گاندھی جی اپنے اخبار ینگ انڈیا میں لکھتے ہیں۔

میرے دل میں دیانند سرسوتی کیلئے بھاری عزت ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے ہندو دھرم کی بھاری سیوا کی ہے۔ ان کی بہادری میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی دھرم کو تنگ بنا دیا ہے۔ میں نے آریہ سماجیوں کی ستیارتھ پرکاش کو پڑھا ہے جب میں یرودا جیل میں آرام کر رہا تھا میرے احباب نے اس کی تین کاپیاں میرے پاس بھیجی تھیں۔ میں نے اتنے بڑے ریفارمر کی تصنیف کردہ اس سے زیادہ

مایوس کن کتاب کبھی نہیں پڑھی۔ سوامی دیانند نے تب اور کیول شبہ پر کھڑے ہوئے کو موہ کیا ہے۔ لیکن انہوں نے نہ جانتے ہوئے۔ جین دھرم اسلام اور عیسائیت اور خود سناتن دھرم کو غلط طور پر ظاہر کیا ہے۔ جس شخص کو ان مذاہب کا سرسری علم بھی ہے وہ بآسانی ان غلطیوں کو معلوم کر سکتا ہے۔

جس میں اس اعلیٰ وچار کو ڈالا گیا ہے انہوں نے صفحہ دنیا پر نہایت بردبار اور آزاد مذاہب میں سے ایک کو تنگ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ وہ بت پرستی کے خلاف تھے لیکن وہ ایک نہایت لطیف صورت میں بت پرستی کا بول بالا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے ویدوں کے الفاظ کی مورتی بنا دی ہے۔ اور ویدوں میں ہر ایک علم کو جو سائنس کو معلوم ہے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری عاجزانہ رائے میں آریہ سماج ستیارتھ پرکاش کی تعلیمات کی خوبی کی وجہ سے ترقی نہیں کر رہا۔ بلکہ اپنے بانی کے اعلیٰ کیریکٹر کی وجہ سے کر رہا ہے۔ آپ جہاں کہیں بھی آریہ سماجیوں کو پائیں گے۔ وہاں ہی زندگی اور سرگرمی موجود ہو گی۔ تنگ اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے وہ یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کریں تو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔

(از اخبار پرتاپ مورخہ ۳/جون ۱۹۲۴ء ماخوذ از اخبار ینگ انڈیا، احمد آباد ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء)

بے تعصب غیر جانبدار لوگوں کے لئے یہی ایک گواہ کافی ہے

<u>سماجی بحثوں سے پرارتھنا</u> : گو زمانہ میں ایسے جوشیلے اور تیز مزاج یا تجربہ کار بھی ہیں جن کے تجربہ نے ان کو یہاں تک پہنچایا ہے کہ انہوں نے اپنا اصول ہی یہ مقرر کر رکھا ہے اور اسی اصول کی لوگوں کو بھی ہدایت کیا کرتے ہیں۔

کلوخ انداز را پاداش سنگ است

مگر خدا کی سچی کتاب قرآن شریف کا اصول ایسے جوشیلے اصولوں سے نرالا اور انصاف پر مبنی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

جَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

یعنی مناظرہ میں سب سے عمدہ اصول کو مدنظر رکھا کرو۔ اسی لئے ہم نے سوامی جی کے جواب میں اس جوشیلے اصول کو ترک کر کے حتی المقدور کتاب اللہ کے پاک اصول کو

مد نظر رکھا ہے تاہم بمقتضائے بشریت اگر کہیں کوئی لفظ نکل گیا ہو۔ جس سے ہمارے سماجی دوستوں کو رنج ہو تو وہ پنڈت جی کی تحریر میں اس انداز کا لفظ تلاش کریں گے تو امید ہے کہ اس سے کئی درجہ زیادہ وزنی ان کو مل جائے گا۔ بعد ملنے کے ہمیں معافی کا ایک کارڈ لکھیں۔ کیونکہ جو خصلت سوامی جی سے باوجود سادھو اور یوگی ہونے کے نہ چھوٹی وہ کسی قدر ہم گنہگاروں میں ظہور کرے تو آپ ہی بتائیں کہ ہم کہاں تک معذور ہیں۔

ہاں اگر یہ زعم ہو کہ سوامی جی نے جو کچھ دوسری قوموں کے بزرگ بلکہ مشترک خدا کو برا بھلا کہا ہے۔ وہ ان لوگوں کی تحریروں سے بطور نتیجہ کے بتلایا ہے تو سنو! اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ وہ نتیجہ واقعی صحیح ہے اور سوامی جی کی غلط فہمی کو اس میں کچھ دخل نہیں تاہم پنڈت جی کو یہ طریق زیبا اور مناسب نہ تھا کیونکہ ان کا فرمان ہے کہ

"ہر وقت انسان کو مناسب ہے کہ وہ شیریں کلامی کو کام میں لائے کسی اندھے کو اے اندھے! کہہ کر پکارنا سچ تو ضرور ہے لیکن سخت کلامی کے باعث ادھرم (بے دینی) ہے۔" (اپدیش منجری صفحہ ۳۰)

www.only1or3.com
www.onlyoneorthree.com

سماجی دوستو! کیا یہ ہاتھی کے دانت ہیں جو دکھانے میں اور ہیں۔ کھانے میں اور؟ کیا تمہارے ساتویں اصول کا یہی مطلب ہے جو سوامی جی نے کر دکھایا۔ لم تقولون ما لا تفعلون کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے؟ (قرآن)

علاوہ اس کے ہماری معذوری کی ایک اور بھی معقول وجہ ہے کہ ہماری مدافعت ہے اور پنڈت جی کا حملہ۔ یعنی اس طریق کی ابتدا پنڈت جی سے شروع ہوئی اور بہت بری طرح ہوئی۔ اس پر بھی ہمارے سماجی دوست برا منائیں تو آپ کے آریہ مسافر کے قول پر جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے غور کریں۔ سنو!

"حفاظت خود اختیاری کا قانون مانا جاتا ہے بنابریں حفاظت خود اختیاری کے طور پر ہماری طرف سے تردید میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔" [1]

ذرا انصاف سے دیکھو نکالا کس نے شر پہلے (حجۃ الاسلام صفحہ ۱۱ بار دوم)

پس ہم سماجی دوستوں کو ایک دوستانہ نصیحت کرکے اب ختم کرتے ہیں۔

دہن خویش بدشنام میالا صائب
کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

[1] پنڈت منشی رام جو اب سوامی شردھانند مرحوم لکھتے ہیں۔ (مصنف)

حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد سے قبل اور اس کے بعد بہت سے مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک مذہب "آریہ سماج" ہے۔ جس کے بانی سوامی دیانند سرسوتی نے تقریباً آج سے ایک سو سال قبل ایک کتاب "ستیارتھ پرکاش" کے نام سے لکھی۔ جس کے تیرھویں باب میں عیسائیت اور چودھویں باب میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی سے کام لیا گیا۔ اس دل آزار کتاب کے موضوعات مضامین اور اسلوب نے مسلمانوں کے لیے شدید اذیت کا سامان پیدا کیا۔

حق پرکاش...... مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے علم المناظرہ کے زبردست استدلالی طرز نگارش کا شاہکار ہے۔ جس میں مولانا کا علم تحقیق اور وسعت مطالعہ کی بلند چوٹی پر دکھائی دیتا ہے۔

حق پرکاش: ایک دل آزار کتاب کا جواب ہی نہیں بلکہ آریہ سماجیوں کے عقائد و تصورات کو سمجھنے کا ذریعہ بھی ہے۔

حق پرکاش: کتاب و سنت کے بارے میں موجود دور میں پھیلائی گئی گمراہیوں اور اشکالات کا بھی ازالہ کرتی ہے اور قرآنی اعجاز کا بھرپور وضاحت کرتی ہے۔

حق پرکاش: ایک کامل صدی گزرنے کے باوجود "ستیارتھ پرکاش" اور ہندو دھرم کی اسلام اور مسلمان دشمنی کا مسکت و مدلل جواب ہے۔